چیف ایڈیٹر: وی وی مانکیا لراؤ
ایڈیٹر: ملک محمد علی خان

جنوری ۱۹۸۱ء • اشاعت کا ۲۶ واں سال • شمارہ: ۱

● اِس شمارہ میں اہلِ قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
● زرِ سالانہ: ۶ روپے، فی پرچہ ۵۰ پیسے۔ زرِ سالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات و تعلقاتِ عامہ کے نام روانہ کیجئے
● مضامین بھیجنے کا پتہ: ایڈیٹر اُردو ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات و تعلقاتِ عامہ، گرہا کلپا، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے۔پی)
● ناظم اطلاعات و تعلقاتِ عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا ● طباعت: گورنمنٹ سنٹرل پریس، چنچل گوڑہ، حیدرآباد ● تزئین و کتابت: ایس اے حمید

ترتیب

اداریہ

ریاست کے سرکاری ملازمین کی ہڑتال ایک باعزت سمجھوتے کے ساتھ ختم ہوگئی اور ریاستی وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نے اپنی فہم و فراست سے ہڑتال کو طول نہیں ہونے دیا۔ بسوں کے کرایہ میں اضافہ کے خلاف اپوزیشن جماعتوں کی "بس بند" ہڑتال کو بھی عوام نے قبول نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ریاست میں ایک طرف خشک سالی سے لاکھوں عوام پریشان ہیں اور دوسری طرف ریاست میں ٹی انجیا سرکار کو جسے تشکیل پائے تین ماہ ہوئے ہیں سکون سے کام کرنے دیا جائے۔

ریاستی حکومت جہاں خشک سالی سے متاثرہ اضلاع دیہات میں امدادی کاموں میں تیزی پیدا کردی ہے وہیں ریاست کے دوسرے علاقوں کے پسماندہ طبقات، ہریجنوں اور دیگر طبقات کی فلاح و بہبود کے لئے بھی کوشاں ہیں۔

وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔انجیا اور ان کی کابینہ کے ارکان وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی اور سنجے گاندھی کے پانچ نکاتی پروگرام کی روشنی میں ریاست کی ہمہ گیر ترقی کے لئے مصروف ہوگئے ہیں۔ جیسا کہ وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نے بارہا اعلان کیا ہے کہ وہ ایک کارکرد اور بدعنوانیوں سے پاک و صاف نظم و نسق عطا کریں گے وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے کئی انقلابی اقدامات کا اعلان کئے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور قیمتوں میں کمی کے لئے کوشش کی جارہی ہے۔ وزراء اور عہدہ دار دیہاتوں کا دورہ کرکے برسر موقع عوامی شکلات کو ختم کرنے کے لئے فیصلے کر رہے ہیں پینے کے پانی کی سربراہی خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں جانوروں کے لئے چارہ اور غریب مزدوروں کے لئے روزگار کی فراہمی، غلے و شکر کی منصفانہ تقسیم جیسے اقدامات شامل ہیں، توقع ہے کہ ریاست کے عوام اپنے ہر دلعزیز وزیر اعلیٰ سے کامل تعاون کریں گے۔

ماہنامہ "آندھرا پردیش اردو" کے خریداروں میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے اور ہمارے خریداروں میں جہاں عام اردو کے پرستار شامل ہیں وہیں ہمارے ممتاز وکلاء، ادیب، شاعر اور دانشور بھی شامل ہیں، ہمیں امید ہے کہ اردو کے پرستار آندھرا پردیش (اردو) کی سرپرستی میں فراخدلانہ مظاہرہ کریں گے۔

آندھرا پردیش وقف بورڈ کی تشکیل جدید کے بعد وقف بورڈ نے ریاستی وزیر اوقاف کی نگرانی میں بہتر انداز میں اپنے کام کا آغاز کیا ہے اور مسلم حلقوں میں وقف بورڈ کے کاموں کو سراہا جارہا ہے توقع ہے کہ وزیر اوقاف جناب احمد شریف صاحب اور صدر نشین وقف بورڈ جناب سید سعد حسن صاحب کی نگرانی میں یہ ادارہ نیکنامی حاصل کرے گا۔

روزنامہ "قومی آواز" جس کے بانی پنڈت جواہر لال نہرو تھے اس اخبار کا دہلی ایڈیشن بھی شائع ہو رہا ہے اور ہمارے شہر حیدرآباد میں بھی "قومی آواز" ہر روز آرہا ہے، اردو داں حلقوں میں قومی آواز کا شاندار خیر مقدم کیا گیا ہے

ملک محمد علی خان

آندھرا پردیش میں ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام

آندھرا پردیش اس سال یکم نومبر کو اپنے سلور جوبلی سال میں داخل ہوگیا۔ سلور جوبلی تقاریب کے انعقاد کے سلسلے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہماری محبوب وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰۔ نکاتی معاشی پروگرام اور شری سنجے گاندھی کے ۵۔ نکاتی پروگرام کی افادیت سے عوام کو واقف کرانے کیلئے اور ان دونوں پروگراموں کے ۲۵ نکات میں سے ہر نکتے پر روشنی ڈالنے کیلئے ماہ نومبر میں ایک ایک دن مختص کیا جائے۔ چنانچہ اس فیصلے پر عمل کرتے ہوئے تقاریب کا انعقاد انتہائی جوش و خروش کیساتھ عمل میں لایا گیا جن میں لاکھوں کی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

آندھرا پردیش میں ۲۰ نکاتی اور ۵ نکاتی پروگرام سرعت و شدت کے ساتھ روبہ عمل لائے جا رہے ہیں۔ ان پروگراموں کی بدولت ریاست میں سماجی اور معاشی انقلاب کی بنیاد قائم ہو چکی ہے جو کہ موجودہ حکومت کا مطمع نظر اور نصب العین ہے۔ ریاستی عوام میں ایک نیا شعور اور ایک نیا جذبہ پیدا ہوگیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ریاستی حکومت بھی پوری مستعدی کے ساتھ اپنی کوشش میں مصروف ہے۔ اس صورت حال کے نتیجے میں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں ہمیں زیادہ بیش قیمت اور زیادہ نمایاں کامیابیاں حاصل ہونگی۔

اضافہ زرعی پیداوار

ریاست میں زرعی سرگرمیوں کو تیز تر کردیا گیا ہے اور ان میں باقاعدگی پیدا کردی گئی ہے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱۰۷.۶ لاکھ ٹن غذائی اجناس کی جو ریکارڈ پیداوار حاصل ہوئی وہ ہماری پیداواری صلاحیت اور استطاعت میں اضافے کا نتیجہ ہے خاص کر چاول کی فصل میں ہماری پیداواری صلاحیت کافی نمایاں رہی یعنی ۷۸-۱۹۷۷ء میں حاصل ہونے والی فی ایکڑ ۵۶۰ کیلو گرام چاول کی پیداوار بڑھ کر ۷۹-۱۹۷۸ء میں فی ایکڑ ۷۰۰ کیلو گرام تک پہنچ گئی۔ یہ کارنامہ ہم ان ترقیاتی تدابیر و اقدامات کی بدولت انجام دے سکے جو ریاستی نظم و نسق کی جانب سے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کی عمل آوری میں اختیار کئے گئے۔ اعلیٰ پیداواری اقسام کے بیجوں کی کاشت کو وسعت دیکر ۲۶.۶ لاکھ ہیکٹر سے زائد اراضی پر ان اقسام کے بیجوں کی کاشت عمل میں لائی گئی اور کیمیائی کھادوں کے استعمال میں اضافہ کیا گیا۔ اضافہ پیداوار

کی تدابیر اور اقدامات کو اس سال کے دوران میں بھی جاری رکھا گیا ہے اور توقع ہے کہ ریاست کے کچھ حصوں میں خشک سالی ہونے کے باوجود اس سال بھی غذائی پیداوار کی مقدار ۱۰۳ لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔

ریاستی حکومت نے زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے کسانوں کو جو ترغیبی مراعات دی ہیں ان میں یہ رعایتیں بھی شامل ہیں پانچ ایکڑ تری یا دس ایکڑ خشکی کی حد تک اراضیات کے مالک چھوٹے کسانوں کو محصول اراضی کی ادائی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ دھان، جوار اور مونگ پھلی کی فصلوں کے لئے بیمہ اسکیم رائج کی گئی ہے۔ سیلابوں اور خشک سالی سے متاثر ہونے والے کسانوں کے سرکاری اور امداد باہمی قرضوں کی میعاد واپسی پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ اجناس کی خریدی کے لئے ۲۰۰۰ مراکز کھولے گئے تاکہ کسانوں کو انکی پیداوار کی منفعت بخش قیمت مل سکیں۔ گنے کی امدادی قیمت بڑھاکر فی ٹن ۱۸۵ روپے کر دی گئی ہے بشرطیکہ وصول شدہ گنے سے ۸ء۵ فی صد شکر حاصل ہو۔

ریاست میں فی الوقت کسانوں کے ۷ تربیتی مراکز کام کر رہے ہیں جن میں کاشتکاری کی بہتر ٹیکنک اور دوسرے متعلقہ امور کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اصلاحات اراضی

ریاست میں پوری قوت کے ساتھ اصلاحات اراضی کی عمل آوری کے نتیجے میں کمزور طبقات کو فاضل اراضیات کی تقسیم میں مدد ملی ہے اور تنہا اس اقدام سے ہی ۱۷۵۳۲۱ بے زمین غریبوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ انہیں ۲۸۸۱۴۴ ایکڑ رقبے پر مشتمل فاضل اراضیات دی گئیں۔ مستفید ہونے والوں میں اکثریت کمزور طبقات کے افراد کی ہے جن میں درج فہرست اقوام کے ۱۹۷۸ درج فہرست قبائل کے ۲۷۱۵۳ اور پسماندہ طبقات کے ۴۹۶۷۸ افراد ہیں۔

فاضل اراضیات کی تقسیم کے علاوہ کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے عوام کو ۲۷ء۶۰ لاکھ ایکڑ سرکاری اراضیات بھی دی گئیں۔ ان اراضیات میں سے ۲۲ء۸۸ لاکھ ایکڑ ایسے ۸۷۱۸۵۵ عوام کے حصے میں آئیں جن کا تعلق درج فہرست اقوام درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات سے ہے۔ ان لوگوں کو بنیادی زرعی ضروریات کی فراہمی کے لئے انکی معاشی بہتری کی غرض سے قائم مالیاتی اداروں کے ذریعہ قرضے بھی دلائے گئے۔

رہائشی جگہیں

وزیر اعظم کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کے نکات میں بے سہارا لوگوں کو خاص کر دیہی علاقوں میں رہائشی جگہوں کی تقسیم ایک اہم اور بنیادی نکتہ ہے۔ ریاستی حکومت نے اس پروگرام کو خلوص کے ساتھ ریاست کے پورے اضلاع میں عمل آوری کی طمانیت کے لئے بھرپور و موثر اقدامات کئے ہیں۔ اب تک دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں ۱۲ لاکھ سے زیادہ رہائشی جگہیں تقسیم کی جاچکی ہیں۔ اس مقصد کی خاطر اراضیات کے حصول کے لئے معقول فنڈز فراہم کئے گئے ہیں اور حصول اراضیات سے متعلق ضابطوں کو آسان اور سہولت بخش بنایا گیا ہے۔

اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ رہائشی اراضیات پانے والے اس پروگرام سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے قابل ہوسکیں انہیں عطا کی ہوئی جگہوں پر قبضوں کے حصول اور مکانات کی تعمیر میں ضروری مدد دی جارہی ہے۔ جگہیں اور خدمات پروگرام کے تحت حکومتی خرچ پر سڑکیں، پینے کا پانی، ڈرینیج، سڑکوں کی روشنی وغیرہ جیسی بلدی سہولیات کی فراہمی عمل میں لائی گئی ہے۔ کم لاگت مکانات تعمیر کرنے کے لئے ۴۰۰ روپیوں کی امداد دی جاتی ہے۔ اس رقمی امداد کو بڑھاکر ۱۰۰۰ روپے فی کس کر دینے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ ہاوزنگ پروگرام سے تقریباً ۲ء۵ لاکھ خاندان مستفید ہوئے ہیں۔ اور جلد ہی مزید ۲ء۵ لاکھ خاندانوں کو اس پروگرام سے استفادہ کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

پیدا کنندے اور صارفین
دونوں سے انصاف

اشیائے ضروریہ کی تحصیل و تقسیم کو باقاعدگی کے ساتھ

اور بہتر انداز میں انجام دینے کے لئے محکمۂ شہری رسدات کی کارکردگی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کی جانب سے کھولے ہوئے پہلے سے موجود ۵۰۱۷ خریدی مراکز کے علاوہ اسٹیٹ سیول سپلائز کارپوریشن کی جانب سے اجناس کی خریدی کے لئے ۵۰۰ خریدی مراکز جلد ہی کھولے جائینگے اس اقدام کا مقصد کسانوں کو انکی پیداوار کا نفع بخش معاوضہ دلانا ہے۔ ضروری اشیا جیسے چاول، گیہوں، شکر، مٹی کا تیل اور خوردنی تیل، صارفین کو واجبی نرخوں پر پوری ریاست میں پھیلے ہوئے ۲۴۲۵۶ ارزاں فروشی دکانات کے ایک جال کے ذریعہ فراہم کی جارہی ہیں۔ پوری قوت اور شدت کے ساتھ ان اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کا انسداد کیا جارہا ہے۔ جلانے کی لکڑی اور ایندھن کی فروخت کے مراکز منتخبہ شہری علاقوں خصوصاً خستہ حال بستیوں میں کھولے جارہے ہیں تاکہ عوام کے متوسط اور نچلے طبقات کو ان اشیاء کی تیزی سے بڑھتی ہوئی قیمتوں کے مضر اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔

دستی پارچہ صنعت کو بڑھاوا

بیس نکاتی پروگرام کی عمل آوری کے ایک جزو کے طور پر ریاست میں ۶۰ فی صد بافندوں کو امداد باہمی انجمنوں کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ دوسری کسی بھی ریاست کے مقابلے میں دستی پارچہ امداد باہمی انجمنوں کی تعداد ہماری ریاست میں کثیر ترین ہے۔ اس وقت ریاست میں بافندوں کی ۱۰۳۸ پرائمری کوآپریٹیو سوسائٹیاں ہیں جن کے تحت کام کرنے والے کرگھوں کی تعداد تقریباً ۲ لاکھ ہے۔ امداد باہمی انجمنوں کے اراکین کی تعداد پچھلے دو برسوں میں ۲۰ء۱ لاکھ سے بڑھ کر ۴۲ء۳ لاکھ ہوگئی ہے۔ سالانہ تیار کئے جانے والے دستی کپڑے کی مالیت بھی پچھلے دو برسوں میں بڑھ کر ۳۰ کروڑ روپیوں تک پہنچ گئی ہے بافندوں کی جزوی بیروزگاری کی شرح ۶۰ فیصد سے ۴۰ فیصد تک گھٹ گئی اور ۵۰۰۰۰ بافندوں کے لیئے روزگار کے مواقع پیدا ہوئے ہیں ریاست میں گذشتہ چند برسوں کے دوران میں ۶۳،۶۸۴ میٹر جنتا کپڑا تیار کیا گیا۔ اور ۴۰۰۰۰ کرگھے مسلسل کام کرتے رہے اور ایک لاکھ سے زائد بافندے روزگار سے لگے رہے۔ ریاست میں فی الوقت ۶۲ اقسام کا جنتا کپڑا جو ساڑیوں اور دھوتیوں پر مشتمل ہے تیار کیا جارہا ہے اور اسکی بازار میں نکاسی اے پی ادسی کے چار فروخت مراکز کے ذرائعے سے عمل میں آرہی ہے۔ دستی کپڑے قیمت فروخت پر ۵۰ء۲ روپے کی رعایت دی گئی جسکی بدولت فروخت میں قابل لحاظ اضافہ ہوا۔

آبپاشی کی سہولت میں اضافہ

زیادہ سے زیادہ اراضیات کو زیر کاشت لانے کی حکمت عملی کے ایک لازمی جزو کے طور پر زیرزمین پانی کے حصول کو فروغ دینے پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ سالانہ تیس ہزار باولیوں کی کھدائی تین سو بور ویلز کی تعمیر اور چالیس ہزار باولیوں کو برقی قوت کی فراہمی کے لئے مقررہ موجودہ شرح کی بدولت توقع ہے کہ ہر سال پچاس ہزار ہیکٹر کے زائد رقبہ اراضی کو سیراب کرنے کی گنجائش میسر ہوگی۔ گذشتہ دو برسوں کے دوران میں بڑے اور اوسط آبپاشی وسائل کے ذریعہ ۲۱ء۲ لاکھ ہیکٹر زائد رقبے کو سیراب کرنے کی گنجائش فراہم کی گئی۔ اس طرح ۲۰ - نکاتی پروگرام کے تحت پورے ملک میں ۵۰ لاکھ ہیکٹر زائد رقبے کی سیرابی کے لئے جو نشانہ مقرر کیا گیا ہے اسکی تکمیل میں آندھرا پردیش اپنے حصہ سے زیادہ کارنامہ انجام دینے کے قابل ہو جائے گا۔

اقل ترین اجرتیں

آندھرا پردیش زرعی مزدوروں کے لئے اقل ترین اجرتوں کے تعین اور عمل آوری کے معاملے میں صف اول کی ریاست ہے۔ اقل ترین اجرتوں کے نفاذ اور عمل درآمد کی نگرانی کے لئے ہر ضلع میں ایک لیبر انفورسمنٹ آفیسر کا تقرر کیا گیا ہے۔ مزید براں اسسٹنٹ لیبرز انسپکٹرس، بلاک ڈیولپمنٹ آفیسرس ایگریکلچر اسسٹنٹ آفیسرس ، بلیح ڈیولپمنٹ آفیسرس تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں اور مالگذاری انسپکٹروں کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے عہدہ داران مجاز مقرر کیا گیا ہے۔ لیبر انفورسمنٹ آفیسرس کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ چار مواضعات میں ۶۰ اراضی مقبوضوں کا دورہ کر کے تنازعات کا تصفیہ کریں اور اسسٹنٹ لیبر انسپکٹرس اس مقصد کے تحت ماہانہ پانچ اراضی مقبوضوں کا دورہ کرنے کے پابند ہیں۔ مقررہ اقل ترین اجرتیں مکمل طور پر یا جزوی طور پر اجناس کی شکل میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔

مکفول محنت

مکفول محنت کے رواج کو ختم کرنے سے متعلق قانون کے دفعات کا نفاذ ریاست میں پوری توجہ اور تندہی کے ساتھ عمل میں لایا گیا جس کے نتیجہ میں ۱۲۷۴۱ مکفول مزدوروں کی نشاندھی ہوئی۔ ان سب کو آزاد کرایا گیا اور ۷۳۸۶ کی بازآبادکاری عمل میں لائی گئی۔

ایسے مزدوروں کی بازآبادکاری کے لئے بیل گاڑیوں ہل بیلوں دودھیا ری مویشیوں بھیڑوں کی افزائش کی یونٹوں آٹل انجنوں اور رکشاؤں کی فراہمی کی اسکیمات مرتب و روبہ عمل لائی گئیں ضلع کی سطح پر ضلع کلکٹر اور بلاک کی سطح پر بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر بازآبادکاری اسکیمات کی عمل آوری کرتے ہیں۔

عملی تربیت

عملی تربیتی پروگرام کی عمل آوری سے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے ۳۰۰۰ امیدواروں کے منجملہ ۵۰۰ امیدوار سرکاری اور خانگی اداروں میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ اور امیدوار مرکزی اداروں میں زیر تربیت ہیں۔ جو امیدوار تربیت حاصل کر چکے ہیں انکی اکثریت کو یا تو موزوں ملازمتیں مل گئی ہیں یا انہوں نے اپنا ذاتی کاروبار آغاز کر دیا ہے۔ اسکیم کے تحت تربیتی سہولتوں میں اضافے کے لئے اور تربیت کے معیار میں بہتری کے لئے حیدرآباد، تروپتی اور کاکیناڈا میں علاقائی دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔

انتظامیہ میں مزدوروں کی شمولیت

صنعتی یونٹوں اور کارخانوں کے انتظامی امور میں مزدوروں کی شراکت و شمولیت کی اسکیم کو آندھرا پردیش میں باقاعدگی کے ساتھ روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ اسکیم کے تحت شاپ اور ڈپارٹمنٹ کی سطحوں پر شاپ کونسلز اور انٹرپرائز کی سطح پر جائنٹ کونسل کی تشکیل کو پہلے مرحلے میں ایسی صنعتوں تک محدود رکھا گیا ہے جن میں ۳۰۰ یا اس سے زیادہ مزدور کام کرتے ہیں۔

ریاست میں واقع اس طرح کے ۱۸۷ صنعتی اداروں میں سے ۱۰۳ اداروں میں شاپ اور پلانٹ کی سطح کی کونسلیں تشکیل دیدی گئی ہیں اس اسکیم کو ایسے کارخانوں اور اداروں تک وسعت دینے کی تجویز ہے جن میں علی الترتیب ۱۰۰ یا اس سے زیادہ مزدور کام کرتے ہیں۔ اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ منتظمین اور ملازمین میں خیر سگالی اور ایک دوسرے کے مسائل کا ادراک و فہم پیدا ہو اور اس طرح صنعتی امن کا تیقن حاصل ہو۔

قومی اجازت نامے

حکومت ہند نے ریاستوں کے مابین طویل مسافتی حمل و نقل کی ہمت افزائی کے لئے قومی اجازت ناموں کی اجرائی کا طریقہ شروع کیا ہے جس کے مطابق قومی اجازت نامہ رکھنے والی موٹر گاڑی اجازت نامے میں مندرج ریاستوں کے تمام راستوں پر چلائی جا سکتی ہے۔ ریاست آندھرا پردیش کو اس طرح کے ۴۵۰ قومی اجازت نامے مختص کئے گئے تھے جو سابق فوجیوں امداد باہمی انجمنوں نئے سرمایہ کاروں اور بے روزگار ڈرائیوروں اور دوسرے ایسے درخواست گذاروں کو اجراء کئے گئے جنھیں اندرون ریاست کا اور دوسری ریاستوں میں موٹر رانی کا تجربہ حاصل ہے۔ قومی اجازت نامے پانے والوں میں چار کا تعلق درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے ہے۔

طلباء کیلئے اسٹیشنری

ریاستی حکومت کی جانب سے نوٹ بکس کی تیاری اور طالب علموں کو کنٹرول نرخوں پر آندھرا پردیش اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کے ذریعہ انکی فراہمی کے سلسلہ میں موثر اقدامات اور انتظامات کئے گئے ہیں۔ نوٹ بکس کی فراہمی کے کام میں ضلع کی سطح پر سرکاری عہدہ داروں کو ذمہ داری سونپی گئی ہے چنانچہ ان اقدامات کے نتیجے میں گذشتہ تعلیمی سال کے دوران میں مختلف اقسام کی ۱٫۰۷ لاکھ نوٹ بکس طلباء کو فراہم کی گئیں۔ رعایتی نرخوں پر کاغذ کی فراہمی کے ذریعہ نوٹ بکس کی تیاری اور ضروری اسٹاک کی سربراہی کے کام کو جاری رکھا گیا ہے۔

اشیائے ضروریہ اور صادر کی اشیاء اقامت خانوں میں مقیم طلباء کو بھی کنٹرول نرخوں پر سربراہ کی جا رہی ہیں۔ ریاست میں موجود تقریباً ۱۴۰۰ ہاسٹلوں میں مقیم طلباء کو سربراہ کی جانے والی اشیاء

میں یہ چیزیں شامل ہیں۔ تو میائی ہوئی نصابی کتابیں۔ نوٹ بکس۔ انڈے مچھلیاں۔ مرغیاں اور لباس۔

ہر ایک پڑھے اور پڑھائے

ریاست میں تعلیم بالغان کا پروگرام پورے زور وشور کے ساتھ جاری ہے۔ ملک کی شرح خواندگی ۳۴ء۰۸ کے مقابلہ میں آندھرا پردیش میں خواندگی کا شرح ۲ء۲۸ ہے۔ اس لیے ریاست میں اس جانب کافی اور خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سال ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران میں ریاست کے پورے اضلاع میں تعلیم بالغان کے ۲۳ پراجکٹس کھولے گئے جو ۱۵ تا ۳۵ سال کی عمر والے ۷ء۲ لاکھ ناخواندہ افراد کا احاطہ کرتے ہیں۔ ہر پراجکٹ کے تحت ۳۰۰ مراکز ہیں جن میں فی مرکز ۳۰ کی تعداد میں پڑھنا سیکھنے والے ہیں۔ ان مراکز کے علاوہ خانگی اداروں کی جانب سے اس سال کے دوران میں کھولے گئے ۷۴۴ مراکز بھی کام کر رہے ہیں۔

ذات پات کا خاتمہ

ذات پات کی اساس پر پیدا شدہ تنگ خیالیوں اور تنگ نظریوں کو نیست و نابود کرنے کی خاطر ریاستی حکومت کی جانب سے ایسے جوڑوں کو ترغیبات فراہم کی گئی ہیں جنہوں نے بین فرقہ جاتی شادیاں کی ہیں۔ ایسے جوڑوں کو جن کا کوئی ایک رکن درج فہرست اقوام سے ہے تو ۱۰۰۰ روپے اور اگر پسماندہ طبقات سے ہے تو ۵۰۰ روپے نقد انعام دیئے جاتے ہیں۔ خورد روزگار اسکیمات کی فراہمی

۵ - نکاتی پروگرام

شری سنجے گاندھی کے ۵ - نکاتی پروگرام کی بھی اس ریاست میں عمل آوری مستعدی کے ساتھ جاری ہے۔

خاندانی بہبود

آندھرا پردیش میں خاندانی بہبود کی اسکیم کے لائق ستائش نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اس پروگرام کی عمل آوری کے نتیجے میں تولیدی صلاحیت رکھنے والے تخمیناً ۷۳ء۶۸ لاکھ جوڑوں میں سے ۲۰ء۲۲ لاکھ جوڑوں کو محفوظ بنایا گیا۔ سال ۸۰-۱۹۷۹ء کے ختم تک ۴۴ء۳۵ لاکھ ولادتوں کو روکا گیا۔ اس پروگرام کی بدولت شرح ولادت کو فی ہزار ۴۲ سے گھٹا کر ۳۳ کر دیا گیا ہے۔

شجر کاری

شری سنجے گاندھی کے زیادہ درخت لگاؤ پروگرام کو بھی آندھرا پردیش میں اہمیت کا حامل مقام دیا گیا ہے۔ ریاست میں میوہ دار درختوں جو مینہ کے درختوں ایندھن کی لکڑی کے درختوں اور چارہ کے کام آنے والے درختوں کے پودے مفت فراہم کر کے شجر کاری کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے۔ بچوں میں پودوں کی چاہت پیدا کرنے کی نیت سے منتخبہ اسکولوں کے احاطوں میں پودوں کی کیاریوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسکولوں کی کیاریوں میں سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران میں ۳۵ لاکھ پودے اگانے کے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آندھرا پردیش نے شریمتی اندرا گاندھی اور شری سنجے گاندھی دونوں کے ترقی پسند پروگراموں کی عمل آوری کے سلسلے میں لائق ستائش کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ریاست کے عوام کو یقین ہے کہ وہ اپنی وزیر اعظم کی رہنمائی میں اور انتظامیہ کے تعاون سے اپنے مستقبل کو بہتر سے بہتر بنائیں گے اور اس طرح حاصل کردہ امن و خوشحالی کے دور سے بھرپور طور پر لطف اندوز ہونگے۔ ●●

اہل قلم حضرات کی خدمت میں

آندھرا پردیش کی معاشی، زرعی، صنعتی، تعلیمی اور سماجی ترقی پر اپنے موضوعاتی مضامین اور نظمیں ماہنامہ "آندھرا پردیش" اردو میں اشاعت کے لئے روانہ فرمائیے۔ ہم بخوشی شائع کریں گے۔ اپنی تخلیقات صاف و خوش خط کاغذ کے ایک رخ پر مناسب حاشیہ چھوڑتے ہوئے تحریر فرمائیں۔ ہمیشہ "غیر مطبوعہ" تخلیقات ہی روانہ کیجئے اور مضمون کے خاتمہ پر "غیر مطبوعہ" تحریر فرمائیں۔ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جاتے۔

"ایڈیٹر"

اندراگاندھی

خاندانی منصوبہ بندی — قومی ضرورت

[وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق دوردرشن نئی دہلی کو ایک انٹرویو دیا تھا جو درج ذیل ہے۔ یہ انٹرویو ۲۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو ٹیلی کاسٹ کیا گیا]

سوال :۔ مادام پرائم منسٹر آپ کی حکومت خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کو کتنی اہمیت دیتی ہے ؟

جواب :۔ ہماری سرکار نے اس پروگرام کو دنیا میں سب سے پہلے سرکاری حیثیت دی جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ہم اسے کتنا اہم سمجھتے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ ہمارے ملک کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ ہر سال ہمارے ملک کی آبادی میں آسٹریلیا کی کل آبادی کے برابر کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

سوال :۔ شرحِ آبادی کو معقول حدود میں رکھنے کی کوشش میں ہم کامیاب نہ ہو سکے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر ہم معاشی طور پر کس طریقے سے خود کفیل ہو سکتے ہیں ؟

جواب :۔ اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ ترقی دو طرفہ ہو۔ یعنی ترقی کی پہلی منزل تو یہ ہو کہ لوگوں کو وہ سب کچھ مل جائے جس کی انھیں ضرورت ہے۔ نئی نئی راہیں کھلیں۔ دوسرے یہ کہ ترقی اور خوشحالی بذاتِ خود کنبوں کو محدود کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ایک خاص معیارِ زندگی تک پہنچ جاتے ہیں اپنے بچّوں کے تئیں اپنے فرائض کے بارے میں وہ زیادہ ذمّہ دار ہو جاتے ہیں۔ بچّوں کی مناسب پرورش و پرداخت کے لیے ان کی ضروریات پہلے کے بہ نسبت بڑھ جاتی ہیں اور اس لیے وہ خود یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان کا کنبہ چھوٹا ہو۔ لیکن آبادی میں اضافے کے مسئلے کو انجام کار ہمیں صرف ترقی کے ذریعے سے نہیں بلکہ عوام کو سمجھا بجھا کر اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے راضی کر کے حل کرنا ہوگا۔

سوال :۔ لیکن اگر ہم اضافۂ آبادی کو معقول حدود کے اندر نہ رکھ سکے تو ترقی ممکن بھی ہو گی ؟

جواب :۔ تمام مسئلے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر پنجاب ہی کو لیجیے جہاں زرعی ترقی ہوتی ہے یا صنعتی طور پر ترقی یافتہ علاقوں کو دیکھیے یا کیرالہ جیسی ریاستوں کو ذہن میں رکھیے جہاں کہ تعلیمی ترقی ہوئی ہے۔ ایسی تمام جگہوں میں شرحِ پیدائش گھٹ گئی ہے۔

سوال :۔ مسز گاندھی کیا آپ اس بات سے متفق ہیں کہ معاشی تناظر سے کہیں زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا براہِ راست تعلق بنیادی حقوق سے ہے یا یہ کہ عورت کی مرضی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور بچّے کو ایسے حالات میں نہیں پیدا ہونا چاہیے، جہاں اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

جواب :۔ باپ کو بھی کیوں نظر انداز کیا جائے ؟۔ میں اس بات سے متفق ہوں کہ اس مسئلے میں انسانی حقوق کا پہلو بھی بہت اہم ہے۔ بالخصوص عورتوں کے ضمن میں کیونکہ بچّے کی پیدائش اور پرورش کا بار عورت ہی اٹھاتی ہے اور اس کے باوجود اس بارے میں اس کی مرضی کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کی صحت کا خیال کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے اس کا خمیازہ بچّے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ آج بچّوں کی پیدائش کے معاملے میں ماں باپ دونوں کی مرضی شامل ہونی چاہیے۔ جب والدین خواہش مند ہوں تبھی بچّے پیدا ہوں تاکہ، وہ بچّے کے بارے میں اپنی ذمّہ داری محسوس کریں اور اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں۔

سوال :۔ لیکن اگر خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو اتنی اہمیت دی جائے جتنی ملک کی سلامتی کو دی جاتی ہے اور اس کو ایک ایسا معاملہ سمجھا جائے جو جماعتی سیاست سے بالاتر ہو اور یہ ایک ایسے پروگرام کا حصّہ ہو جس پر عام طور سے اتفاقِ رائے ہو تو ہمیں اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس پروگرام کو ملک کے تمام لوگوں کی حمایت حاصل ہو۔

جواب :۔ ظاہر ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی جیسے موضوع کو تنازعے سے

بالاتر ہونا چاہئے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے گذشتہ برسوں میں دیکھا ہوگا کچھ پارٹیوں اور گروہوں نے اس پروگرام کے خلاف زبردست پروپگنڈہ کیا۔ انھوں نے ایک مذہب کے لوگوں کو تو یہ کہا کہ اس پروگرام پر عمل کرنے سے ان کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ اور دوسروں کو یوں بہکایا کہ ان کی تعداد کم ہونے سے ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ نس بندی کے خلاف جو پروپگنڈہ کیا گیا وہ اس سے الگ تھا۔ چونکہ اس معاملہ میں ہم زور زبردستی میں یقین نہیں رکھتے اس لیے ہمارے خیال میں عوام کو سمجھا بجھا کر ہی اس اقدام کے لیے مائل کرنا چاہیے لیکن یہ اشد ضروری ہے کہ لوگوں کو سمجھانے بجھانے اور باخبر کرنے کا یہ کام بہت بڑے پیمانے پر کیا جائے کیونکہ جب تک کہ ہر شخص اس کی حمایت نہ کرے۔ اس میں کامیابی حاصل کرنے میں بڑا وقت لگ جائے گا جس سے ہمارا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

سوال :۔ لیکن اس بات کو جانتے ہوئے کہ گذشتہ چند برسوں میں خاندانی منصوبہ بندی پروگرام میں کارکردگی بالکل غیر موثر رہی ہے۔ آپ کی سرکار اس پروگرام میں دوبارہ جان ڈالنے کے لیے کیا اقدام کر رہی ہے ؟

جواب :۔ میری رائے میں اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمیں نہ صرف متعلقہ محکمے کو اس میں شامل کرنا ہوگا بلکہ کل آبادی کو شریک کرنا ہوگا۔ جن میں خاص طور پر اسکول، نوجوانوں کی تنظیمیں، خواتین کی تنظیمیں اور سماجی بھلائی کے سبھی ادارے شامل ہوں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ مناسب فضا پیدا کرنے کے لیے ہر شخص اس کام میں جٹ جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ دیہاتی عورتیں بلکہ تمام عورتیں اس کے لیے تیار ہیں۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اچھی صحت کی یقین دہانی کرائیں کیونکہ اگر بچے زیادہ تعداد میں مرنے لگیں گے تو لوگ یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیں گے۔ لہذا ان کو اچھی صحت تعلیم اور یہاں تک کہ بعد ازاں ملازمت کا یقین دلانا بھی ضروری ہے۔ یہ مجموعی طور سے قومی منصوبہ بندی کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔

سوال :۔ مادام پرائم منسٹر! کیا آپ اس بات کی حمایت کریں گی کہ ایک ایسا باضابطہ نظام قائم کیا جائے جس کے تحت خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے والوں کو مختلف قسم کی ترغیبات دی جائیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ملک کے ٹیکس کا ڈھانچہ کس طرح کا ہے اور ملک کے اجتماعی وسائل کیا ہیں۔ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ریاست اور فرد کے درمیان باہمی ذمہ داری کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو جائے جہاں دونوں ایک دوسرے کی ضرورتوں کو سمجھیں۔

جواب :۔ یہ ایک خاصی پیچیدہ تجویز ہے اور اس پر بارہا بحث ہو چکی ہے۔ ماضی میں ہم نے کچھ ترغیبات و مراعات دی تھیں اور کچھ واپس لے لی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم یہ طریقہ کس حد تک کامیاب رہا۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال :۔ کیا آپ اس تجویز پر غور و خوض کے حق میں ہیں ؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سوال :۔ کیا آپ یہ بھی محسوس کرتی ہیں کہ ہمارے مروجہ قوانین پر اس خیال سے نظر ثانی کی ضرورت ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں پر عمل درآمد میں مدد ملے۔ ہم ایک ایسا اخلاقی ڈھانچہ بنا سکتے ہیں جس کے اندر خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق ترغیبات طے کی جا سکتی ہیں۔ پھر ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ یہ امتیاز پیدا کرتے ہیں اس لیے قانون کے خلاف ہیں۔

جواب :۔ میرے خیال میں اخلاقی فضا قانون کی مدد سے تخلیق نہیں کی جا سکتی۔ یہ مسئلہ تو زندگی کے بارے میں اپنا رویہ بدلنے کا ہے۔

سوال :۔ آخری سوال یہ ہے کہ تلاش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا ہے کہ عورتوں کی تعلیم و روزگار اور ان کی سماجی حالت میں بہتری آنے کی وجہ سے ان کی بار آوری کمی آتی ہے۔ اس سے قطع نظر اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ عورتیں پڑھیں، لکھیں، کام کریں اور آگے بڑھیں۔ کیا آپ کی حکومت عورتوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے خاص اقدامات پر غور کر رہی ہے ؟

جواب :۔ اس بارے میں ہم بہت کچھ کر رہے ہیں۔ شروعات ہمیں نچلی سطح یعنی لڑکیوں سے کرنا ہے۔ اس بات کی پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ لڑکیاں اپنی تعلیم جاری رکھیں، ادھوری نہ چھوڑ دیں۔

کنبہ اگر چھوٹا ہوگا تو کنبے کے ہر فرد کے لیے زیادہ خرچ کیا جا سکے گا۔ خاندانی منصوبہ بندی دراصل خواتین اور بچوں کی صحت کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح قوم بحیثیت مجموعی زیادہ طاقتور اور فعال بن سکے گی۔

ہمارا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے اور میں پھر اس کا اعادہ کرتی ہوں کہ یہ پروگرام بالکل رضاکارانہ ہوگا۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے کنبوں کو محدود رکھیں۔ اگر اس کے لیے مناسب طریقے سے لوگوں سے رابطہ پیدا کیا جائے تو ان کو راضی کر لینا مشکل نہ ہوگا۔

—— شریمتی اندرا گاندھی۔

مسٹر جی وینکٹ سوامی
وزیر عمال و شہری رسدات

واجبی داموں پر اشیائے ضروریہ کی فراہمی

ہمارے جیسے جمہوری ملک میں نظم ونسق کا یہ ایک بنیادی فریضہ ہے کہ وہ عوام کے تمام طبقات اور خاص کر کمزور طبقات کو تمام اشیائے ضروریہ وافر مقدار میں اور واجبی قیمتوں پر فراہم کرنے کا انتظام کرے اسی امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکزی حکومت نے گذشتہ سال پیداوار و تقسیم سے متعلق ایک اسکیم شروع کی جسکے تحت ہر دو ہزار نفوس کی آبادی کے لئے ایک ارزاں فروشی کی دوکان فراہم کی جانی چاہیئے۔ آندھرا پردیش میں بھی بڑی تعداد میں ارزاں فروشی کی دوکانیں کھولی گئیں جنکی مجموعی تعداد فی الوقت ۲۴۲۵۶ ہے ان دوکانوں کے ذریعہ عوام کو گیہوں، شکر، پام آئیل اور مٹی کا تیل سربراہ کیا جاتا ہے۔ کنٹرول کا کپڑا اور صابن دیا سلائیاں، سیکل ٹائر اور ٹیوبس اور دیات منتخبہ ارزاں فروشی کے دوکانات اور سوپر بازار کے ذریعہ فراہم کی جارہی ہیں۔ انکے علاوہ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا "مارک فیڈ" "نیڈ کون" اور اے پی اسٹیٹ سیول سپلائز کارپوریشن جیسے ریاستی سطح کے اداروں کے ذریعہ بھی ریاستی حکومت اشیائے ضروریہ کی تقسیم انجام دے رہی ہے۔

ہماری ریاست کو مرکز سے ماہانہ ۴۲ ہزار ٹن چاول کا کوٹہ ارزاں فروشی کے دوکانوں کے ذریعہ تقسیم کرنے کے لئے ملتا تھا۔ لیکن ان دوکانوں سے چاولوں کے حصول میں تقریباً ۲۰ ہزار ٹن تک کمی ہوجانے کے باعث اس سال ماہ نومبر میں ماہانہ کوٹہ گھٹا کر ۲۵ ہزار ٹن کردیا گیا اور کوٹے کی باقی مقدار دھان کی شکل میں اجراء کی گئی۔

ریاست میں فوڈ کارپوریشن کے گوداموں میں تقریباً ۵ لاکھ ٹن دھان اور ۵ لاکھ ٹن چاول ذخیرہ کیا ہوا ہے۔ ہماری ریاست نے دوسرے ممالک کو ۶۵ ہزار ٹن چاول برآمد کرکے تقریباً ۲۰ ملین ڈالر کا زرمبادلہ کمایا۔ اس کے علاوہ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا نے بھی تقریباً ایک لاکھ ٹن چاول کناڈا سے برآمد کیا۔ سویت یونین کو ہمارے پاس کے چاول کی برآمد سے ملک کو کروڈ آئیل اور ضروریات کی دوسری چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

ریاست کو ہر ماہ ۱۱ ہزار ٹن گیہوں کا کوٹہ دیا جاتا تھا لیکن یہ کوٹہ گذشتہ دو ماہ کے دوران میں گھٹا کر ۲۵۰۰ ٹن کردیا گیا ہے اسلئے کہ دوکانوں سے گیہوں کے حصول میں کمی واقع ہوگئی تھی۔ مرکزی حکومت نے ریاست میں واقعہ تمام چکی گرنیوں کے کوٹے کو بھی ۱۲ ہزار ٹن سے گھٹا کر ۹ ہزار ٹن کردیا ہے۔ جسکے نتیجے میں گیہوں سے تیار کی جانے والی اشیاء کی کمی محسوس کیجارہی ہے۔ ریاستی حکومت کی جانب سے صارفین کو معقول مقدار میں گیہوں سے تیار ہونے والی اشیاء کی فراہمی کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں۔

مرکز کی جانب سے گذشتہ دو ماہ کے دوران میں ڈیزل آئیل کی فراہمی میں بھی کمی کردی گئی ہے۔ مرکزی حکومت ریاست کو گذشتہ سال کے خرچ سے ۵ فیصد زیادہ ڈیزل اجراء کررہی ہے لیکن درحقیقت ہماری ریاست میں ڈیزل کی ضرورت میں تقریباً ۱۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈیزل آئیل کی دستیاب مقدار کی باقاعدگی کے ساتھ تمام طبقات میں تقسیم کے لئے تدابیر اختیار کی جارہی ہیں اور اس سلسلہ میں زرعی شعبے کو

ترجیح دی جا رہی ہے۔

پٹرولیم کی اشیاء

پٹرولیم سے تیار ہونے والی اشیاء پر کنٹرول سے متعلق حکم کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ پی گیس کی تقسیم کو ادارہ جاتی بنانے سے متعلق اقدامات روبہ عمل لائے جا رہے ہیں۔ ہر ضلع میں اس گیس کی تقسیم کے لئے کم سے کم ایک کاونٹر راست کلکٹر کی نگرانی پر کھولا جائے گا۔ ریٹیل ڈپوز اور سربراہی کے کاونٹرز ضلع، تعلقہ، اور بلاک کی سطحوں پر قائم کئے جائیں گے۔

ریاست میں مٹی کے تیل کی رسد کا موقف کافی حد تک اچھا ہے حالانکہ ماہ نومبر کے کوٹے میں ۱۰۰۰ کیلو لیٹر کی کمی کر دی گئی ہے۔ مٹی کے تیل کی تقسیم راشن کارڈ پر اطمینان بخش طور پر عمل میں لائی جا رہی ہے۔

مرکزی حکومت کی جانب سے ہماری ریاست کو شکر ماہ ستمبر کے لئے ۱۱۲۳۶ ٹن، اکتوبر کے لئے ۵۶۲۰ ٹن اور ماہ نومبر کے پہلے پندرھواڑے کے لئے دو ہزار ٹن کی مقداریں فراہم کی گئی۔ اس مقدار میں سے ۱۶۰ ٹن شکر اکتوبر اور نومبر کے مہینوں کے لئے اضلاع کو فراہم کی گئی ہے۔ ضلع کلکٹروں کو ہدایات دی گئیں ہیں کہ وہ شکر کی چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی کے خلاف موثر طور پر مہم چلائیں اور اس قسم کی حرکات کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کریں۔

آندھرا پردیش شاید پورے ملک میں واحد ریاست ہے جہاں لیوی شکر ہر ضلع اور گاؤں کو مکمل طور پر فراہم کی جاتی ہے۔ اس سال ماہ جنوری سے اب تک تقریباً ۱ لاکھ ٹن کی مقدار میں لیوی شکر پوری ریاست میں عوامی تقسیم کے نظام کے ذریعہ سربراہ کی گئی۔ آندھرا پردیش ایک ایسی منفرد ریاست بھی ہے جس نے شکر کے کارخانوں کو کسی قسم کا زائد معاوضہ شکر کے لئے ادا نہیں کیا ہے۔ چنانچہ اس عمل کے نتیجے میں ریاست کے خزانے کو تقریباً ۱۸ کروڑ روپیوں کی بچت ہوئی۔

ریاستی حکومت نے ستمبر ۱۹۷۹ء کے بعد سے تقریباً ایک لاکھ ٹن کی مقدار میں خوردنی تیل تقسیم کئے ہیں۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو کوئی بھی ریاست انجام نہیں دے پائی ہے۔ اور ریاست میں مونگ پھلی کے تیل کی قیمتوں پر قابو رکھنے میں اس سے بڑی مدد ملی ہے۔ ریاست کو اس سال ماہ اگست سے تقریباً ۱۰ ہزار ٹن ماہانہ کی اوسط سے پالمیولین آئیل فراہم کیا گیا جس کی تقسیم فی کارڈ ۵ کیلو ماہانہ کی شرح سے عمل میں لائی گئی۔ ارزاں فروشی کی دکانات کے ذریعہ فراہم کئے جانے والے خوردنی تیلوں میں ریپ سیڈ آئیل اور سویابین آئیل بھی شامل ہیں۔

اہم اقدام

اشیائے ضروریہ کی تقسیم کے سلسلے میں ریاستی حکومت ایک اہم اقدام کی تجویز رکھتی ہے وہ یہ کہ کلکتہ میں کارگذار کارپوریشن کے نمونے پر یہاں بھی ایک اشیائے ضروریہ کا کارپوریشن قائم کیا جائے گا۔ تمام ضلع کلکٹر اس کارپوریشن کے ڈائرکٹرس ہونگے۔ خصوصیت کے ساتھ شکر، سمنٹ اور خوردنی تیلوں کی حمل و نقل کی ذمہ داری راست طور پر کلکٹر کو سپرد کی جائے گی۔

چند منتخبہ شہری مراکز میں جلانے کی لکڑی اور ایندھن کے ڈپو بھی کھولنے کی تجویز ہے تاکہ نیچے اور اوسط طبقے کے عوام کو ان اشیاء کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔ اشیاء کی قیمتوں کی روک تھام کے سلسلے ہماری کوششوں کے ایک جز کے طور پر ہم نے دونوں شہروں کے ہوٹلوں میں بعض خوردنی اشیاء کی قیمتیں مقرر کی ہیں اس اقدام کی بدولت قیمتوں میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ اسی طرح کے اقدامات مختلف اضلاع میں بھی کئے جائیں گے۔

مجھے توقع ہے کہ آنے والے مہینوں میں ہم تمام اشیاء ضروریہ کی قیمتوں اور فراہمی سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل کو حل کر لینگے اور عوام کی امیدوں کو پورا کر دینگے۔

قلمی معاونین سے

گذارش ھے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف خوش خط لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصل نام بھی تحریر فرما دیں۔
"ایڈیٹر"

لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن

لیدر انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن (لیڈکیپ) نے اپنے قیام کا ایک سال مکمل کر لیا ہے۔ ایک سال کے قلیل عرصہ میں لیڈکیپ نے کئی نئی اسکیمات پر کامیابی سے عمل شروع کر دیا ہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر سڑک کے کنارے لیڈکیپ کے کئی ڈبے نظر آتے ہیں وہ لیڈکیپ کی جانب ہی سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ ان ڈبوں کے قیام کا مقصد چمڑے موچیوں کو روزگار فراہم کرنا۔ اور ان کی معاشی پستی کو دور کرنا ہے۔ فی الحال قرض کی بنیادوں پر یہ ڈبے لگوائے گئے ہیں۔ لیکن ۵۰۰ غریب موچیوں کے قرضوں کو معاف کرنے کی کارپوریشن تجویز رکھتی ہے۔ چیرمین مسٹر سی نارائینا ایم ایل اے نے بتایا کہ کارپوریشن کے اس اقدام سے غریب چرمکاروں کو کافی فوائد حاصل ہوں گے۔ لیڈکیپ نے انہیں سہولتیں فراہم کرنے کے تحت امداد فراہم کرنے کی جو اسکیم شروع کی ہے وہ ان کے لئے بوجھ نہیں بنے گی بلکہ حقیقی معنوں میں یہ اسکیم انہیں امداد فراہم کرنے کی ذمہ دار ہوگی مسٹر نارائنا نے مزید کہا کہ کارپوریشن کے قیام کا مقصد ریاست میں تجارتی پیمانے پر چمڑے کی صنعت کو ترقی دینا اور چرمکاروں کو ان کی تجارت میں فروغ کے لئے مدد کرنا ہے۔ کارپوریشن کی ایک سالہ کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک سال کے عرصہ میں کارپوریشن کا کاروبار ڈھائی گنا سے بھی زیادہ ہو چکا ہے مسٹر نارائنا نے بتایا کہ لیڈکیپ میں نہ صرف چمڑے اور اس کی مختلف اشیاء کی تیاری ہوتی ہے بلکہ یہ ادارہ مرد و خواتین کو تربیت فراہم کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔

موجودہ تعلیمی سال کے دوران میں لیڈکیپ نے ایک اسکیم شروع کی تھی جس کے تحت کارپوریشن کی ایک دیان اسکول کے بچوں کے لئے تیار جوتوں کے ساتھ اسکول گھومتی رہی اس طرح بچوں کو کم قیمت پر جوتے حاصل ہو سکے تو دوسری طرف کارپوریشن کا بھی کافی کاروبار ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت حیدرآباد اور ریاست کے مختلف اضلاع میں مرد و خواتین کے لئے لیدر اور ہینڈی کرافٹس گلڈ قائم ہیں۔ ان گلڈس میں مرد و خواتین کو دستانوں اور چمڑے کی اشیاء کی پیداوار کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہر گلڈ میں سینکڑوں مرد و خواتین تین مہینوں کے لئے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ یہ گلڈ مشیر آباد، جیاگوڑہ، مارے ڈپلی، نرسا ریڈی کالونی کے علاوہ اضلاع جیسے وائرہ، سنتنور، اونگول، کرنول، ورنگل اور وجیا نگرم میں قائم ہیں، کارپوریشن کا تیاری یونٹ درگاہ حضرت حسین شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ موقوعہ لنگم پلی میں قائم ہے۔ جبکہ مشیر آباد میں لیڈکیپ کا اسٹور واقع ہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر کارپوریشن کے ۲ شو روم موجود ہیں۔ موجودہ سال میں شوروم کی تعداد کو چھ کر دیا جائے گا۔ مسٹر نارائنا نے مزید بتایا کہ حکومت کے زیر انتظام شعبہ جات کو لیڈکیپ کی تیار کی گئی اشیاء فراہم کی جاتی ہیں عوامی شعبہ جات میں بھی انہیں عام کرنے کی تجویز ہے مسٹر نارائنا نے کہا کہ کارپوریشن نے دیہی ترقیاتی اسکیم بھی تیار کی ہے جس کے تحت دیہاتوں میں چھوٹے پیمانے کے یونٹس قائم کئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ کارپوریشن کی موجودہ پیداوار موجودہ مارکٹ ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ فٹ ویر اشیاء کی مانگ میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن کارپوریشن بعض مجبوریوں کے پیش نظر اس مانگ کو پورا نہیں کر پا رہا ہے اس سلسلے میں حکومت کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔ چیرمین لیڈکیپ نے مزید کہا کہ لیڈکیپ نے ریاست میں چمڑے کی صنعت کے فروغ کے تحت ریاستی محکمہ فنی تعلیم کے زیر اہتمام ایک تربیتی ادارہ کے قیام کی تجویز پیش کی ہے۔ اس ادارہ میں چمڑے کی تیاری کے تین سالہ تربیتی کورس کروائے جائیں گے۔ بشکریہ للہ نا سیاست ●●

از: مسٹر وائی وینکٹ راؤ
وزیر زراعت

مادرِ ارضی کے فرزندوں کو سلام

آندھرا پردیش جسے سب "دریاؤں کی ریاست" اور جنوبی ہند میں "چاول کا تھالا" کہتے ہیں اپنے قیام کی سلور جوبلی تقاریب کے ایک جزو کے طور پر "یوم کاشتکاران" منا رہا ہے تاکہ گذشتہ ۲۴ برسوں کے دوران میں ہمارے کاشتکاروں کی جو لائق ستائش کارنامے انجام دیے ہیں ان کی یاد تازہ کی جائے۔ یہ ریاست اپنے کسانوں پر فخر کرنے میں بالکل حق بجانب ہے جو زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے کاشتکاری کے جدید اور ترقی یافتہ طریقے اختیار کرنے میں پورے ملک میں آگے آگے رہے ہیں۔ اُن کی بدولت ہماری ریاست چاول اور دوسری غذائی اشیاء پیدا کرنے والی ایک اہم ریاست بن گئی ہے سال ۷۹-۱۹۷۸ء میں ہماری ریاست میں چاول کی ۷۴ لاکھ ٹن پیداوار ہوئی جو ایک ہمہ وقتی ریکارڈ ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مونگ پھلی، مرچ، ہلدی اور مستا جوٹ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کے باغات سے آم، انگور، لیمو اور کیلے جیسے پھل حاصل ہوتے ہیں۔ برآمدی اشیاء جیسے ورجینا تمباکو اور ارنڈی وغیرہ پیدا کرنے میں بھی ہماری ریاست کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ سال ۸۰-۱۹۷۹ء میں ہماری ریاست نے ۹۴ء۰ لاکھ ٹن ورجینا تمباکو اور ۳۴ء۰ لاکھ ارنڈی پیدا کی۔

ہمارے کسان دوسری ریاستوں کے مقابلے میں کھادوں کا استعمال بہترین طریقہ پر اور انتہائی موزوں طور پر کرتے ہیں۔ کھادوں کے استعمال کے معاملہ میں ہماری ریاست پورے ملک میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اسی طرح پودوں کے تحفظ کے لیے کیمیائی ادویات کا استعمال بھی ہمارے یہاں گذشتہ ۱۵ تا ۲۰ سال کے عرصے میں سالانہ ۵۴ لاکھ روپے کی مالیت سے بڑھ کر سالانہ ۳۰ تا ۳۵ کروڑ روپیوں تک پہنچ گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے کسان اچھی پیداوار کے حصول کے لیے کیمیائی دواؤں کے استعمال کی اہمیت اور افادیت سے بخوبی واقف ہیں۔ زرعی پیداوار خصوصاً غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافے کی رفتار سال ۷۴-۱۹۷۳ء سے شروع ہوئی اور اس کے بعد سے مسلسل ہماری ریاست آگے ہی بڑھتی جارہی ہے ۷۹-۱۹۷۸ء کا سال اس سلسلے میں عظیم ترین اہمیت کا حامل ہے جبکہ ریاست نے ۱۰۶ء۶۷ لاکھ ٹن غذائی اجناس پیدا کر کے ایک تاریخ ساز اور عدیم المثال کارنامہ انجام دیا اور ایک ہمہ وقتی ریکارڈ قائم کر دیا۔ یہ سب ہمارے کسانوں کی سخت محنت اور لگن نیز ہماری محبوب وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کے تحت محکمہ زراعت کی جانب سے اختیار کردہ ترقیاتی تدابیر و اقدامات کی موثر عمل آوری کی بدولت ممکن ہوسکا۔

اس کامیابی کے لئے اعلیٰ قسم کے بیجوں کا استعمال، بڑی مقدار میں کیمیائی کھادوں سے استفادہ اور وسائل آبپاشی میں توسیع و ترقی جیسے اقدامات کو جو حکومت کی جانب سے اختیار کئے گئے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے خصوصی پروگراموں کو روبہ عمل لایا گیا جس میں کچھ اہم پروگرام یہ ہیں۔ "اقل ترین پیداوار کی ضمانت کا پروگرام" "بیجوں کے تبادلہ کا پروگرام" "کمیونٹی نرسریس کی فراہمی" - زرعی ترقیات کے لئے اجتماعی پروگرام - ان پروگراموں کی عمل آوری کے علاوہ مختلف قسم کی مراعات اور ترغیبات بھی کسانوں کو فراہم کی گئیں۔

اس سال بدقسمتی سے علاقہ جات رائل سیما میں اور تلنگانہ میں خشک سالی

کے حالات کی وجہ سے اور ضلع سریکاکلم میں دما دھر کے ناگہانی سیلاب کے باعث ہماری زرعی پیداوار کو زبردست نقصان پہنچا ہے اور ہماری کسان برادری کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے لیکن ریاستی حکومت کسانوں اور کمزور طبقات کی بہتری اور بھلائی کو اپنا اولین فرض سمجھتی ہیں اسلئے ان کی بہبود کے لئے مناسب و موزوں پروگرام مرتب کئے گئے ہیں اور ان طبقات کو مصائب سے نکالنے کے لئے نیز انکے معاشی موقف کو بہتر بنانے کے لئے پورے خلوص کے ساتھ اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

ہنگامی منصوبہ :

خشک سالی کے حالات کے باوجود ریاست گذشتہ سال کے پورے عرصے میں زرعی پیداوار کی سطح کو برقرار و قائم رکھنے کے لئے کامیاب رہی ہے محکمۂ زراعت نے گذشتہ سال کی خشک سالی پر قابو پانے کے لئے ہر ضلع کے واسطے ہنگامی منصوبے تیار کئے اور کامیابی کے ساتھ ان پروگراموں کو روبہ عمل لاکر ہماری محبوب وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی خوشنودی حاصل کی۔ ڈاکٹر ایم ایس سوامی ناتھن جیسے بین الاقوامی شہرت کے حامل زرعی سائینس داں نے بھی ان پروگراموں کی زبردست ستائش کی۔ ان پروگراموں کے ذریعہ خاص طور پر متاثرہ علاقوں کے کسانوں کو ترقی یافتہ زرعی جانکاری فراہم کی گئی انہیں بروقت ضروری چیزیں [illegible] اور قلیل مدتی قرضوں اور دوسری ضروری امدادوں کے ذریعہ ان کی اراضیات کو کارآمد بناکر ان پر متبادل فصلوں کی کاشت کا انتظام کیا گیا اور اس طرح خشک سالی اور سیلابوں کے باعث کسانوں کو جو نقصان ہوا تھا اسکی پابجائی کی گئی۔ کسانوں کو زراعت کے نئے طریقوں اور رجحانات سے واقف رکھنے کے لئے اور تجربہ گاہوں میں کئے جانے والے جدید تجربوں کو کسانوں تک پہنچانے کے لئے ریاست کا محکمہ زراعت ایک رابطہ ایجنسی کا فریضہ انجام دے رہا ہے وہ اس امر کی بھرپور کوشش کرتا ہے کہ سائنس دانوں نے کسانوں کی سہولت کے لئے اپنے تجربوں سے جو نتائج حاصل کئے ہیں ان سے کسانوں کو فائدہ اٹھانے کا پورا پورا موقع فراہم کیا جائے تاکہ ریاست کی زرعی پیداوار میں اضافہ ہو۔

کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام :

ایسے علاقوں کی زمینات کے لیے جو ریاست کے چار بڑے آبپاشی وسائل یعنی ناگرجونا ساگر پراجکٹ رائٹ کنال، ناگرجونا ساگر پراجکٹ لفٹ کنال، تنگبھدرا پراجکٹ کامپلکس اور سری راماساگر پراجکٹ کے تحت حکومت نے ۱۹۷۴ میں ایک کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام مرتب کیا اور اسکی عمل آوری شروع کی تاکہ ان زمینات کے کاشتکاروں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکے۔ ان علاقوں کے کسانوں کے لئے ضروری تربیت کا انتظام کیا گیا انکے اراضیات کو بہتر بنانے کی تدبیریں کی گئیں۔ انہیں کاشت کاری کی ضروری چیزیں فراہم کی گئیں اور ان کے لئے فنی جانکاری اور قرضوں کا انتظام کیا گیا تاکہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہو اور نتیجتاً کسانوں کی اقتصادی حالت میں بہتری آئے۔ اس پروگرام کے تحت تقریباً ۱۵ لاکھ ہیکٹر اراضیات کو مرحلہ وار طور پر فائدہ پہنچانے کی تجویز ہے۔ اب تک ۶۸۲٫۵۰ ہیکٹر اراضیات پر مشتمل رقبہ پروگرام کے احاطہ میں لے آیا جاچکا ہے۔ اس سال کے دوران میں ان چاروں آبپاشی وسائل کے تحت آنے والی اراضیات کی ترقی و بہتری کی تدابیر کو روبہ عمل لانے کے لئے اور ان اراضیات کے کسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ۶۵۲٫۶۸ لاکھ روپیوں کے طویل مدتی قرضے اور ۳۴۵۰ لاکھ روپیوں کے قلیل مدتی قرضے فراہم کرنے کی تجویز ہے۔

فصل کاجو کی ترقی کیلئے عالمی بینک کی اسکیم :

اس سال ریاست نے جملہ ۴۱۳٫۱۰ لاکھ روپیوں کے خرچ سے کاجو کی فصل کو ترقی دینے کے لئے عالمی بنک کی ایک اسکیم کی عمل آوری شروع کی ہے اس اسکیم کے تحت ہماری ریاست کی ساحلی پٹی میں مزید دس ہزار ہیکٹر رقبے پر اسکیم کے اختتامی سال تک کاجو کی کاشت کو وسعت دی جائے گی۔

کسانوں کیلئے متعدد امدادی اقدامات :

ریاستی حکومت نے کسانوں کی مشکلات و مصائب کے ازالے کیلئے حال ہی میں متعدد مراعات و ترغیبات کا اعلان کیا ہے۔ کسانوں کی ہمت افزائی کے لئے ایک خصوصی ترغیب نیشکر، دھان، اور مونگ پھلی کی امدادی قیمتوں میں اضافہ کا اعلان ہے۔ نیشکر کی قیمت جو گذشتہ موسم میں ۱۲۵ روپے فی ٹن تھی اب بڑھاکر ۱۸۵ روپے کردی گئی ہے جبکہ اسکے مقابلے میں حکومت ہند کی مقررہ

قیمت ۱۳۰ روپئے ہے۔ مونگ پھلی کی قیمت پر نظر ثانی کر کے فی کنٹل ۱۹۰ روپے سے بڑھا کر ۲۱۵ روپے کر دیا گیا ہے۔ مختلف اقسام کے دھانوں کی قیمتیں جو ۹۵ تا ۱۰۳ روپے تھی نظر ثانی کے بعد بڑھا کر ۱۰۵ تا ۱۱۳ روپے مقرر کی گئی ہیں پانچ ایکڑ تری اور دس ایکڑ خشکی اراضیات کے مقبوضوں پر محصول اراضی ختم کر دیا گیا ہے اسی طرح ایسی اراضیات پر جو تری اراضیات کی تعریف میں تو آتی ہیں لیکن جنہیں آبپاشی کے پانی کی فراہمی نہیں ہے ترقیاتی محصول اور خصوصی محصول اراضی نہیں لگایا جائے گا۔ ایسے طویل مدتی اور قلیل مدتی قرضے جو ۳۱ جولائی ۱۹۸۱ء تک ادا شدنی ہیں جرمانہ سود سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ حکومت نے مصدقہ بیجوں پر محصول فروخت کو بھی ختم کر دینے کا اعلان کیا ہے اسی طرح بعض فصلوں کے تحفظ کے لئے ریاستی حکومت نے فوری اثر کے ساتھ بیمہ اسکیم کو رائج کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اسکیم بلاشبہ ایک عظیم نعمت ثابت ہوگی اور کسانوں کو ناگہانی حالات سے ہونے والے نقصانات سے محفوظ رکھیگی

اپنے گوناگوں زرعی وسائل ترقی پسند کسانوں اور امداد و تعاون پر آمادہ ریاستی حکومت کی بدولت مجھے قوی امید ہے کہ آندھرا پردیش آنے والے برسوں میں ملک کے زرعی نقشہ پر بلند ترین مقام کا حامل ہوگا۔ ●●

سٹ ون کے تربیت یافتہ ماہر

حکومت کے زیر اہتمام قائم کردہ ادارہ "سٹ ون" اب خلیجی ممالک کو ماہر کاریگروں کو برآمد کرنے کے موقف میں آگیا ہے۔ سٹ ون سے مختلف ٹریڈز میں مہارت حاصل کر لینے والے تربیت یافتہ امیدواروں کا پہلا بیاچ جنوری کے پہلے ہفتہ میں خلیجی ممالک کے لئے روانہ ہوگا۔ وزیر چھوٹی صنعتیں و سلف ایمپلائمنٹ اسکیم مسٹر این بھاسکر راؤ نے اس امر کا اعلان کیا اور بتایا کہ سٹ ون نے مہارت کو مزید فروغ دینے اور برآمد کرنے کی اسکیم کا اسی سال ستمبر سے آغاز کر دیا ہے۔ مسٹر بھاسکر راؤ نے کہا کہ حکومت سٹ ون کو ۲۱ لاکھ روپے کی رقم جاری کر دی۔

غریبوں کے لئے قانونی امداد فراہم کرنے کی اسکیم

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا کی تقریر

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے اعلان کیا کہ ریاستی حکومت (۳۰۰) بلاکوں کو آتی ہی پنچایت سمیتیوں کے لئے نامزد کرنے کے بارے میں غور کر رہی ہے تاکہ دیہی عوام کو قانونی امداد دستیاب ہو سکے۔ چیف منسٹر ۱۴ دسمبر کو رویندرا بھارتی میں "غریبوں کے لئے قانونی امداد اسکیم" کی رسم افتتاح انجام دے رہے تھے۔ اس اسکیم سے ان لوگوں کی اکثریت کو فائدہ پہونچے گا جو غربت کی وجہ عدالتوں سے انصاف حاصل نہیں کر سکتے اور نتیجتاً وہ ناانصافیوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ وزیر قانون مسٹر ایم بی ریڈی نے صدارتی تقریر کے دوران کہا کہ اس اسکیم سے سماج کے کمزور طبقات کو مساویانہ قانونی تحفظ حاصل ہوگا جس کی ضمانت دستور ہند کے آرٹیکل ۱۴ میں دی گئی۔ اس طرح دستور کے عادلانہ اصولوں کے بموجب منصفانہ سماجی نظام کے قیام کا آغاز ہو رہا ہے مسٹر جسٹس بھگوتی سپریم کورٹ نے ملک کے طول و عرض میں قانونی امداد تحریک کے پیام کو پھیلانے نیم قانونی کیڈر تیار کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس عظیم کام میں قانون کے طلباء کو حصہ لیں۔ ابتداً مسٹر ایم۔ این راؤ لا سکریٹری نے چیف منسٹر اور دیگر مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ مرکزی وزیر قانون مسٹر پی شیو شنکر نے کہا کہ خواتین کی رضاکارانہ طور پر خدمات انجام دینے والی تنظیموں کی جانب سے پیش کردہ سفارشات کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت "مخالف جہیز قانون" میں مناسب ترمیم کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سماج کے کمزور اور پچھڑے ہوئے طبقات بشمول خواتین پر ہونے والے مظالم سے واقف ہے اسلئے وہ ان کے تحفظ و سلامتی کے لئے متعدد اقدامات کرنے کی خواہاں ہے۔ ●●

آندھرا پردیش کی نئی وزارت اور وزراء کے قلمدان

ریاستی وزراء میں قلمدانوں کی تقسیم حسب ذیل ہے

- مسٹر ٹی انجیا (چیف منسٹر) جنرل اڈمنسٹریشن سرویس، لا اینڈ آرڈر، درج فہرست اقوام و قبائل کا مسئلہ، اکاموڈیشن، بہبودی کسان ۲۵ نکاتی معاشی پروگرام، زرعی اصلاحات اور اربن سیلنگ، اطلاعات و تعلقات عامہ اور انتخابات، اقلیتی کمیشن، قومی یکجہتی سے متعلق ریاستی پیشی۔
- مسٹر جی راجہ رام (کابینی وزیر) فینانس پلاننگ، چھوٹی بچتیں بیورو آف اکنامکس اور اعداد و شمار، اسپورٹس اور اسپورٹس کونسل۔
- مسٹر این امرناتھ ریڈی (کابینی وزیر) اور
- مسٹر پی جناردھن ریڈی (اسٹیٹ) امداد باہمی بشمول اے پی اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک، زرعی ترقیاتی بنک، صارفین اور مارکٹنگ کوآپریٹیوز، کمزور طبقات کوآپریٹیو اور یوتھ سرویس۔
- مسٹر ایم باگا ریڈی (کابینی وزیر)
- مسٹر پی وینکٹ راؤ (اسٹیٹ) پنچایت راج، نیشنل رورل ایمپلائمنٹ پروگرام، لوکل ڈیولپمنٹ ورکس، مواضعات کی سڑکیں، پلانس اور رورل واٹر سپلائی۔
- مسٹر سی جگناتھ راؤ (کابینی وزیر) اور
- مسٹر کے ای کرشنا مورتی (اسٹیٹ) آبکاری گورنمنٹ ڈسٹلریز اور مولاسس کنٹرول۔
- مسٹر پی وی چودھری (کابینی وزیر) ہندو اوقاف آرکائیوز، آثار قدیمہ اور میوزیمس
- مسٹر سی داس (کابینی وزیر)
- مسٹر این نرسیا (اسٹیٹ) ہینڈلومس اور ٹکسٹائیلس

صنعت ریشم سازی، ترقیات اور پرنٹنگ اور اسٹیشنری

- مسٹر کے پربھاکر ریڈی (کابینی وزیر) داخلہ، پولیس، جیل، پاسپورٹ، قانون اسلحہ، سنیما فوٹوگرافی اور فلم ڈولپمنٹ
- مسٹر ایم اے عزیز (کابینی وزیر) اور
- مسٹر جی پرکاش راؤ (اسٹیٹ) جنگلات، بشمول زولوجیکل پارکس کانی کے باغات، جنگلات ترقیاتی کارپوریشن
- مسٹر اے مدن موہن (کابینی وزیر) اور
- مسٹر آئی ایس راج شیکھر ریڈی (اسٹیٹ) صحت و طبابت بشمول طبی تعلیم اور اغذیہ اور ادویات میں ملاوٹ کا انسداد۔
- مسٹر بی وینکٹ رام ریڈی (کابینی وزیر) اور
- مسٹر ایم سرینواس راؤ (اسٹیٹ) پرائمری سکنڈری لا کالج ایجوکیشن، ادبی اور سائنسی انجمنیں، اسٹیٹ کونسل فار سائنٹفک ایسوسی ایشن اقامتی اسکولس، عصری سرکاری زبان کی فروغ۔
- مسٹر رام بھوپال ریڈی (کابینی وزیر) اور
- مسٹر وی وینکٹیشور راؤ (اسٹیٹ) مالگزاری، جسٹریشن اسٹامپس، عطیات اور جاگیر اڈمنسٹریشن قرضوں کی یکسوئی سے متعلق بورڈ، سروے و سٹلمنٹس بشمول اسٹیٹس ابالیشنس
- مسٹر این جناردھن ریڈی (کابینی وزیر) بڑی صنعتیں بشمول پیپر اور سمنٹ کی ترقی
- مسٹر جی وی سدھاکر راؤ (کابینی وزیر)
- مسٹر کے ایس این راجو (اسٹیٹ) بڑی آبپاشی

■ مسٹر جی۔ سری رام لو نائیڈو (کابینی وزیر) چھوٹی آبپاشی

■ مسٹر کے اوبل ریڈی (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر ایم تلسی داس (اسٹیٹ) متوسط آبپاشی فلڈ کنٹرول، ڈرینیج، کنسٹرکشن کارپوریشن

■ مسٹر بھیم سری رام مورتی (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر رویندر نائیک (اسٹیٹ) بہبودی قبائل بشمول اے پی شیڈولڈ ٹرائبس فینانس کارپوریشن اور گریجن کارپوریشن، پبلک لائبریریز تہذیبی امور، اکیڈیمکس اور رویندرا بھارتی۔

■ مسٹر کے رنگاراؤ (کابینی وزیر) اور

■ شریمتی بی رکمنی دیوی (اسٹیٹ) سوشیل ویلفیر ہریجن ویلفیر بشمول اے پی اسٹیٹ شیڈولڈ کاسٹس فینانس کارپوریشن لیدر ڈیولپمنٹ، لڈکیاپ اور کمزور طبقات کے لئے مکانوں کی فراہمی

■ مسٹر ایم مانک راؤ (کابینی وزیر) اکمرشیل ٹیکس اور کھادی ویلیج انڈسٹریز

■ مسٹر این بھاسکر راؤ (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر سی ایچ پرسوا رام نائیڈو (اسٹیٹ) سمکیات بشمول سمکیات ڈیولپمنٹ کارپوریشن سمندری اغذیہ، چھوٹی صنعتیں سٹ ون، سیلف ایمپلائمنٹ ٹیکنو کریٹ اسکیم، اسپیشل ایمپلائمنٹ پروگرامس۔

■ مسٹر ٹی ہیگرواچاری (کابینی وزیر) غیر رسمی تعلیم ایمپلائمنٹ انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس اپرنٹس شپ اسکیمس انڈین میڈیسن، تاریخ تحریک آزادی، اور مجاہدین آزادی کی فلاح و بہبود۔

■ مسٹر بی رام دیو (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر چندرا بابو نائیڈو (اسٹیٹ) اینمل ہسبنڈری بشمول ڈیولپمنٹ آف پولٹری، شیپ اور افزائش سور، ڈیری ڈیولپمنٹ بشمول ڈیری ڈیولپمنٹ کارپوریشن میٹ، پولٹری ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور ملک سپلائی اسکیمس

■ مسٹر ڈی کونڈیا چودھری (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر بادگوڑ (اسٹیٹ) ہائی ویز، روڈز اینڈ بلڈنگس پی ڈبلیو ڈی، ورکشاپس اور ریلویز اور پی اینڈ ڈی سی متعلقہ مشترکہ موضوعات۔

■ شریمتی سروجنی پلا ریڈی (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر الوداس (اسٹیٹ) بلدی نظم ونسق بشمول میونسپل کارپوریشن، حیدرآباد سلم کلیرنس اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی، ٹاون پلاننگ ٹرسٹ، اربن واٹر سپلائی اور ڈرینیج بشمول حیدرآباد میٹرو اور نکاسی آلودگی صحت وصفائی۔

■ مسٹر بی شیشادو تارم (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر جی راما سوامی (اسٹیٹ) ٹرانسپورٹ بشمول آندھرا پردیش اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن

■ مسٹر وائی وینکٹ راؤ (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر جی ناگیشور راؤ (اسٹیٹ) زراعت بشمول غذائی پیداوار، اگرو انڈسٹریز کارپوریشن اور اس کی معاون صنعتیں، کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ آئیل سیڈ ڈیولپمنٹ۔

■ مسٹر جی وینکٹ سوامی (کابینی وزیر) لیبر، ای ایس آئی، سیول سپلائز اور سیول سپلائز کارپوریشن پر جاکیشن

■ مسٹر اے ویرپا (کابینی وزیر) اور

■ مسٹر کے پاپیا (اسٹیٹ) برقی بشمول آندھرا پردیش اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ اور بہبود پسماندہ طبقات بشمول آندھرا پردیش بیاک ورڈ کلاسس فینانس کارپوریشن شمسی اور دوسری متبادل توانائی کے ذرائع کی ترقی۔

■ مسٹر ای اپا ریڈی (کابینی وزیر) قانون عدالتیں امور مقننہ، بشمول لیجسلیچر، ہاسٹلس اور ہاوزنگ

■ مسٹر سی ایچ ہنومیا (کابینی وزیر) مارکیٹنگ اور ویر ہاوزنگ

کارپوریشن، اوزان و پیمانہ جات سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ، نان ٹریڈنگ کمپنیز ایکٹ، انڈین پارٹنر شپ ایکٹ

■ **مسٹر ڈی منوسوامی** (کابینی وزیر) سیاحت بشمول ٹراویل اینڈ ٹورازم کارپوریشن ہوٹل صنعت کی ترقی، شہری ہوابازی فلائنگ کلبس، گلائیڈنگ کلبس اور دورہ کرنے والے تہذیبی وفود۔

■ **مسٹر وید انتاراؤ** (کابینی وزیر) دیہی ترقیات ایس ایف ڈی، ایم ایف ڈی، ایل ڈی اے، ڈی پی اے، سہوکاری دیہی ساہوکاری اور زرعی قرضداری سے راحت۔

■ **مسٹر سینگتم دینکٹ ریڈی** (کابینی وزیر) کانیں، جیالوجی، بشمول ہونے کا پتھر جیسے بارٹیس کی ترقی اور آندھرا پردیش مائننگ کارپوریشن۔

■ **شریمتی ٹی لکشمی کانتما** (کابینی وزیر) اور

■ **شریمتی ایم این وجئے لکشمی** (اسٹیٹ) ویمن اینڈ چائیلڈ ویلفیر بشمول اسپیشل ایپلائمنٹ پروگرامس برائے خواتین برسر روزگار خواتین کے ہاسٹلس اے پی اسٹیٹ سوشیل ویلفیر اڈوائزری بورڈ انٹیگریٹیڈ چائلڈ ویلفیر پروجکٹس بالواڑی، بالاوہار، جواہر بال بھون، اے پی بالالا اکیڈیمی اور اطلاقی تغذیہ پروگرامس۔

■ **مسٹر این سرینواسلو ریڈی** (کابینی وزیر) شوگر انڈسٹریز بشمول نظام شوگر فیکٹری کھانڈسری فیکٹریز اور گڑ سازی کی صنعت

■ **مسٹر احمد شریف** (کابینی وزیر) امداد و باز آبادکاری اے پی راج ساینک بورڈ سالارجنگ میوزیم اور اردو اکیڈیمی ترویج عربی اور فارسی زبان۔ آندھرا پردیش وقف بورڈ۔

■ **مسٹر ایم ہاشم** (کابینی وزیر) کامرس اور اکسپورٹ پروموشن، اے پی اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن اور پبلک گارڈنس

■ **مسٹر آر رام لنگا راجو** (کابینی وزیر)

■ **مسٹر کے وی کرشنا ریڈی** (اسٹیٹ) منڈیہ گاہیں زیر زمین آبی وسائل اور اے پی آئی ڈی سی

"ہر گھر ایک بلب"
برقی بورڈ کی اسکیم

ریاستی حکومت نے ایک نئی اسکیم "ہر گھر میں ایک بلب" کا آغاز کر دیا ہے۔ آندھرا پردیش اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ کی جانب سے رورل الکٹریسٹی کارپوریشن کو پیش کردہ یہ اسکیم کو وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے انتہائی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اس طرح اس اسکیم کو وزیر اعظم نے منصوبہ بندی کمیشن کو رجوع کر دیا۔ تاکہ وہ پنجسالہ منصوبہ ۸۵-۱۹۸۰ء کے لئے اس اسکیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے برقی پیداوار کا پروگرام مرتب کرے۔ جاریہ سال کے لئے ریاستی برقی بورڈ نے ایک ہزار ۸۲ کالونیوں کے ۵۰ ہزار مکانات کو برقی سربراہ کرنے سے متعلق ایک پروگرام برائے کام کا آغاز کر دیا ہے اس پروگرام پر ۶۰ لاکھ روپے کے مصارف آئیں گے۔ منصوبہ کے لئے فراہم کردہ رقمی گنجائش سے ان مصارف کی تکمیل کی جائے گی۔ اور ایک اسپیشل پلان کے تحت ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۷۵ لاکھ روپے کے مصارف سے ہریجنوں کے مکانوں کو برقی سلیے دینے کے پروگرام پر عمل آوری کی گئی لیکن صرف ۶۰ لاکھ روپے ہی اس اسکیم پر صرف کئے جاسکتے اور اس طرح جملہ ۵۰ ہزار مکانوں کو "ہر گھر میں ایک بلب" اسکیم کے تحت برقی سلیے دیئے گئے۔ اس اسکیم کے تحت ایک لاکھ مکانوں کو برقی سلیے دینے مرکزی امداد کے تحت ۱۳ لاکھ روپے کی مدد کی خواہش کی گئی ہے۔ ایک سرکاری ترجمان کے بموجب صارفین پر برقی چارجس متناسب انداز میں عائد کئے جائیں گے

■ **مسٹر روشیا** (کابینی وزیر) اور

■ **مسٹر راج نرسمہا** (اسٹیٹ) ہاؤزنگ، اے پی ہاؤزنگ بورڈ، کمزور طبقات ہاؤزنگ اسکیمیں بشمول ہڈکو اسکیمیں اور اے پی ہاؤزنگ کارپوریشن

عوام کی راحت کیلئے ریاستی حکومت کے اقدامات

سستے غلہ کی نظام تقسیم کو بہتر بنایا جائے گا

سستے غلہ کی دوکانات کی کارکردگی غیر اطمینان بخش پائی جائے تو ایسی دوکانات کو حکومت امداد باہمی کے اداروں کو حوالے کردینے پر غور کرے گی کیونکہ مرکز نے ریاستی حکومت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ غلہ کی تقسیم کے عوامی نظام میں کوئی خامی پائی جائے تو پھر اس نظام کو بہتر بنایا جائے اور ریاستی حکومت نے عوامی نظام تقسیم کی کارکردگی کو بہتر بنانے کا تہیہ کرلیا ہے۔ ■ جناب جی وینکٹ سوامی وزیر سیول سپلائز ولیبر

گنے کی کاشت کو ترجیحی بنیادوں پر فروغ دیا جائے گا

حکومت آندھراپردیش ریاست میں گنے کی کاشت کو اولین ترجیحی بنیادوں پر فروغ دینے کا فیصلہ کیا ہے اور کاشت کے ان منطقوں پر خصوصی توجہ دی جائے گی جہاں شکر سازی کی فیکٹریاں واقع ہیں اور جس میں شکر کی پیداوار کی موجودہ سطح حوصلہ افزا نہیں ہے۔ ریاست میں موجودہ امداد باہمی شکر فیکٹریوں کے علاوہ ۶ نئی امداد باہمی شکر فیکٹریاں تعمیر کے مختلف مراحل میں ہیں۔ ■ جناب این۔ سرینوا سلو ریڈی، وزیر صنعت شکر

مسلمانوں کیلئے وقف اکیڈمی اور وقف فینانشیل کارپوریشن کا قیام - ۲ لاکھ روپے کا سرمایہ مختص

وزیر مسلم اوقاف مسٹر احمد شریف نے نئے سال کے تحفوں کے طور پر ریاستی مسلمانوں کے لئے وقف فینانشیل کارپوریشن کا اعلان کیا۔ مسٹر احمد شریف نے کہا کہ یہ دونوں ادارے، جنوری ۱۹۸۱ء سے عالم وجود میں آجائیں گے۔ وزیر مسلم اوقاف نے کہا آندھراپردیش وقف بورڈ کے اجلاس ۴ار اور ۵ار دسمبر کو نظام آباد میں ہوئے جس میں بورڈ نے متذکرہ بالا اداروں کے قیام کا فیصلہ کیا ہے اور اوقافی جائیدادوں کی صیانت کے علاوہ مسلمانوں کے ترقیاتی کاموں کی ذمہ داری بھی سنبھال لی ہے انہوں نے کہا وقف اکیڈمی ہر سال ۵۰ ہزار روپے کے خرچ سے مختلف شعبہ ہائے حیات کی سرکردہ مسلم شخصیتوں کو ۲۶ر رمضان المبارک کو ایوارڈز انعامات دے گی جن میں سائنس، قرأت، اسلامک اسٹڈیز، پیش امامی اور موذنی وغیرہ کے شعبے شامل رہیں گے۔ مسٹر احمد شریف نے کہا وقف فینانشیل کارپوریشن کیلئے دو لاکھ روپے کا ابتدائی سرمایہ الاٹ کیا گیا ہے تاکہ مسلم تعلیمیافتہ نوجوانوں کو سلف ایمپلائمنٹ اسکیمات میں مدد دی جائے، بنکوں کے قرضوں پر کارپوریشن ضمانت دینے کے علاوہ جملہ سرمایہ کاری کا دس فیصد حصہ بطور جزوی سرمایہ فراہم کریگی ریاستی وزیر نے کہا مرکزی وقف ایکٹ میں ضروری ترمیمات کے لئے مرکزی اجازت ناگزیر ہے تاکہ ریاست میں ۲ ہزار کروڑ روپے کی اوقافی جائیدادوں کا موثر طور پر بورڈ تحفظ کرسکے اس طرح بورڈ کو ناجائز قبضوں کے خلاف سخت کارروائی کا اختیار حاصل ہوجائے گا۔ وزیر مسلم اوقاف نے کہا وقف بورڈ ہر ضلع میں ایک کمرشیل کامپلکس اور ایک آئی ٹی آئی قائم کرنے کا بھی منصوبہ رکھتا ہے اب تک دو ایسے آئی ٹی آئیز محبوب نگر، اور گنتکل میں کام کررہے ہیں مزید دو جیسے واڑہ اور نظام آباد میں قائم ہونے والے ہیں، حضرت جہانگیر پیراں میاں پاور ڈولپمنٹ کیمٹی کے کام کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر احمد شریف نے کہا بورڈ کی اس کمیٹی نے آئی اے ایس میڈیکل، انجینئرنگ کے علاوہ سرکاری مسابقتی امتحانات کے لئے مسلم

نوجوانوں کی کوچنگ کا بندوبست کیا ہے۔ چنانچہ ۵ لڑکے انجینئرنگ کورس کے لئے اور میڈیکل ایجوکیشن کے لئے منتخب ہو چکے ہیں۔ وزیر اوقاف نے مسلمانوں سے موثر الفاظ میں اپیل کی کہ وہ موقوفہ جائیدادوں کی صیانت کے لئے پرخلوص مدد اور تعاون کریں کیونکہ تنہا بورڈ کے ذمہ دار سمجھنے سے ہر کوئی اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے توقع کا اظہار کیا کہ مرکز بہت جلد آندھرا پردیش وقف ایکٹ کو منظوری دے دیگا۔

کابینہ کے فیصلے

چیف منسٹر نے کہا کہ کابینہ نے کسانوں کو ۵۰ فیصد امداد کی بنیاد پر چارہ فراہم کرنے اور چارہ کے ٹرانسپورٹ مصارف پر صد فیصد امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ساحلی اضلاع سے گھاس حاصل کرنے اور اسے خشک سالی سے متاثرہ اضلاع میں تقسیم اور اس کے گودام دار مقرر کئے جائیں گے۔ زیر آبپاشی علاقوں میں چارہ کی کاشت کے لئے کسانوں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ چارہ حکومت خود خرید کر خشک سالی علاقوں میں سربراہ کرے گی۔ چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے کہا ضلع کلکٹرس کو موجودہ باولیوں کی گہرائی بڑھانے اور ناکارہ ہوجانے والے پمپ سٹس کی مرمت کی کارروائی کی رفتار تیز تر کردینے ہدایت دی گئی ہے علاوہ ازیں مناسب گہرائی پر پانی کی دستیابی کے تیقن کی صورت میں کھلی باولیوں کی تعمیر جہاں کہیں بھی مناسب فاصلہ پر پانی دستیاب ہو تو وہاں سے قلت زدہ مواضعات میں ٹرانسپورٹ کے ذریعہ پانی کی سربراہی موجودہ نلوں کے ذریعہ پانی کی سربراہی اسکیموں کے بہتر انتظامات کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ رورل واٹر سپلائی سے متعلقہ انجینئروں کو ان اسکیموں پر عمل آوری کا انچارج مقرر کردیا گیا ہے۔ مسٹر انجیا نے مزید کہا کہ مختلف پنچایت کمیٹیوں میں زیر تکمیل آبرسانی اسکیمات کے بارے میں طئے کیا گیا ہے کہ اگر ان اسکیموں کو مارچ ۱۹۸۱ء تک مکمل ہوسکتی ہوں اور ان اسکیموں کی عدم تکمیل کی صورت میں پینے کے پانی کی سربراہی دشوار ہو تو ایسی صورت میں پنچایت سمیتی نے وصول طلب حصہ کی رقم کو معاف کردیا جائے اور اس رقم کی خشک سالی کے سلسلے میں جاری کئے جانے والے مالیہ سے تکمیل کی جائے نیز یہ بھی طئے کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی بقایاجات کی عدم وصولی کی وجہ برقی منقطع کردی گئی ہو اور یہ منقطع برقی سلسلہ سربراہی آب کا واحد وسیلہ ہو تو بقایاجات کی رقم خشک سالی کے سلسلہ میں جاری کردہ مالیہ سے ادا کرتے ہوئے برقی سلسلہ بحال کرے، سربراہی آب کے سلسلہ کا احیاء کیا جائے نیز کابینہ نے یہ بھی طئے کیا ہے کہ ایسے تمام کاموں کی، جو مرمت طلب ہوں، مرمت کی جائے اور اس کے مصارف خشک سالی مد سے برداشت کئے جائیں ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ ایسے تمام کاموں کو مارچ ۱۹۸۱ء تک نہ صرف مکمل کرلیا جائے بلکہ کارآمد بنانے کا بھی تیقن حاصل کرلیا جائے چیف منسٹر نے کہا کہ ریاست میں موجودہ رگ مشینوں کے علاوہ حکومت ہند نے تامل ناڈو سے مزید (۲۰) رگ مشین سربراہ کرنے کے انتظامات کئے ہیں۔ پنچایت راج کے ایک عہدہ دار کو یہ مشینیں حاصل کرنے تامل ناڈو روانہ کردیا گیا ہے۔

اناج کی سربراہی کے بارے میں چیف منسٹر نے کہا کہ حکومت ہند نے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے لئے ۴۲ ہزار میٹرک ٹن اناج جاری کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ حکومت ہند کے ان علاقوں کے لئے اسپیشل الاٹمنٹ کے تحت ۵۰ ہزار میٹرک ٹن اناج جاری کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔

ریاست میں خشک سالی کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کیلئے کلکٹرس کو ضلع کوارٹرس پر کنٹرول روم قائم کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ انہیں ہدایت دی گئی ہے کہ مواضعات سے وصول ہونے والی اطلاعات کی بنیاد پر خشک سالی کے موقف کا ہر ہفتہ جائزہ لیں اور آبرسانی، چارہ، اناج اور روزگار کے موقف کو اس خصوص میں پیش نظر رکھیں۔ ریاستی سطح پر کمشنر ہر ضلع کے لئے ہفتہ واری پروگرام روانہ کرتے رہیں گے۔

یسین ہاشمی
5-7-51/A محلہ مائم چلکہ، نلگنڈہ (۵۰۸۰۰۱)

ضلع نلگنڈہ میں ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کی عمل آوری کا ایک جائزہ

نیلگری یا نیلی پہاڑیاں اور اب نلگنڈہ تاریخ میں قدیم زمانے سے جانا پہچانا مقام ہے۔ آندھرا راجاؤں نے نلگنڈہ پر حکومت کی اور کدمبا خاندان کی حکومت میں نلگنڈہ شامل تھا جس کا پایہ تخت پانگل تھا۔ اس کے بعد کے زمانے میں نلگنڈہ ورنگل کے راجاؤں کے زیر تسلط آیا۔ پھر ملال خان نے نلگنڈہ کو پایہ تخت بنا کر بہت عرصہ تک حکومت کی جس کی حیثیت بہمنی خاندان کے شاہوں میں مٹھی ہوئی ہوتی تھی۔ بہمنی خاندان کی حکومت کے خاتمہ کے بعد قطب شاہی حکمرانوں اور شہنشاہ اورنگ زیب نے نلگنڈہ کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ پھر نظام الملک آصف جاہ نے نلگنڈہ کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا جو ۱۹۴۷ء تک برقرار رہا۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد سنہ ۱۹۵۶ء میں لسانی اعتبار سے ریاست حیدرآباد کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تلنگانہ جو ۹ تلگو بولنے والے اضلاع پر مشتمل ہے آندھرا میں ضم کر کے وسیع تر اسٹیٹ آندھرا پردیش قائم کیا گیا۔

نلگنڈہ کی آبادی سنہ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری ۲۰ ۶ ۱۸ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ مردوں کی تعداد ۹۲۶۱۷۷ اور خواتین کی تعداد ۸۹۳۵۶۱ ہے۔ ضلع کا تعلیمی وسط ۱۷٪ ہے۔ ضلع میں بارش کا سالانہ اوسط ۷۲۲ ملی میٹر ہے۔ اہم ندیوں میں کرشنا اور موسی ندی اہمیت کے حامل ہیں۔ ضلع کا رقبہ ۱۴۲۴۲ مربع کیلومیٹر ہے۔ ۱۱۶۵ مواضعات، ۷ تعلقہ جات ۵۱ پنچایت سمیتیاں اور ۹۶۷ گرام پنچایت ہیں۔

نلگنڈہ ضلع میں ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام پر اب تک بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ کمزور طبقات کی بھلائی کے لئے آزادی کے بعد سے ملک میں یہ پہلا معاشی پروگرام تھا جو خاص طور پر وزیر اعظم کی طرف سے شروع کیا تھا۔ جس کا اعلان خود وزیر اعظم نے ۲۵ جون ۱۹۷۵ء کو کیا تھا۔

سنہ ۱۹۶۰ء کے دہے میں اس ضلع میں تری کاشت کا رقبہ ۸۲۸۶۱ ہکٹر تھا لیکن اب ضلع کا تری رقبہ ایک لاکھ تراسی ہزار ہکٹر تک بڑھ گیا ہے۔ ضلع میں حاصل ہونے والے پانی کے صحیح ڈھنگ اور منظم طریقہ پر استعمال سے پیداوار میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہاں آج دھان کی سالانہ اوسط پیداوار ۲ لاکھ ۱۵ ہزار ٹن ہے جبکہ ماضی میں پیداوار صرف ایک لاکھ ۸ ہزار پانچسو ۸۱ ٹن ہے۔ پیداوار میں اضافے کی غرض سے اعلیٰ قسم کے بیج اور کیمیائی کھاد کا استعمال عام کیا گیا ہے۔ فصلوں کو بیماریوں سے روکنے کے لئے کیڑا مار دوائیں عام طور پر استعمال کی جا رہی ہیں۔

غلہ خرید کر محفوظ کرنے کی ذمہ داری فوڈ کارپوریشن آف انڈیا پر ہے۔ اس ضلع میں سال گذشتہ ۲۷۴۰ میٹرک ٹن دھان اور ۸۷۰۸ میٹرک ٹن چاول محفوظ کیا جا چکا ہے۔

ضلع مستقر، تعلقوں اور دیہاتوں میں ضروری اشیاء ارزاں فروشی کی دکانوں کے ذریعہ سربراہ کی جا رہی ہیں۔ ۸۰ دکانیں انجمن ہائے امداد باہمی ۴ دکانیں ہریجن تعلیم یافتہ بے روزگار ۴ دکانیں گریجن تعلیم یافتہ

بے روزگار اور مابقی دوکانیں دیگر افراد کے ذریعہ چلائی جا رہی ہیں ۔ عام طور پر شکر گیہوں، کیروسین اور پالمولین آئیل ان دکانوں کے ذریعہ عوام کو فراہم کیا جا رہا ہے ۔ ہر ماہ تقریباً ۱۲ ہزار میٹرک ٹن چاول ۸۰۰، کنٹل شکر، ۱۱ لاکھ لیٹر کیروسین اور ۲۰۰۰ میٹرک ٹن پالمولین آئیل اس ضلع میں خرچ ہوتا ہے ۔

زرعی زمینات کی حد بندی کے قانون بابتہ سال ۱۹۷۳ء کے تحت اس ضلع میں کسانوں سے حاصل کردہ فاضل زمین جس کا تخمینہ ۱۲،۷۵ ایکر ۳۴ سنٹس ہے - ۱،۷۳۶ بے زمین غریب افراد میں تقسیم کی گئی ہے ۔

غذا اور کپڑے کے بعد مکان کی فراہمی ایک بنیادی ضرورت ہے پچھڑے ہوئے طبقات اور کمزور طبقات کو مکانات کی زمین کی فراہمی کے لئے اس ضلع میں اب تک ۳،۷ لاکھ روپے کی کثیر رقم کے صرفہ سے ۶۶۱ مواضعات میں ۳۱۱۹ ہکٹر زمین الاٹ کی گئی ہے جسکو ۴۲۵۵۲ بے گھر افراد میں تقسیم کیا گیا ۔ اب تک ۱۹۶ دیہاتوں میں ۱۰۰۵ جھونپڑیاں بنوائی گئی ہیں ۔

کم سے کم اجرت کی ادائیگی کا قانون جو ۲ ردسمبر ۱۹۷۵ء سے نافذ العمل ہے ۔ نلگنڈہ ضلع میں اس پر سختی سے عمل پیرا ہو رہا ہے اس قانون کی ذمہ داری تحصیلدار، بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر اور مددگار زراعت پر ہے تا حال اس ضلع میں کم مزدوری دینے کے واقعات کا کہیں بھی پتہ نہیں چلا ۔

دیہاتوں کو برقانے کی اسکیم اور زراعتی باولیوں کو بجلی کی فراہمی میں نلگنڈہ ضلع پیچھے نہیں ہے - جملہ ۱۱۶۵ دیہاتوں میں سے اب تک ۸۸۶ دیہاتوں کو بجلی کی سربراہی عمل میں آ چکی ہے ۔

زراعت کے بعد ہینڈلوم کی صنعت ضلع میں زبردست اہمیت کی حامل ہے ۔ ٹائی اینڈ ڈائی - اور پوچم پلی ساڑیاں، ٹری کاٹ کپڑے، لنگیوں کی تیاری نلگنڈہ ضلع میں عام طور پر اور بالخصوص اس ضلع کے پوچم پلی اور سریوراور پٹیپاک کو خاص اہمیت اور شہرت حاصل ہے ۔ بنکروں کی ۶۰ انجمنیں اس ضلع میں کام کر رہی ہیں جن کے کل ممبر ۲۰۶۰۰ ہیں ۔

سستے قسم کے کپڑے کی فراہمی کے سلسلے میں اس ضلع میں کافی پیشرفت ہوئی ہے ۔ تعلقوں اور دیہاتوں میں کپڑا انجمن امداد باہمی کے ذریعہ اور ضلع کے مستقر اور بعض تعلقوں پر سوپر بازار کی معرفت فراہم کیا جا رہا ہے ۔

پسماندہ طبقوں کے لئے ضلع بھر میں ۱۱۴ ہاسٹل چلائے جا رہے ہیں جن میں ۹۱۵۶ طلبہ رہتے ہیں ۔ ہریجن طلبہ، گریجن طلبہ اور کمزور طبقوں کے طلبہ اور طالبات کے لئے علحدہ علحدہ ہاسٹل ہیں ۔

چاول، دال، خوردنی تیل اور دیگر ضروری اشیا ان ہاسٹلوں کو واجبی داموں پر فراہم کی جاتی ہیں ۔ سال گذشتہ ۲ لاکھ ۴۰ ہزار روپے مالیت کی کتابیں اور ۴ لاکھ ۳۰ ہزار روپے کے ڈریس مفت فراہم کئے گئے ۔

کمزور اور پچھڑے ہوئے طبقوں کے بالغ خواندہ نوجوانوں کو ملازمت فراہم کرنے کے منصوبے کے سلسلے میں خصوصی ٹریننگ کے پروگراموں پر عمل کیا جا کر ان نوجوانوں کو مختلف شعبوں میں ٹریننگ دی جا رہی ہے ۔ ٹرائزم پروگرام کے تحت بھی نوجوان کو ٹریننگ دی جا رہی ہے ۔ ●●

حیدرآباد میں زمینات کے ۵۴ لاکھ مربع میٹر اب تک فاضل رقبہ قرار دیئے جا چکے ہیں

اربن لینڈ سیلنگ - غریبوں کے لئے ایک تحفہ

حیدرآباد اور اس کے نواحی علاقوں میں اب تک ۵۴ لاکھ مربع میٹر زمینات زائد قرار دیئے جا چکے ہیں۔

کنگ کوٹھی پیالس جس کا رقبہ ۶۱۰۰۰ مربع میٹر ہے اسی ایکٹ کے تحت جنرل ہاسپٹل بنانے کے لئے حاصل کیا گیا ہے۔

موضع کونڈاپور میں ۴۶۰۸۰ لاکھ مربع میٹر زمین ایک کمزور طبقات کے بچوں کے ہمہ مقصدی اسکول کے لئے الاٹ کی گئی ہے جہاں روزگار پر مبنی تعلیم دی جائے گی۔

۹۰۰۰ مربع میٹر زمین بمقام سنگر حوض اور ۴۸۲۶ مربع میٹر زمین بمقام یوسف گوڑہ کمزور طبقات کے لئے امکنہ کی تعمیر کے لئے حاصل کی گئی ہے۔ قانون کے نفاذ کے بعد سے دونوں شہروں میں فلیٹس تعمیر کئے جا رہے ہیں۔

حق ملکیت :

شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کے مختلف مقامات پر ۱۶۲۴ لاکھ مربع میٹر زمین جن پر جھونپڑی والوں کا قبضہ ہے۔ مفت میں واپس کئے گئے ہیں۔

هاؤزنگ کالونی :

پٹہ تقسیم کرنے کے بعد میونسپل کارپوریشن آف حیدرآباد اور اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی طرف سے ان کے لئے بلدی سہولتوں جیسے پانی کی سربراہی، پختہ راستے، برقی روشنی، عام حمام خانے اور بیت الخلاء اور زیرزمین نالیاں وغیرہ مہیا کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے اور بنکوں سے ۵۰۰۰ روپے فی مکان کے حساب سے ہاؤزنگ کالونی تعمیر کرنے کے لئے قرض دلایا جاتا ہے۔

ابو نعیم احسان الرحمٰن
55/3RT. وجیانگر کالونی، حیدرآباد ۵۰۰۴۵۷

آندھرا پردیش کے

کسی بھی تہذیب کے ارتقا میں زمین دوز خزانے یعنی معدنیات بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زراعت کی دریافت سے بہت پہلے ہی انسان معدنیات کو ڈھونڈ نکالا۔ یہ معدنیات عموماً سنگریزے اور پہاڑوں وچٹانوں کے ٹکڑوں پر مشتمل تھے جو عرصہ دراز تک انسان کے ساتھ تھے۔ اسی لئے شائد پتھر کے زمانے کے لوگوں کو اسی نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ وہ اپنے اوزار و اسلحہ پتھروں سے ہی بناتے تھے۔ بہرحال پتھر انسانیت کے لئے سب سے پہلی معدنی شئے بنا اور پھر وقت کے گذرنے پر کئی اور معدنیات ظہور میں آئے۔ ہندوستان میں صنعتی معدنیات کی کان کنی کا پتہ ہزاروں سال سے پہلے ملتا ہے' موہن جوداڑو اور ہڑپہ میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں وہ اس بات کی شاہد ہیں کہ معدنیات کا استعمال ہوتا تھا۔ دہلی میں جو اشوک کا ستون ہے اس سے قدیم بھارت کے اس اعلیٰ معیار کا پتہ چلتا ہے جس میں معدنیات استعمال کی گئیں۔ انگر پتھر' کالی پہاڑی جیسی جگہیں یہ انکشاف کرتی ہیں کہ لوگ کوئلہ کو بطور ایندھن کام میں لاتے تھے۔

قدرت نے ہمارے ملک کو معدنیات کے بڑے اہم خزانے عطا کئے ہیں جس کی وجہ آج ہم معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہاں کوئی ۲۰۰۰ مختلف اقسام کی معدنیات موجود ہیں جنہیں دھات یعنی METALS' غیر دھات یعنی NON-METALS اور ایندھن یعنی FUELS شامل ہیں۔ دھاتوں میں المونیم' تانبہ' جست' لوہا' چاندی' سونا' میگنیشیم وغیرہ ہوتے ہیں۔ البتہ اسبطاس' چکنی مٹی' گرافائیٹ' ابرق' ہیرے' چونے کا پتھر' باکسائیٹ وغیرہ جیسی بیشتر چیزیں غیر دھاتوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ کوئلہ' پٹرولیم کا تیل اور قدرتی گیس کو بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں ہندوستان میں معدنیات کی پیداوار کی جملہ قیمت کوئی ۱۲۰۰۰ ملین روپیوں کے برابر تھی جس کا ۷۸ فی صد ایندھن پر مشتمل رہا۔ باقی ماندہ ۱۴ اور ۸ فی صد علی الترتیب دھات اور غیر دھاتوں نے حاصل کیں۔ یہ رہیں تو قومی سطح کی باتیں تو آئیے اب ہم ہماری محبوب ریاست 'آندھرا پردیش کے معدنی ذخیروں کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

آندھرا پردیش نمایاں طور پر ایک زرعی ریاست ہے لیکن ساتھ میں یہ معدنی دولت سے مالا مال بھی ہے۔ بعض مخصوص معدنیات مثلاً اسبطاس' BARYTES وغیرہ میں تو ہماری اجارہ داری ہے۔ لہٰذا ملک کی جملہ پیداوار میں آندھرا پردیش نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

دھاتوں کی معدنیات میں لوہا MANGANESE' اور سونا

قابل ذکر ہیں ۔ لوہا مختلف اضلاعوں جیسے اننت پور، کریم نگر، عادل آباد، کھمم، چتور، کرشنا اور کڑپہ وغیرہ میں بکثرت پایا جاتا ہے ۔ ۱۹۷۳ء میں لگ بھگ سوالاکھ ٹن لوہا نکالا گیا۔ اندازہ ہے کہ کرنول میں ۲ ملین ٹن اور کھمم میں ۱۱ ملین ٹن لوہے کے ذخائر موجود ہیں۔ کسی دیسی صنعت کی عدم موجودگی کے باعث لوہا برآمد کیا جاتا ہے ۔

NATIONAL MINERAL DEV. CORPORATION ' اِن دنوں کھمم کے گھٹیا قسم کے لوہے کے ORE کے استعمال کے بارے میں ایک قابل عمل رپورٹ تیار کر رہی ہے اور شاید اسکے بعد ہی لوہے کی درآمدات میں کچھ کمی واقع ہو ۔

MANGANESE ORE البتہ سریکاکلم میں ملتا ہے جو عموماً پست یا درمیانہ معیار کی دھات ہے جسے منفعت بخش بنانا ضروری ہے ۔

اننت پور کے رام گری علاقہ میں سونے کے ORE کے کوئی ۱۲ لاکھ ٹن کے ذخیرے میسر ہیں جس میں سونا، فی ٹن ۲ گرام کی حد تک پایا جاتا ہے ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۸ء کے دوران ANANRPUR GOLD LTD نامی کمپنی نے کان کنی سے کوئی ڈیڑھ لاکھ اونس سونا نکالا ۔ حال ہی میں BHARAT GOLD MINES LTD کی رپورٹ میں درج ہے کہ اننت پور میں زمین کی ۳۵۰ میٹر گہرائی تک ۱۰ لاکھ ٹن سونے کی معدنیات بہ آسانی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس پراجکٹ سے سالانہ ۳۴۵ کلوگرام سونا ملے گا اور یہ پراجکٹ کوئی ۲۴ سال تک کام کرے گا۔

غیر دھاتی معدنیات میں اسبسطاس، چکنی مٹی، ابرق BARYTES، چونے کا پتھر اور گرانائیٹ وغیرہ ہماری ریاست کے عظیم ذخیرے ہیں۔

اسبسطاس، ریشہ دار معدنی اشیاء کے گروپ کو کہتے ہیں جسمیں لچک، تپش کی مزاحمت، کھنچاؤ اور مضبوطی جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کڑپہ کے PULLIVENDULA تعلقہ میں بہترین قسم کا اسبسطاس مخزن ہے GEOLOGICAL SURVEY OF INDIA کے مطابق برہمانپلی اور CHINAKUDALA کے بیچ ڈھائی لاکھ ٹن اسبسطاس مل سکتا ہے ۔ بے شک اسبسطاس کی کان کنی مشکل ضرور ہے ۔ جیسے ایک ٹن مال حاصل کرنے کے لئے ۵۰ تا ۷۰ ٹن ذرنی چٹانوں کی PROCESSING ذریبشن ہوتی ہے ۔ ویسے اسبسطاس کو ۲ ہزار طریقوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں SHEETS، پریشر پائپ، بریک لائننگ، راکٹس، منزائل، غیر آتش گیر کپڑے، برقی منفصل اشیاء وغیرہ وغیرہ۔

—— چکنی مٹی، پلاسٹک کے منفصل چیزیں اور آتش گیر اینٹیں بنانے میں کام آتی ہے یہ عام طور پر مغربی گوداوری، اور کڑپہ کے ضلعوں میں ہوتا ہے ۔ پوری ریاست میں ۹ ملین ٹن چکنی مٹی موجود ہے ۔

—— آندھرا پردیش، ابرق کے ذخیروں کے اعتبار سے بھارت میں دوسرے نمبر پر گنا جاتا ہے ۔ ۷۶-۱۹۷۵ء کے تخمینہ کے مطابق ریاست میں ابرق کی پیداوار ۵۴ لاکھ ٹن تھی گنٹور میں واقع کان کوئی ۱۲۰۰ فیٹ گہری ہے ۔ نیلور اور وساکھاپٹنم بھی بے شمار ذخیروں کے لئے مشہور ہیں۔ کیمیائی لحاظ سے ابرق سوڈیم، پوٹاسیم اور ایلومنیم کا SILICATE ہوتا ہے جسمیں برقی منفصلی اور تپش کی مزاحمت جیسی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں ۔ چنانچہ اسکو CONDINSERS آٹوموبائیل CLAMPS ہوا بازی اور برقی منفصلی کے کاموں میں لایا جاتا ہے ۔

—— قدرتی طور پر پائے جانے والے BARUIM کے SULFATE کو ہم BARYTES کا نام دیتے ہیں جو سفید یا بھورے رنگ کا ہوتا ہے ۔ کڑپہ، اننت پور، کھمم، کرنول میں یہ موجود ہیں ۔ دنیا میں واحد ۵۰ ملین ٹن BARYTES کے ذخیرے کڑپہ کے منگم پیٹہ علاقے میں حال ہی میں دریافت کئے گئے ہیں ۔ ہندوستان کی BARYTES کی جملہ پیداوار کے ۹۰ فی صد کی تکمیل ہماری ریاست کی طرف سے ہوتی ہے ۔ کوئی ۶۳ BARYTES کی کانوں سے ۱۹۷۶ء میں تقریباً ۲۰ کروڑ ٹن مال حاصل کیا گیا۔ BARYTES کی بیشتر مقدار، پوڈر کی شکل میں فروخت ہوتی ہے جو کیچڑ میں برما لگانے کے لئے مددگار ہے ۔ اس کے علاوہ BARYTES کو LITHOPHONES بنانے ۔ ٹائر و ربر کی چیزیں

ڈھلائی اور LINOLEUM کی صنعت میں کافی فروغ حاصل ہے۔ کیمیائی صنعتوں مثلاً نیشنل میں روغن اور مینا کاری کے کام میں بھی کافی موثر ہے۔ کرم ہڈ کرٹ یہ جانوں میں کیمیکل پلانٹس کے قائم ہونے سے BARYTES کی کچھ پیداوار کی کھپت ہو جاتی ہے۔ ویسے ریاست کے باہر بھیجا جاتا ہے۔

—— سمنٹ، لوہا، اسٹیل، کیمیائی مرکبات، گلاس، شکر و کھاد بنانے والی فیکٹریوں میں کام آنے والا چونے کا پتھر، دراصل CALCUNION CARBONATE ہے۔ یہ اکثر عادل آباد، منچریال، تانڈور، کڑپہ، محبوب نگر گنٹور، کرنول، نلگنڈہ اور کرشنا ضلعوں میں کوئی ۲۰۰۰ ملین ٹن کی حد تک موجود ہے۔ چند خانگی اداروں اور ریاستی سیمنٹ میں کیمیائی مرکبات بنانے کے لئے انت پور کے چونے کے پتھر کو استعمال کر رہے ہیں۔

—— گرافائیٹ جسے عام اصطلاح میں پنسل کا سرمہ بھی کہتے ہیں حقیقتاً کاربن ہے۔ یہ نرم، سیاہ اور چکنائی والا ایندھن ہے جو بآسانی انگلیوں پر داغ دھبے کے نشان لگا دیتا ہے۔ ایسے BATTERIES پنسل PAINT اور ELECTRODE بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۳ء میں ہمارے ہاں ۵۰۰ ٹن گرافائیٹ نکالا گیا۔ جملہ ذخائر البتہ کوئی ۲ لاکھ ٹن ہیں۔ کھمم کے بھدراچلم اور پالونچہ تعلقہ اور سریکاکلم کے سالور تعلقے جیسے مقامات میں گرافائیٹ کافی مشہور ہے۔

ایندھنی ذخائر میں کوئلہ، پٹرول اور قدرتی گیس شامل ہیں۔ ان ایندھنوں کو صریحاً معدنیات نہیں کہا جا سکتا لیکن اُنکے وقوع اور ارضیاتی عمل جن کی وجہ انکی تشکیل ہوتی ہے انکو معدنیات کی تعریف میں لانا غلط نہیں ہوگا۔

—— کوئلہ دراصل نباتاتی مادوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جب درخت و دیگر نباتات دلدل میں گر کر مٹی سے ڈھک جاتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد انکی جزوی طور پر تحلیل ہوتی ہے اور وہ PEAR یعنی دلدلی کوئلہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسے کوئلہ میں لکڑی کی خاصیتیں نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ جیسے جیسے PEAR زیادہ جمع ہونے لگتا ہے تو جراثیم اس دلدلی کوئلہ میں مقیم نامیاتی مرکبات کو توڑ کر "GASES" خارج کر دیتے ہیں اور پھر لگنائٹ یا بھورے کوئلہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس طرح بخارات و GAS کی بھاری مقدار نکلنے سے اور ساتھ میں تہہ نشین کے مسلسل دباؤ کے باعث لگنائیٹ مختلف درجے کے کوئلوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کھمم نگر، کھمم، ورنگل، مغربی گوداوری اور عادل آباد میں معدنی کوئلہ پایا جاتا ہے۔

SUNGARENI COLLIERIES CO LTD نے کوئلہ کی کان کنی کے لئے کوئی ۸۰۰ مربع میل کا رقبہ پٹہ پر لے رکھا ہے۔ سنہ ۱۹۷۳ء میں کمپنی نے ۵۲ لاکھ ٹن کوئلہ کی کھدائی کی تھی جبکہ ۷۰ لاکھ ٹن سنہ ۱۹۷۶ء میں نکالا گیا۔ کوئلہ کو عموماً ریلوے، انجنوں اور تھرمل پاور پلانٹس میں استعمال کیا جاتا ہے ویسے رامگنڈم میں کھاد بنانے کی فیکٹری میں بھی کوئلہ مفید ثابت ہو رہا ہے۔

—— پٹرولیم آئیل اور قدرتی گیس اکثر بیک وقت پائے جاتے ہیں۔ یہ البتہ چھوٹے بحری پودوں و جانوروں کی تحلیل سے بنتے ہیں۔ آئیل و گیس کی تشکیل میں بھی جراثیم بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قدرتی کچے تیل کو صاف کرنے سے متعدد اقسام کے تیل بنتے ہیں مثلاً کیروسین، مشین کا تیل، نقلی موم، اسفالٹ وغیرہ۔ یہ تمام مصنوعہ چیزیں کئی نامیاتی مرکبات کی ہیت ترکیبی میں کام میں آتے ہیں جیسے پلاسٹک، رنگ، مصنوعی ربر، کھاد وغیرہ۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں پہلی بار بمبئی کے جنوب مغرب میں آئیل کے ذخیروں کا پتہ چلا ہے جسے BOMBAY HIGH کا پتہ ہیں۔ یہ ذخیرے سمندری سطح سے کوئی ۱۴ ہزار میٹر کی گہرائی میں پوشیدہ ہیں۔ ان دنوں کوئی ایک لاکھ BARREL تیل روزانہ لیا رہا ہے۔ OIL AND NAHIRAL GAS COMMISSION کی حالیہ تحقیق میں ہماری ریاست میں بھی کچے تیل کے ذخائر کا انکشاف ہوا۔ ایک رپورٹ سے ظاہر ہے کہ نرساپور اور مچھلی پٹنم کے سمندری علاقوں میں کوئی ۳۰۰ میٹر کی گہرائی میں ۵ ، ۲۲ ملین ٹن تیل موجود ہے جن سے ہمارے ملک کی ۷ سال کی ضروریات پوری ہو سکتی ہے۔ آج کل کیکینس، مچھلی پٹنم سے ۵۰ کلومیٹر کی دوری پر ایک سروے کر رہا ہے۔ NORWAY سے حاصل کردہ تیل نکالنے والے جہاز PALERIN کی خدمات لی جارہی ہیں۔ اندازہ ہے کہ تیل کا یہ سلسلہ BOMBAY HIGH سے بھی کئی گنا

غالب کے کلام کے عربی میں ترجمہ کی تجویز

غالب ایوارڈ کی تقسیم، نائب صدر جمہوریہ کی تقریر - راجندر سنگھ بیدی، مجروح سلطان پوری اور جیلانی بانو کو ایوارڈ

نائب صدر جمہوریہ مسٹر ہدایت اللہ نے مرزا غالب کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ غالب نے اردو کی ترقی و ترویج میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ غالب نے اردو کو نئی زندگی دی اور عوام میں اردو سے محبت کا نیا جذبہ پیدا کیا۔ غالب نے ہندوستان کے علاوہ ایران، افغانستان پاکستان اور بنگلہ دیش کے لوگوں میں اردو سے لگاؤ اور غیر معمولی محبت کے جذبہ کو جنم دیا۔ وہ اردو کی ۶ ممتاز شخصیتوں کو ۱۹۷۹ - ۸۰ء کا غالب ایوارڈ دینے کے بعد تقریر کر رہے تھے۔ ایوارڈ حاصل کرنے والوں میں مجروح سلطان پوری، راجندر سنگھ بیدی، اور جیلانی بانو شامل ہیں۔ پروفیسر ایس اے ایچ عابدی، مسٹر رشید حسن خاں اور مسٹر خلیل الرحمٰن ہاشمی کو بعد از مرگ یہ ایوارڈ دیا گیا۔ ان کی اہلیہ اور شیر خوار بچہ نے یہ ایوارڈ حاصل کیا۔ نائب صدر جمہوریہ نے غالب اور ان کے عہد کے موضوع پر ایک سہ روزہ بین الاقوامی سمینار کا بھی افتتاح کیا۔ اور کہا کہ غالب کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر تحقیق نہ کی گئی ہو۔ اس سمینار میں شرکت کرنے والوں میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے مندوبین بھی شامل ہیں۔ مسٹر یونس سلیم سکریٹری غالب انسٹی ٹیوٹ نے کہا کہ غالب کے کلام کا عربی میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے عرب دنیا میں بھی غالب کی غیر معمولی تخلیقات کو مقبول بنایا جا سکے گا۔

قلمی معاونین کی خدمت میں

- اپنے مضامین صاف، خوشخط صفحے کے ایک طرف تحریر کر کے روانہ کیجئے
- اپنی نگارشات نظم و نثر کے ساتھ اپنا پتہ مکمل تحریر کیجئے
- ادا کئے ہوئے مضامین واپس نہیں کئے جاتے۔

مضامین روانہ کرنے کا پتہ : ایڈیٹر آندھرا پردیش اردو
دفتر اطلاعات و تعلقات عامہ گرہا کلپا، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد ۱

بڑا ثابت ہوگا۔

بہرحال آندھرا پردیش معدنی دولت سے لیس ہے۔ ریاستی MINING CORPORATION کی اطلاع کے بموجب ہمارے ہاں اسبسطاس کی مقدار پورے ملک کے ۵۰ فی صد ذخائر کے برابر ہے۔ اسی طرح BARYTE ‏98 فی صد، چکنی مٹی آدھا فی صد کوئلہ ۴ فی صد، سونا اعشاریہ ۳ فی صد اور چونے کا پتھر ۶ فی صد کے مماثل ہیں، گویا اس طرح معدنیات کے لحاظ سے ہمارا ساتواں مقام ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ گراں قدر معدنیات و ایندھنوں کو محفوظ رکھیں۔

جہاں کہیں بھی ممکن ہو انہیں دوبارہ استعمال کریں کیونکہ یہ ذخیرے اگر خالی ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ پُر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وسائل آئندہ محدود بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہم زرعی پیداوار کو کاشتکاری کے ذریعہ دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں لیکن زمین دوز خزانوں کو بہت بڑے پیمانے پر بڑھا نہیں سکتے۔ اس کا بہت سادہ سبب یہ ہے کہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ زبردست دباؤ اور گرمی کے حالات پیدا کر سکے جو فطرت نے انہیں پیدا کرنے میں استعمال کئے ہیں۔

دیوتائے امن

محمد غوث محی الدین ایم ۔ غ سوزاں
محلہ عزیز پورہ، ضلع بیدر - ۴۳۱۱۲۲

(۱)

یوم گاندھی پھر پیام امن لے کر آگیا
امن کی آئی گھڑی پھر ابر رحمت چھا گیا

پھر سحر جاگی، وہ لو آیا ہے پیغام حیات
پھر ہوا لبریز اُمیدوں کا یوں جام حیات

پھر صبا بردوش پیغام محبت آگیا
امن و یکجہتی لئے جام محبت آگیا

عندلیبانِ چمن ہیں مطمئن صیاد سے
طائرانِ گلستاں بے خوف برق و باد سے

سہمی کلیوں کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی
گُل کے رخساروں پہ جیسے کہ تراوٹ آگئی

منتشر شیرازۂ ملّی تھا، یکجا کر دیا!
مغرب و مشرق دکن دلی تھا یکجا کر دیا

برہمن و شیخ کو قومی ترانہ دے دیا
آخرش اپنے وطن کا آستانہ دیدیا

دے دیا سکھ چین سب اپنا وطن کے واسطے
اس کا جینا، اس کا مرنا تھا وطن کے واسطے

ہاں، اہنسا سے یہ آزادی کا زینہ آگیا
ہم کو آزادی سے جینے کا سلیقہ آگیا

(۲)

آگیا سہمی ہوئی کلیوں کے لب پر ارتعاش
رنگِ گل، رنگِ شفق اے کاش ہو نہ پاش پاش

جامۂ انسانیت از دستِ انساں تار تار
دیوتائے امن، اے ظالم، تشدد کا شکار

ہے مقام شرم کہ انسانیت ہے شرمسار
ڈوب مر، جا شرم سے، کچھ شرم کر، وہ نابکار

اپنے ہاتھوں اپنے باپو کا کیا خوں حیف حیف
دیس کا ہر فرد غم میں رو رہا تو یوں حیف حیف

چھین ڈالے دیویوں کے کس قدر تو نے سہاگ
جن کے قلب مضطرب پہ لوٹتے ہیں جیسے ناگ

بلبلاتے چیختے چلاتے بچوں کی صدا
دل ہلا دیتی ہے ان معصوم ننھوں کی صدا

پاک طینت دیویوں کی عصمتیں لوٹی گئیں
نیک خصلت بیبیوں کی راحتیں لوٹی گئیں

کھیل کر یوں خون کی ہولی سُرخرو ہوتا ہے تو
تف ہے تجھ پہ ہند کی یوں آبرو کھوتا ہے تو

نعرہ زن شعلہ فشاں بھارت ہے تیری ذات سے
مل گیا امن و اماں مٹی میں تیرے ہاتھ سے

غنچہ و گُل کو، عنادل کو پریشاں کر دیا!
گلستانِ ہند کو صد حیف ویراں کر دیا

نام گاندھی کا کبھی دنیا سے مٹ سکتا نہیں
قوم پر مرتا ہے جو ہرگز وہ مر سکتا نہیں

(۳)

بھائیو، آؤ! کہ باندھیں آج پیمانِ وفا
جان سے خدمت وطن کی ہو، یہ ہے شانِ وفا

آؤ آپس میں رہیں ہم امن سے اور پیار سے
آؤ کہ ہم تم رہیں پھر ہند میں سرشار سے

آؤ بھارت کو بنائیں آج رشکِ گلستاں
بخش دیں پیار و محبت کی اسے نیرنگیاں

آؤ سوزاں پھر لکھیں اک داستانِ گل فشاں
جس کا عنواں ہو محبت پیار کا ہندوستاں

امن و یکجہتی کا یہ ہندوستاں جنت نشاں
یہ مرا ہندوستاں ہے یہ مرا ہندوستاں

افسانہ

مظہر الزماں خاں

"رک جاؤ! اور مجھے قتل کرنے سے پہلے میری داستان سن لو۔" بوڑھے برگد نے کرب انگیز آواز میں کہا "دستور یہ ہے کہ مرنے والے کی آخری خواہش پوری کی جاتی ہے۔ چنانچہ مرنے سے پہلے میں اس راز کو اگل دینا چاہتا ہوں جو آج برسوں سے میرے سینے میں دفن ہے۔ پھر شوق سے تم مجھے ہلاک کر ڈالو — میں اُف بھی نہیں کروں گا۔"

بوڑھے برگد کی آواز سن کر اس کے خاموش ساتھیوں نے یک بیک کہا — "اسے قتل مت کرو بھائیو — یہ رہبر ہے، مسیحا ہے۔ تھکے ماندے مسافر اس کے سائے میں آ کر پناہ لیتے ہیں۔ اور یہیں سے گوتم کو نروان ملا تھا۔ یہیں سے قافلے اپنی اپنی منزل کا تعین کرتے ہیں اور پھر اس کے سر پر فاختاؤں کا تاج رکھا ہوا ہے۔ اس لئے یہ امن اور اہنسا کا سب سے بڑا دیوتا ہے۔" "خاموش رہو!" بوڑھا برگد چلا اٹھا — "میں بخوشی مرنے کے لئے تیار ہوں دوستو — لیکن تم سے بس میری اتنی سی التجا ہے کہ مجھے ہلاک کرنے سے پہلے میری آپ بیتی سن لو —" اور برگد کی اس آخری خواہش پر وہ چاروں اپنے اپنے کلہاڑے رکھ کر اس کے قدموں میں بیٹھ گئے اور اپنی اپنی گردنیں اٹھا کر دور تک پھیلے ہوئے سائے کو گھورنے لگے۔

آفتاب آہستہ آہستہ منزل کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کی زرد شعاعیں درختوں کے جسموں پر بکھری ہوئی تھیں۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا اور اس سناٹے میں اگر برگد کا کوئی ننھا سا عضو بھڑکتا یا ٹوٹ کر گرتا تو ایک کھڑکھڑاہٹ سی پیدا ہوتی جو دور تک پھیل جاتی تھی۔ یا کبھی کسی پرندے کی آواز سے سناٹے کے سینے میں شگاف پڑ جاتا تھا۔

"آج سے کئی سال پیشتر کا واقعہ ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد برگد نے دھیمی آواز میں کہا۔ "وہ گرمیوں کا موسم تھا۔ نصف چاند کی ملگجی راتیں تھیں اور ہر طرف ایک ہُو کا عالم تھا۔ البتہ میرے ہم جنس کبھی کبھی سرگوشیاں کر لیتے تھے یا پھر میری جھیٹر چھاڑ سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی ہوئی میری صنوبر کھلکھلانے لگتی تھی تو ہمارے جسم پر سوئے ہوئے پرندے پل بھر کے لئے جاگ اٹھتے تھے اور پھر اپنی اپنی آنکھیں موند کر سو جاتے تھے۔ چنانچہ ایسے وقت جبکہ ہر طرف ایک گہرا سکوت طاری تھا۔ رات کے دوسرے پہر اچانک گھڑگھڑاہٹ ہوئی اور ایک سیاہ رنگ کی کار اچھلتی کودتی ہوئی میری صنوبر کے دامن میں آ کر ٹھہر گئی تو اس کے اندر سے ایک خوش پوش و خوش شکل نوجوان برآمد ہوا۔ اس کے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ اس نے ماحول پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور آگے بڑھ کر کار کے پچھلے دروازے کو کھول دیا تو اس میں سے ادھیڑ عمر کی عورت برآمد ہوئی اور اس کے پیچھے ہی سفید لباس میں ملبوس ایک بڑھیا نکلی اور پھر اُن دونوں نے مل کر ایک بے حد حسین عورت کو سہارا دیکر اتارا اور پھر آہستہ آہستہ اسے میرے قریب لے آئے تو مرد نے بستر لا کر بچھا دیا اور دردِ زہ میں مبتلا عورت کو لٹا کر سر سے پیر تک لحاف اوڑھا دیا گیا۔ لیکن شدتِ کرب کی وجہ سے وہ مسلسل کراہ رہی تھی اور دونوں خواتین اسے تسلیاں دے رہی تھیں۔ البتہ مرد کار کے قریب مضطرب ٹہل رہا تھا۔ اور میں چپ چاپ کھڑا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا — وہ لوگ شاید شہر جا رہے تھے۔ لیکن راستہ ناہموار ہونے کی وجہ سے انہوں نے آگے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یا پھر قدرت نے میرے ہی قدموں میں اشرف المخلوق کی پیدائش لکھی تھی۔ بہر حال گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد قدرت کی عظیم تخلیق کی چیخ و پکار سے سناٹے کا سینہ چاک چاک ہو چکا تھا اور میں اس مقدس وجود کی آمد پر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا تھا۔ اور میری صنوبر بھی خوشی سے لہرانے لگی تھی۔ پرندوں نے مرحبا مرحبا کی آوازوں سے آسمان سر پہ اٹھا لیا تھا۔ مرد اور دونوں عورتوں کے چہرے بھی خوشی سے کھل گئے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ادھیڑ عمر کی عورت نے دو سیاہ پتھر ٹٹول ٹٹول کر اٹھائے تھے اور پھر کھٹاک کی آواز ہوئی تھی۔ پتھروں کی رگڑ سے چند شرارے جگنو کی طرح چمکے تھے اور آنول بچے کے جسم سے جدا ہو گئی تھی۔ اور پھر اُس کی

ادھیڑ عمر کی عورت نے میرے زمین میں دھنسے ہوئے پاؤں کے پاس ایک چھوٹا سا گڑھا کیا تھا اور آنول کو اس گڑھے میں دفنا دیا تھا۔

بوڑھا برگد واقعہ سنا رہا تھا اور اس کا دور دور تک پھیلا ہوا سایہ زمین کے سینے پر تھر تھرا رہا تھا۔ اور وہ چاروں مبہوت بیٹھے۔ اس کی سرگزشت سن رہے تھے۔

—— بچے کی ولادت کے چند لمحوں بعد وہ لوگ چلے گئے۔ لیکن اس کی محبت مجھ میں ایسی پیوست ہوگئی جیسے کسی دیوار میں پتھر پیوست ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجھے اس بچے سے انتہائی محبت ہوگئی بلکہ میں اُسے اپنے ہی جسم کا ایک حصہ سمجھنے لگا اور ہر وقت اس بچے کی خوشحالی اور درازیٔ عمری کے لئے دعائیں مانگنے لگا۔ میری ان دعاؤں میں صنوبر بھی شامل رہی تھی —— اس طرح دو ڈھائی سال بیت گئے اور اس عرصے میں کئی قافلے اور بے شمار تھکے ماندے مسافر آئے اور میرے سائے میں پناہ لے کر اپنی اپنی منزل کی طرف چلے گئے۔ لیکن اس بچے کو میں بھلا نہ سکا۔ بلکہ میری محبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ میں اس کے دیدار کیلئے مضطرب ہوگیا چنانچہ میری وہ آرزو بھی جلد پوری ہوگئی۔ گرمیوں کی جھلستی ہوئی دوپہر کو اچانک وہی سیاہ رنگ کی کار میرے دامن میں آکر رکی تھی۔ لیکن اب کی بار صرف وہ نوجوان جوڑا اور بچہ آئے تھے۔ مرد نے عورت کو بچے کی پیدائش کا مقام دکھا رہا تھا اور وہ شرم سے نظریں جھکائے ہوئی مسکرا رہی تھی۔ اور بچہ اپنے ننھے ننھے پاؤں سے میرے وسیع دامن پر دوڑ رہا تھا۔ اور میں فرطِ مسرت سے اور اپنے پتوں سے اشتیاقاً اس پر پنکھا جھل رہا تھا۔ اور قریب ہی کھڑی صنوبر اور میرے چند ہم جنس بھی بچے کی آمد پر آہستہ آہستہ جھوم رہے تھے۔ ایک مرتبہ کھیلتے کھیلتے جب وہ آکر میرے قدموں سے لپٹ گیا تو مجھے یوں لگا تھا جیسا میرا اپنا بچہ مجھ سے لپٹ رہا ہے۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھوں کی گرمی میرے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی اور جی چاہتا تھا کہ وہ اسی طرح مجھ سے لپٹا رہے۔ لیکن عورت نے آکر بچے کو گود میں اٹھا لیا تھا۔ اور پھر وہ لوگ کار میں بیٹھ کر چلے گئے تھے۔ اور اس طرح ایک بار پھر وہ مجھ سے دور ہوگیا۔ مگر اس کی محبت مجھ سے دور نہ ہو سکی اور دن رات اسے یاد کرتا رہا۔ اس کی درازیٔ عمر اور خوشحالی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔"

دفعتاً ایک آوارہ بگولہ گھومتا ہوا آیا تو بوڑھے برگد کے جسم میں ارتعاش پیدا ہوگیا اور اس کے ننھے ننھے اعضاء ٹوٹ ٹوٹ کر چکراتے ہوئے گرنے لگے۔

کیا اس کے بعد وہ بچہ پھر کبھی تمہارے پاس آیا تھا ؟! —— کئی لمحوں تک بوڑھا برگد خاموش رہا تو چاروں نے سوال کیا۔

" ہاں ! وہ بولا —— " برسوں کے بعد اچانک۔۔ وہ پچھلے سال دوتین مرتبہ ادھر سے گذرا اور اس کے کچھ ہی دن بعد چند ہتھیارے آئے اور میری صنوبر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو گھسیٹتے ہوئے لے کر چلے گئے۔ پتہ نہیں انہوں نے میری صنوبر کو جلایا ' یا اس کی صلیبیں بنائیں یا اپنے لئے تابوت تیار کئے۔ بہرحال صنوبر مجھ سے جدا ہوگئی۔ اور آج تک میں اس کی یاد میں خون کے آنسو رو رہا ہوں ——" یہ کہہ کر بوڑھا برگد خاموش ہوگیا تو اس کے بدن کا ایک پکا ہوا زرد عضو ٹوٹ کر چکراتا ہوا گرا اور پھر زمین پر لوٹتا ہوا دور تک چلا گیا۔

" تمہاری اس داستان سے اس بچے کا کیا تعلق ہے "۔ ؟

بوڑھے برگد کو مسلسل خاموش دیکھ کر چاروں نے یک بیک سوال کیا۔

"بہت گہرا تعلق۔ ہے بھائیو"۔ برگد بولا

وہ بچہ جسے میں بے حد چاہتا رہا —— جسے اپنا بیٹا سمجھتا رہا اور جس کی درازیٔ عمری کے لئے پل پل دعائیں کرتا رہا اور جس کی آنول آج بھی میرے پاؤں کے نیچے دفن ہے —— وہی بچہ اب تمہارا حاکم اور اس علاقے کا سردار ہے ۔۔۔ ۔اسی نے میری صنوبر کو قتل کیا اور اب مجھے قتل کرنے کے لئے تم لوگوں کو بھجوایا ہے۔ لہٰذا میرے بچے کی اس خواہش کو پوری کر ڈالو —— میں اس کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہوں ——

یہ کہہ کر بوڑھا برگد خاموش ہوگیا

اور پھر چار کلہاڑے فضا میں بلند ہوئے اور دفعتاً برگد کے قدموں میں پیوست ہوگئے تو وہ شدتِ کرب سے تھرانے لگا اور اس کے ننھے ننھے عضو ٹوٹ ٹوٹ کر چاروں طرف بکھرنے لگے —— پرندوں نے شور سے آسمان سر پہ اٹھا لیا اور اس کے پیروں میں بسنے والی چیونٹیوں کی قطاریں درہم برہم ہوگئیں اور پھر چند لمحوں بعد فضا میں صرف کلہاڑوں کی آوازیں گونجنے لگیں !! ●

نصر قریشی
۴۷۷ - ہتیا بہادر گنج
الہ آباد - ۲ (یو۔پی)

وقت پھر آج نئے موڑ پہ آپہنچا ہے
پھر نیا سال اُجالوں کو لئے آیا ہے

پھر حسیں صبح کی اُمید لگائی جائے
شمعِ اخلاص بہر گام جلائی جائے
پھر وہی درد کی توقیر بڑھائی جائے
بزمِ احباب کی ہر شام سجائی جائے
اک نئے دور کی تصویر بنائی جائے

○

وقت کے چہرے پہ چھانے لگا نغمات کا رنگ
جو کبھی دھرتی پہ ہے بکھرا ہوا برسات کا رنگ

یاد آنے لگے بچھڑے ہوئے یارانِ سخن
دور آنکھوں سے بدیسوں میں رفیقانِ وطن
پیکرِ مہر و وفا اور کبھی دل کے دشمن
بیوفا یاروں کے خود غرضی سے بھرپور چلن
خارزاروں میں الجھتے ہوئے رنگینیٔ امن
گذرے برسوں کی صلیبوں پہ لٹکتے ہوئے تن

○

ہمسفر وقت ہے پھر شام و سحر ساتھ لئے
خواب در خواب اجالوں کا نگر ساتھ لئے

دوستو! عمرِ گریزاں نہ کہیں کھو جائے
وقت کی قدر کا احساس نہ مٹنے پائے
روز و شب جذبۂ تعمیر کا جادو چھائے
دل کے ویرانے میں پیغامِ بہاراں آئے
غم کی آغوش میں بھی دل کا کنول مسکائے

دوستو! تم کو نیا سال صدا دیتا ہے
ایک شاعر یہ زمانے کو دعا دیتا ہے

ہر نفس خوشیوں کی سوغات سجائے لائے
ذہن و دل پر نئے سورج کی کرن لہرائے
یہ حسیں دور اندھیروں کو کفن پہنائے
امن کا نغمہ یہ انسانوں کی دنیا گائے
جنگ کا زہر رگوں میں نہ کوئی پھیلائے
نفرت و بغض و عداوت سے دنیا کترائے
پیار کی خوشبو ہر اک راہگذر مہکائے
اپنی یہ دنیا ہی جنت کا نشاں کہلائے

پھول شاخوں سے جدا ہو تو بکھر جاتا ہے
وقت کی قدر جو کرتا نہیں، مَر جاتا ہے

سالِ نو ۱۹۸۱ء

طرفہ قریشی
نزد لال اسکول، مومن پورہ
ناگپور ۱۸

ہو مبارک، سالِ نو کا دوستو! آغاز ہے
پھر اُڑے گا جس میں جتنی قوتِ پرواز ہے

تہنیت ناموں سے ہے ساری فضا گونجی ہوئی
سوز ہے مرہونِ نغمہ، لحن آرا ساز ہے

سب کے ذہنوں میں وطن کی آبرو کا ہے خیال
اب تو ہر اک بھارتی کا دلنشیں انداز ہے

دل سے اب یک جہتیِ اقوام کا پرچار ہو
جس پر اپنے دیش کی جمہوریت کو ناز ہے

شانتی کا راگ الاپو، امن کا پیغام دو
ذرہ ذرہ دیش کا اب گوش بر آواز ہے

اب دلوں سے سب کے احساسِ غلامی مٹ گیا
چاروں جانب سازِ حُریت نوا پرداز ہے

ہندو مُسلم، پارسی، عیسائی، سکھ سب بھائی ہیں
سب کے غور و فکر کا اب ایک ہی انداز ہے

اب نہ بجنا چاہیے بھارت کے اندر طبلِ جنگ
وقت کی سب کے لئے اب ایک ہی آواز ہے

ملک کو بدنام کر دیتا ہے قوموں کا فساد
اب بھی چونکو! ورنہ یہ دنیا فسانہ ساز ہے

وقت کو کروٹ بدلنے میں نہیں لگتی ہے دیر
وقت ہر پہلو سے شاطر ہے بڑا دمباز ہے

اپنی دھرتی کو مثالِ خُلد کرنا ہے ہمیں
اپنی دھرتی لالہ زارِ خُلد کی غماز ہے

دور کی جائے گرانی سستا ہو کپڑا، اناج
دیش کے سارے غریبوں کی یہی آواز ہے

دوسرے مُلکوں کی طرفہ دو نہ تم ہم کو مثال
ہم کو تو اپنے وطن کی سرزمیں پر ناز ہے

غزل

(نذرِ مخدوم)

ڈاکٹر اسد انصاری
۱۶-۸-۲۸۵/۵۹
لالہ ڈیرہ کا لا
ملک پیٹ حیدرآباد ۲۴

چند سانسیں ہیں باقی ابھی ہم نفس، ختم ہے زندگی کا بیان دوستو
بول اٹھتے ہیں حالات بنکر زباں، ہو ملالِ دل، رنگِ روح سے عیاں
خام کاری نہ ہو حاصلِ پختگی، روشنی سے نمایاں نہ ہو تیرگی
مل کے سلجھاؤ الجھے ہوئے مسئلے، کام آؤ کسی کے جہاں تک بنے
فرض ہے ایک پر دوسرے کی مدد، دل میں آئے نہ بغض و عناد و حسد
گر عیاں آئینہ دار پنہاں نہیں، ہے عبث ہر خیالِ جہاں و جبیں
ہے بجا اُس طرف کی وہ چشمک زنی، پر محل اس طرف کی ہے یہ جانکنی
ہم سفر ہو اگر اعتمادِ خودی، راہ بر ہو اگر ذوقِ منزل رسی
تا بہ منزل ہیں ہم تو شریکِ سفر بعد از آں تم کہاں ہم کہاں دوستو
ضبطِ غم جب بھی ہوتا ہے حد سے فزوں خامشی بنتی ہے ترجمان دوستو
نیک انجام کار جستجو میں رہے ہو نہ سعیٔ عمل رائیگاں دوستو
ہر مسرت ہے اک دھوپ ڈھلتی ہوئی عارضی ہے یہ تابِ تواں دوستو
اس کے ہمدم بنو دو سہارا اسے ہو اگر کوئی بے خانماں دوستو
لب پہ نامِ خدا ہے رواں روز و شب، دل ہے مصروفِ یادِ بتاں دوستو
بجلیاں ہیں اگر بجلیاں دوستو آشیاں ہیں اگر آشیاں دوستو
ختم ہو جائیں گے رفتہ رفتہ یہ سب، کچھ حجابات ہیں درمیاں دوستو

جان دے کر ملے بھی تو حاصل کرو، حل اسد اپنا ہر امرِ مشکل کرو
دو جہاں کے عوض بھی نہیں کچھ گراں اعتمادِ دلِ دوستاں دوستو

منزل کو

اکرام کاوش

۳۳۱۸/۱ - ۸ کراس سی۔ دی روڈ ۱۱
عیدگاہ - میسور ۵۷۰۰۱۵

سُنا ہے صبح نمودار ہو گئی لیکن
یہ فرقہ داری یہ صوبہ پرستیوں کی وبا
سبھاش، گاندھی جواہر ہو گئے اب پیدا
یہ نونہال ہمارے یہ آدھ کھلے غنچے
اب آؤ دوستو شنکر کی راہ پر چل کر
قدم ملا کے چلو شعلوں کو تیز کرو
دیارِ قلب میں ہے قحطِ روشنی اب بھی
ہمارے ذہنوں کو بیمار کر کے رکھ دے گی
زمیں کی کوکھ میں یہ زہر بھر کے رکھ دے گی
سزا ہمارے گنہ کی نہ عمر بھر بھگتیں
تمام کینہ و نفرت کا زہر خود پی لیں
کچھ اور دیر گرانی ہے آخرِ شب کی

سحر کہ منزل تو جب ہمیں پکارے گی
خود آگے بڑھ کے تھکن ہماری اتارے گی

ممتاز مہدی ایم اے

۲۲-۴-۱۴۰ "مہر سکن"
سلطان پورہ، حیدرآباد ۱۲ ۵۰۰۰

موسیقی بھارت واسیوں کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گئی ہے کہ موسیقی کے بغیر ہندوستانی معاشرت کا کوئی تصور ہی نہیں گویا موسیقی یہاں کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یہاں کی صبح اور شام راگ اور راگنیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور یہی موسیقی یہاں کی فضاؤں میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ اسے روحانی غذا تسلیم کیا جا چکا ہے۔ موسیقی کا جادو اپنے اندر ایسی لہریں رکھتا ہے جو انسان کو وجدانی کیفیات سے دوچار کر کے اسے اپنے اصلی معبود سے ملا دیتا ہے، چاہے خوشی ہو چاہے غم ہو موسیقی یہاں ہر لمحہ پر بہر ہر قدم پر ملے گی۔

اسلامی نظام یوں تو موسیقی کا مخالف نظر آتا ہے لیکن ابتدائی دور ہی میں صوفیائے کرام اور علماء نے اس ملک کے مزاج کو پرکھا دیکھا نہ صرف یہاں کی مختلف زبانوں پر عبور حاصل کیا بلکہ موسیقی کی ڈور کو بھی مضبوطی سے باندھا اور یقیناً موسیقی نے بھی تبلیغِ اسلام میں نمایاں حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کے درباروں میں ماہرینِ موسیقی انعامات، اکرامات اور خطابات سے نوازے جاتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ آج صدیوں بعد بھی اسلام اور اسلامی تعلیمات کی طرف ہر ذی ہوش کو بذریعہ موسیقی بآسانی راغب کیا جا سکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جو نہ صرف ایک اچھے سیاست داں اور مقرر تھے بلکہ غیر معمولی شاعرانہ بصیرت کے مالک بھی تھے انکا طرزِ اسلوب انکی شخصیت کا طرۂ امتیاز رہا۔ اسکے ساتھ ساتھ مولانا کی رائے ہر مسئلہ پر متوازن ہوا کرتی تھی جو قابلِ قدر اور قابلِ تسلیم ہوتی تھی اور آج بھی ہے۔ مولانا نے "غبارِ خاطر" میں موسیقی کے بارے میں لکھا ہے "اس بات کی عام طور پر شہرت ہو گئی ہے کہ اسلام کا دینی مزاج فنونِ لطیفہ کے خلاف ہے اور موسیقی محرماتِ شرعیہ میں داخل ہے حالانکہ ان کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ فقہاء نے سدِ وسائل کے خیال سے اس بارے میں تشدد کیا۔ تشدد بھی باب قرضاً ہے تھا نہ کہ باب تشریح سے۔ قضا کا میدان نہایت وسیع ہے۔ ہر چیز جو سوءِ استعمال سے مفدہ کا وسیلہ بن جائے قضاً روکی جا سکتی ہے لیکن اس سے تشریح کا حکم اصل اپنی جگہ سے نہیں ہل جا سکتا "قل من حرّم اللہ التی اخرج العبادہ و الطیبات الرزق" دیکھو خدا کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟!

لیکن یہ بحث مجھے یہاں نہیں چھیڑنا چاہتا یہاں جس زاویۂ نگاہ سے معاملہ پر نظر ڈالی جا رہی ہے وہ دوسرا ہے ؎

مومن آئینِ محبت میں کہ سب کچھ ہے روا
حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

حضرت امیر خسروؒ کی بزرگانہ شخصیت کی تقدیس سے بھلا کسے انکار ہو سکتا ہے انہوں نے موسیقی کو جن نئی راہوں اور نئی راہوں اور نئی جہتوں سے ملال

کیا ہے وہ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں اور ناقابلِ فراموش بھی۔ ستار، طبلہ اور قوالی کے علاوہ کئی نئے راگ راگنیوں کے تحفوں سے انہوں نے موسیقی کو سنوارا سجایا اور بڑھاوا دیا۔

موسیقی کے اس وسیع و عریض سمندر میں کئی قدآور اور ناقابلِ فراموش ہستیاں ملیں گی جو ہر ہندوستانی کے سینے کو فخر سے پھلا دیتی ہیں۔ ان میں استاد خاں صاحب عبدالکریم خاں، بڑے غلام علی خاں، نزاکت علی، سلامت علی، امیر خاں جنہوں نے فن موسیقی کی نہ صرف خدمت کی بلکہ اس فن کو عوام میں مقبول بنایا اور اسے بلند و بالا مرتبہ عطا فرمایا۔ موسیقی کے اسی سمندر میں ہمیں ایک ایسا انمول، نادر، قیمتی اور ناقابلِ فراموش گوہر بھی نظر آتا ہے۔ جسکی آواز کائنات کے کونے کونے میں گونجتی رہی۔ جو چالیس سال تک ہر دل میں جگہ بناتی رہی۔ آواز کیا تھی نور کا ایک دریا تھی۔ جسے کسی نے "لحنِ داؤدی" قرار دیا ہے گویا دادِ تحسین کی ساری انتہائیں یہیں آکر ختم ہوجاتی ہیں۔ فن کی ان انتہائی بلندیوں کو چھونے والے اس عظیم فنکار کا نام تھا "محمد رفیع"۔

محمد رفیع ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو کوٹلہ سلطان پور سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم بڑے غلام علی خاں سے حاصل کی اور پھر کرانہ گھرانہ کے استاد خاں صاحب عبدالوحید خاں کے ہاں ریاض کیا اور پنڈت جواہر لال مٹو سے مزید سیکھا اور شاستریہ سنگیت پر پندرہ سال کی عمر میں مہارت حاصل کرلی۔ رفیع کی شادی صرف تیرہ سال کی عمر میں چچا زاد بہن بشیراں سے کردی گئی تھی۔ اس شادی کی ایک نشانی حیدر رفیع ہیں جو لندن میں رہتے ہیں۔ موسیقی کے ریاض کے اختتام کیساتھ ہی رفیع نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دیدیا اور لاہور کا رُخ کیا جہاں اداکار نذیر سے ملاقات کی جو انہیں کے قصبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نذیر نے رفیع کو شیام سندر موسیقار سے ملا دیا۔ اس طرح ۱۹۴۰ء میں صرف پندرہ سال کی عمر میں ایک پنجابی فلم "گل بلوچ" کے لئے گیت ریکارڈ کروایا۔ یہ زینت بیگم نامی گلوکارہ کے ساتھ ایک دوگانہ تھا۔ شیام سندر ایک اچھے موسیقار تھے انہوں نے دھن بھی اچھی بنائی تھی۔ یہ دوگانہ پنجاب میں کافی مقبول ہوا جس کی وجہ سے محمد رفیع کو لاہور ریڈیو اسٹیشن نے کنٹریکٹ دیا اور وہ باضابطہ ریڈیو سنگر بن گئے۔

محمد دین رفیع کے بڑے بھائی رفیع کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اپنے ایک گہرے دوست حمید صاحب کو رفیع کا سرپرست بنا کر میدان عمل میں چھوڑ دیا اور رفیع حمید صاحب کے زیر سایہ ۱۹۴۲ء میں بمبئی پہنچے۔ شیام سندر بھی اپنا مقام بنانے میں مصروف تھے۔ شیام سندر نے رفیع کو بمبئی میں بننے والی فلم "گاؤں کی گوری" میں پہلی بار نور جہاں کے ساتھ گوایا۔ پھر فلم "جگنو" جس کے ہدایت کار اور پروڈیوسر سید شوکت حسین تھے نور جہاں جو انکی بیوی تھی اور فلم کی ہیروئین بھی، دلیپ کمار اس فلم کے ہیرو تھے۔ نذیر صاحب کی سفارش کے علاوہ موسیقار فیروز نظامی رفیع کو اچھی طرح سے جانتے تھے جو بچپن میں انکی دکان پر آیا جایا کرتے تھے جس وقت ریڈیو کے لئے اسٹوڈیو کو پہنچے تو وہاں بھی فیروز نظامی ہی میوزک انچارج تھے اور "جگنو" کے دوگانہ (یہاں بدلہ دفا کا بے وفائی کے سوا کیا ہے) کو بھی انہوں نے پر اعتماد طریقہ سے گوایا تھا۔ اور وہ دوگانہ کافی مقبول ہوا۔ کے ایل سہگل کے رفیع صاحب ہمیشہ پرستار رہے۔ سہگل سے رفیع کی ملاقات پندرہ سال کی عمر ہی میں پنجاب میں ہوئی جہاں سہگل صاحب اپنے پروگرام کے لئے آئے تھے مائیک کی خرابی کی وجہ جب وہ ایک کونے میں ٹھہرے تھے رفیع آگے بڑھکر ایک گھنٹہ تک سامعین کو بغیر مائک کے محظوظ کیا تھا۔ تب ہی سہگل نے رفیع کو نیک دلی کے ساتھ دعائیں دی تھیں۔ ۱۹۴۲ء میں اس وقت کے مشہور گلوکاروں میں کے ایل سہگل کے علاوہ خان مستانہ، ماسٹر نثار، جی ایم درانی، زینت غزنوی وغیرہ اچھا مقام رکھتے تھے۔ خان مستانہ کے ساتھ رفیع نے پہلی بار فلم "لیلیٰ مجنوں" کے لئے گایا تھا۔ رفیع کورس میں تھے اور وہ لیڈنگ کررہے تھے ان کے ساتھ آخری گیت بھی لیلیٰ مجنوں کے موضوع پر بننے والی کے آصف کی نامکمل فلم "محبت اور خدا" تھی جسمیں رفیع لیڈنگ کررہے تھے اور خان مستانہ کورس میں شامل تھے۔ رفیع کے ابتدائی دور میں رفیع نے خان مستانہ کا ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا اور آخری گیت کے وقت رفیع ٹھاٹ باٹ میں تھے اور خان مستانہ پھٹے حال۔ لیکن رفیع ایسے مفلوک الحال فنکاروں کو ماہانہ پابندی کیساتھ وظیفہ دیا کرتے تھے جنمیں خان مستانہ کے علاوہ ماسٹر نثار بھی شامل تھے۔ ماسٹر نثار پچھلے زمانے کے مشہور ہیرو اور گلوکار تھے۔

۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۷ء رفیع کا جد و جہد کا دور رہے۔ جسمیں انہوں نے اپنے مقام کے بنانے کے لئے ہر طرح جد و جہد کی۔ ۱۹۴۷ء میں رفیع کی جد و جہد نے

رفیع کو چمکا دیا۔ "شہید" میں غلام حیدر نے خان مستانہ کیساتھ "وطن کی راہ میں وطن کے نوجوان" والا مقبول ترین گیت گوایا۔ نوشاد نے "دلاری" اور "دیدی" میں نوشنکر جے کشن نے "برسات" میں ۱۹۴۸ء میں راجندر کرشن کا لکھا اور حسن لال بھگت رام کی بنائی ہوئی دھن میں محمد رفیع کا مشہور و معروف گانا "سنو سنو اے دنیا والو باپو کی یہ امر کہانی" "گاندھی جی کے قتل" کے فوری بعد آیا اور ہر سننے والے کو کافی متاثر کر گیا۔ اس گیت کو سننے کے بعد جواہر لال نہرو کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔ گیت کے اختتام پر رفیع نے جس انداز سے "جیئے گاندھی جیئے گاندھی" کہا ہے کافی متاثر کن ہے اور اس زمانے کے فن گلوکاری میں ایک نیا موڑ اور رفیع کے کمال کا مظہر ہے۔ اس گیت کی مقبولیت نے رفیع کو بحیثیت گلوکار ایک مستحکم مقام دلا دیا اور ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۲ء وہ سہگل اور طلعت محمود کے ہم پلہ گلوکار رہے اور پھر ۱۹۵۲ء میں محمد رفیع نے موسیقی کی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی۔ کیونکہ اسی سال فلم "بیجو باورا" آئی جس کے گانوں نے موسیقی میں انقلاب برپا کر دیا۔ رفیع کی غیر معمولی آواز نے نوشاد کی سحر خیز موسیقی میں جو دھوم مچائی تھی وہ ایک انقلاب سے کم نہ تھی۔ یہ انقلاب اتنا عظیم تھا کہ محمد رفیع ۱۹۵۲ء سے ۱۹۸۰ء تک فلمی گیتوں کا ایک "سنہرا آفتاب" بن کر چمکتے رہے۔ اس عرصے میں موسیقاروں نے ہر قسم کے تجربے کئے اور موسیقی کی پگڈنڈیوں پر جتنے کرتب وہ دکھلا سکتے تھے دکھلا دیئے اور یہ کمال تھا رفیع کا، رفیع کی آواز کا، رفیع کی فنکارانہ صلاحیتوں کا۔

۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۰ء کے دہے میں محمد رفیع کے گانوں کی گویا مسلسل بارش ہوتی رہی اس دہے میں محمد رفیع کے سوا کسی گلوکار کو وہ اہمیت مل ہی نہ سکی جو انہیں حاصل ہوئی تھی، یہ ایک مثالی اور یادگار دور محمد رفیع کے لئے رہا ہو موسیقاروں کے لئے، فن موسیقی کے پرستاروں کے لئے رہا۔ رفیع نے تقریباً ہر اداکار کے لئے اس کے کردار کے مطابق گایا یہ انکے فن کا کمال تھا آواز کا چمتکار تھا جو بے داغ اور اتنی شفاف تھی کہ جیسے پانی ہو کر ہر رنگ کر اپنا لے ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۰ء میں اکا دکا فلموں کو چھوڑ کر جتنی بھی کامیاب اور ناکام فلمیں آئیں وہ سب محمد رفیع کی آواز کی محتاج نظر آتی ہیں۔

آیئے اب ہم اس عظیم گلوکار کے فن کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ رفیع کے لئے ہر قسم کا گانا گانا انکے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ چاہے مشکل ترین راگ راگنی ہو، چاہے درد کی انتہا ہو، چاہے مغربی طرز ہو، چاہے قوالی ہو، بھجن ہو، غزل ہو، شوخ سے شوخ انداز ہو، چنچل سے چنچل ادا ہو، غرض ہر قسم کے چیلنج کا منہ توڑ جواب محمد رفیع بآسانی دے سکتے تھے، فلم "دو بدن" کی ایک غزل ہے "رہا گردشوں میں ہر دم میرے عشق کا ستارہ" ریڈیو پر سنئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رفیع یہ گیت گاتے ہوئے رو پڑے ہونگے لیکن اس گیت کی ریکارڈنگ والا فلم اگر آپ دیکھیں تو حیرت ہوگی کہ رفیع کھلکھلا کے ہنستے ہوئے اتنا غمگین گیت ریکارڈ کروایا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فن اور آواز پر انہیں کس طرح قدرت حاصل تھی۔

انہوں نے جو دیش بھگتی کے گیت گائے تو ایک تہلکہ مچا دیا آواز اس قدر جوشیلی اور ولولہ انگیز رکھتے تھے کہ گیت کے ذریعہ انہوں نے ہر ہندستانی کو مادر وطن کے لئے قربان ہونے تک کا جذبہ پیدا کیا ذیل میں ایسے ایک نہیں ایک درجن گیت پیش کئے جاتے ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔

۱۔ اب کوئی گلشن نہ اجڑے اب وطن آزاد ہے
۲۔ وطن کی راہ میں وطن کے نوجوان شہید ہو
۳۔ آواز دو ہم ایک ہیں
۴۔ وطن کی آبرو خطرہ میں ہے ہوشیار ہو جاؤ
۵۔ اپنی آزادی کو ہم ہرگز مٹا سکتے نہیں
۶۔ یہ دیش ہے ویر جوانوں کا البیلوں کا مستانوں کا
۷۔ ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کے
۸۔ وطن پہ جو فدا ہوگا امر وہ نوجوان ہوگا۔
۹۔ اس ملک کی سرحد کو کوئی چھو نہیں سکتا
۱۰۔ کر چلے ہم فدا جان و تن ساتھیو
۱۱۔ جہاں ڈال ڈال پر سونے کی چڑیاں کرتی ہیں بسیرا
۱۲۔ میری آواز سنو پیار کا راگ سنو

بھجن بھی کچھ اس انداز سے رفیع نے گائے ہیں کہ الفاظ اور سُر کو بھگتی بھاؤ میں اس طرح ڈبو دیا ہے کہ تن شردھا کی اتھاہ گہرائیوں میں کھو کر رہ جاتا ہے

انکی گائی ہوئی بھجنیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ راگ مالکونس میں گائی ہوئی بھجن" من تڑپت ہری درشن کو آج" جسے شکیل بدایونی نے لکھا تھا اور نوشاد نے بھجن بنائی تھی شاید فلمی موسیقی میں ایسی بھجن کا ثانی کبھی مل ہی نہ سکے گا۔ محمد رفیع کو بھی یہ بھجن کافی پسند تھی اور وہ اسی بھجن سے اپنے ہر اسٹیج پروگرام کا آغاز کرتے تھے اسکے علاوہ انکی دوسری تمام بھجنیں بھی ہندوستانی تہذیب کا خزانہ ہیں۔

۱ ۔ او دور کے مسافر ہم کو بھی ساتھ لے لے

۲ ۔ آنا ہے تو آ راہ میں کچھ دیر نہیں ہے

۳ ۔ بڑی دیر بھئی کب لوگے خبر موری رام

۴ ۔ سکھ کے سب ساتھی دکھ میں نہ کوئی

۵ ۔ رادھکا سے کے تو نے بنسری چرائی

۶ ۔ تو ہے میرا پریم دیوتا انہیں گلے تک پیاسی ہوں میں

۷ ۔ انصاف کا مندر ہے یہ بھگوان کا گھر ہے

۸ ۔ رام جی کی نکلی سواری رام جی کی لیلا ہے نیاری

۹ ۔ او دنیا کے رکھوالے سن درد بھرے میرے نالے

۱۰ ۔ جیئے رگھونندن جیئے سیارام

۱۱ ۔ بڑی دیر بھئی نندلالہ تیری راہ تکے برج بالا

۱۲ ۔ سائیں بابا بولو سائیں بابا بولو

راگ درباری والی بھجن "او دنیا کے رکھوالے" پر ہی رفیع اپنے پروگرام کا اختتام کیا کرتے تھے پروگرام کے درمیان میں مکمل شاستریہ سنگیت کا نرتیہ گیت" مدھوبن میں رادھکا ناچے رے" گایا کرتے تھے جو راگ حمیر میں ہے۔ شاستریہ سنگیت کے رفیع کے گائے ہوئے گانوں پر تو فلمی موسیقار اور فلمی سنگیت کے پریمیوں کا طبقہ ہی نہیں بلکہ شاستریہ سنگیت کے ماہر استادوں نے بھی داد و تحسین دی ہے۔ رفیع کے مقبول ترین شاستریہ سنگیت میں بندھے گیت ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

۱ ۔ مدھوبن میں رادھکا ناچے رے

۲ ۔ ناچے من مورا مگن تگ دھا دھگی دھگی

۳ ۔ اکھین سنگ اکھیاں لاگے رے

۴ ۔ اجہو نہ آئے بالما ساون بیتا جائے

۵ ۔ کیسے سمجھاؤں بڑی نا سمجھ ہو

۶ ۔ ساز ہو تم آواز ہوں میں

۷ ۔ کہو کہو بولے کوئلیا

۸ ۔ محبت کی راہوں میں چلنا سنبھل کے

۹ ۔ آجکل میں ڈھل گیا دن ہوا تمام

۱۰ ۔ ساون آئے یا نہ آئے جیا جب جھومے ساون ہے

۱۱ ۔ ایک سوال میں کروں ایک سوال تم کرو

۱۲ ۔ سلامت رہو سلامت رہو

غزل جسے رشید احمد صدیقی نے اردو کی آبرو سے تعبیر کیا ہے۔ موسیقی کے منحنی راستوں سے گذر کر سننے والوں کے دل و دماغ میں شاعر کی کہی ہوئی تمام کیفیات کو اتار دے۔ غزل گائیکی میں اسمیں شک نہیں کم سے کم ساز زیادہ سے زیادہ اثر پیدا کرتے ہیں لیکن غزل گائیکی کا پہلا اور اہم عنصر یہ ہے کہ تمام الفاظ سامع کے کانوں تک صاف صاف سنائی دیں چونکہ شاعر دو مصرعوں میں معنویت کے سمندر کو سمو دیتا ہے۔ اسلئے سامع کا ذہن ایک ایک لفظ کو تولتا رہتا ہے اس کے بعد موضوع کے اعتبار سے راگ اور راگنی کا انتخاب اور آواز کے مطابق ساز کا انتخاب کیجئے غزل تیار۔ غزل گائیکی کا کوئی بندھا ٹکا اصول نہیں ہے چاہے آپ ہزاروں مغربی سازوں پر مغربی دھنوں میں ہی کوئی غزل گائے ہوں غزل غزل ہی رہے گی۔ یہ حسن ذوق پر منحصر ہے کہ آپکو کون انداز لبھاتا ہے جیسے بیگم اختر اور شہنشاہِ غزل طلعت محمود کا انداز ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر فن مولا محمد رفیع کا جواب نہیں جیسے شاعری میں اسداللہ خاں غالب نے دعویٰ کیا ہے ؏

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

رفیع کا انداز بھی منفرد ہے اور اسی اردو کی آبرو یعنی غزل کے زیادہ سے زیادہ ریکارڈ رفیع ہی کے فروخت ہوئے ہونگے چونکہ حسب ذیل غزلوں کو رفیع نے جس انداز اور جس رنگ میں گایا ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔

۱ ۔ زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

۲ ۔ چودھویں کا چاند ہو یا آفتاب ہو

۳ ۔ میرے محبوب تجھے میری محبت کی قسم

۴۔ داستان تیرا ہوگا مجھ پر دل جاتا ہے وہ کہنے دو
۵۔ ہم بیخودی میں تم کو پکارے چلے گئے
۶۔ اس بھری دنیا میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا
۷۔ اے حُسن ذرا جاگ تجھے عشق جگائے
۸۔ رہا گردشوں میں ہردم میرے عشق کا ستارہ
۹۔ اس دل سے تیری یاد بھلائی نہیں جاتی
۱۰۔ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
۱۱۔ ساقی کی ہر نگاہ پہ بل کھا کے پی گیا
۱۲۔ کوئی ساغر دل کو بہلاتا نہیں

جہاں تک قوالی کا تعلق ہے قوالی کو فن کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی جو گائیکی کے دوسرے فنون کو حاصل ہے حالانکہ یہ فن بھی دم سانس اور تان کا متقاضی ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ بے سُرے قوالوں نے موسیقی سے بغاوت آمیز تانیں اٹھائیں اور یہ کہا جانے لگا کہ بگڑا گویا قوال۔ یہ فن حضرت امیر خسروؒ نے موسیقی والوں کو دیا ہے جس میں مذہبی عنصر کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ نعت، حمد اور منقبت وغیرہ اصناف کو بحسن و خوبی پیش کیا جاتا ہے۔ فلمی قوالیوں کا اپنا ایک علحدہ رنگ ڈھنگ ہے جس میں مختلف موضوعات کو موقع دیا گیا۔ سب سے مقبول اور سب سے بہترین فلمی قوالی "برسات کی رات" کی قوالی "یہ عشق عشق ہے عشق عشق" جسے ساحر لدھیانوی نے لکھا اور جس کے موسیقار روشن تھے۔ ہر اعتبار سے ایک ناقابلِ فراموش قوالی ہے اس قوالی میں رفیع پانچ منٹ تک دوسرے گلوکاروں کی نغمہ سرائی کے بعد اپنی آواز کا جس انداز میں جادو جگاتے اپنی نغمہ سرائی کا آغاز کرتے ہیں اسے آپ ایک ایسی ہی نشست میں ایک ہزار مرتبہ بھی سماعت فرمائیں تب بھی آپ اس ٹکڑے کو دوبارہ سننے کے متقاضی ہی رہیں گے۔ فن قوالی میں بھی رفیع کا انداز سب سے جدا اور سب سے اعلیٰ ہے۔ ان کی اونچی تان ان کا دم خم اور ساتھ ہی سریلا پن قوالی کے چار چاند لگانے کا کام انجام دیتا ہے۔ ان کی مندرجہ ذیل قوالیوں نے بھی کافی دھوم مچائی ہیں۔

۱۔ تیری تصویر لے کر کیا کرو گے تم
۲۔ پردہ ہے پردہ پردہ نشیں کو بے پردہ نہ کر دوں
۳۔ محلوں میں رہنے والے ہمیں تیرے در سے کیا
۴۔ پل دو پل کا ساتھ ہمارا
۵۔ ملتے ہی نظر تم سے ہم ہوگئے دیوانے
۶۔ ہے اگر دشمن زمانہ غم نہیں
۷۔ یوں ملے کہ ملاقات ہو نہ سکی
۸۔ تمہیں حُسن دے کے خدا نے
۹۔ ایسی نظر کو کیا کہئے جو یار نہ اپنا پہچانے
۱۰۔ اب چار دنوں کی چھٹی ہے
۱۱۔ کہنے والے تو بھی کہدے جو دل کی بات ہے
۱۲۔ حسن والے حسن کا انجام دیکھ

رفیع نے ہندی، اردو، حیدرآبادی، بھوجپوری، پنجابی، مرہٹی، کنڑی، اڑیہ، گجراتی، بنگالی، آسامی، ملیالم، ٹامل، تلگو اور انگریزی زبانوں میں گیت گائے تھے۔ شیام سندر سے لے کر دنکل ممتاز تک ان گنت موسیقاروں کی دھنوں میں ہر رنگ ہر ڈھنگ میں اپنے فن کا جادو ہر ایک سننے سمجھنے والے پر کیا۔ یوں تو عظیم موسیقار آتے رہیں گے اور غیر معمولی دھنیں ترتیب بھی دے لینگے لیکن ان دھنوں کو منظر عام پر اسی روپ و رنگ میں پیش کرنا ممکن نہ ہوگا۔ چونکہ رفیع نے فن کی ان بلندیوں کو چھو لیا تھا کہ کوئی بھی غیر معمولی دھن بڑی آسانی سے منظر عام پر رفیع کی مدد سے آجاتی تھی لیکن ایسے فنکار کا نعم البدل شائد ہی پیدا ہوسکے گا۔ موسیقی کی دنیا میں رفیع کی موت نے چھید کر دیا ہے۔ ان معیارات کو برقرار رکھنا ایک امر محال ہے گویا موسیقی نے دم توڑ لیا اس کا خاتمہ ہوگیا۔ اسی تعلق سے لتا منگیشکر نے رفیع کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ "سہگل کی موت پر ایک دور کا اختتام ہوا تھا اور رفیع کے جانے سے دوسرے دور کا خاتمہ ہوگیا" رفیع ایک سچے مسلمان تھے اسلام کا پاس انہیں بہت زیادہ تھا، روزہ نماز کے پابند تھے وہ حاجی بھی تھے۔ رفیع شراب، سگریٹ اور پان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ وہ حقیقت میں "مرد مومن" کا ایک نمونہ تھے۔ ۲۷ رمضان جمعرات کی رات انتقال ہوا اور ۳۱ جولائی ۱۹۸۰ء کو تدفین

●●

خزاں کے عہد میں بھی دل مرا اداس نہ تھا
بہار آئی مگر، ہاتھ میں گلاس نہ تھا

وہ ایک آنسو جو آکر رُکا سرِ مژگاں
وہ اور کیا تھا اگر غم کا اقتباس نہ تھا

خرد کا صرف یوں سے ہے مصلحت سے سمجھوتہ
تجھے بھلانے کا لمحہ جنوں کے پاس نہ تھا

وہ آج ہم کو سکھاتے ہیں زیست کے آداب
کبھی سلیقے سے جینا بھی جنکو راس نہ تھا

سجی تھی بزمِ سخن اور سب تھے مگن
ادب شناس تھے کوئی ادا شناس نہ تھا

عجیب حال تھا دانشوروں کے جسموں پر
تمام لفظ تھے مفہوم کا لباس نہ تھا

ندیم کب سے ہے حالات کے دوراہے پر
یہ وقت اب سے کبھی اتنا بدحواس نہ تھا

خیرات ندیم ۲۲۲-۶-۱۶ عثمان پورہ، حیدرآباد (اے پی)

ہونٹ سیے چپ چپ بیٹھے ہیں شہر کے جانے مانے لوگ
انجانے سمجھتے ہیں ہمکو سب جانے پہچانے لوگ

خون کے رشتے توڑنے والو تمکو یہ احساس کہاں
پل بھر میں ٹوٹیں گے یہ رشتے، ہوں گے سب بیگانے لوگ

افواہوں کی آگ کے شعلے شہر میں ہر سُو لرزاں تھے
آئے نہ آگ کو ٹھنڈا کرنے آئے نہ آگ بجھانے لوگ

شعلہ، بجلی، آندھی، طوفاں، شہر میں ہر سُو ہے بکھراؤ
جائیں تو آخر جائیں کہاں اب اپنی جان بچانے لوگ

فہم و فراست کی باتوں کو اہلِ سیاست کیا سمجھیں
گردشِ دوراں کے مارے ہیں جتنے ہیں فرزانے لوگ

عظمت، دولت اور شہرت کے سب خواہاں تھے لوگ بسنت
ڈھونڈ ھابت ہم ڈھونڈھ نہ پائے علم و فن کے دیوانے لوگ

بسنت کمار بسنت
۳۹ - ٹیڑھی بادلاد
رکاب گنج، لکھنو

عظمتوں کا دیار بن کے رہو
شہر میں شہر یار بن کے رہو

میں تمہارے لئے پریشاں ہوں
تم مرے غم گسار بن کے رہو

بن کے کمتر خلاؤں کو چھُو لو!
راستے کا غبار بن کے رہو

مفلسی سے بھی عشق فرماؤ
سینۂ زر پہ خار بن کے رہو

لذّتِ اضطراب بھی سمجھو!
کچھ دنوں بے قرار بن کے رہو

زندگی خود شراب ہے ندرت
بن پیئے پُر خمار بن کے رہو

ندرت نواز باگلہ اسٹریٹ امروہہ ۲۴۴۲۲۱

برق یوسفی
ملے پلی، حیدرآباد

سحر البیلی

ایک ماتھے کا جھومر چمکا، چمکی نار نویلی
عقل کے اندھے یوں کہتے ہیں آئی کا روپ پہیلی
میرے من کی آنکھ نے دیکھا نار ہے رنگ رنگیلی
جیسے جمنا جل کے تٹ پہ رادھا چلی اکیلی
آنگن نے لی انگڑائی ساری دھرتی جاگی
دیکھ کے اس کا اُجلا مکھڑا رات اندھیری بھاگی

○

پھوٹ پڑی ہے انگ انگ سے اسکے مست جوانی
اس کے روپ انوپ کی ہم سے سن لو، لوک کہانی
محل دو محلے گھوم رہی ہے کٹیاؤں کی رانی
آج نہیں تو کل آئے گی راہ پہ وہ دیوانی
اسکے نیناں مدھ کے پیالے ہر دل پہ چھلکائیں
جی کہتا ہے اتنا پی لیں مست الست ہو جائیں

○

ڈالی ڈالی پھول کھلیں اور کلی کلی مسکائے
پتہ پتہ لہک اٹھے ہر کھیت سدا لہرائے
چاند بھی شیتل شیتل کرنیں نگر نگر بکھرائے
سورج ڈگر ڈگر کی کالی راتوں پہ چھا جائے
ہم جوگی اس نار کی گوری باہوں میں سو جائیں
ہم راہی اُس روپ نگر کی راہوں میں کھو جائیں

○

صدیق کوثر
نزد جامع مسجد گاندھی روڈ، تانڈور، حیدرآباد

دیش دشمن منافع خوروں کے
اب نہیں ہوش پھر ٹھکانے سے
دام گرنے لگے ہیں ہر شئے کے
بیس نکتوں کے آزمانے سے

کارخانوں کے کھیت کے مزدور
اپنی محنت کا پا رہے ہیں صلہ
گھر بنانے کو ہیں زمینیں بھی
اب نہیں بے گھروں کو کوئی گلہ

آج محنت کشوں کی محنت کو
عزم نے کر دیا ہے لافانی
اور دھن وان کر نہیں سکتے
سود در سود اور من مانی

اب کھلے عام ملتی ہے ہر شئے
کوئی دقت نہ کوئی حیرانی
اور دفاتر میں کام نپٹانے
رشوتوں کی نہیں پریشانی

اب ملی ہے حیات جمہوری
اب اُجالوں کا دور چھائے گا
ہاتھ اندرا کے ہم کریں مضبوط
خوبصورت زمانہ آئے گا

نظیر علی عدیل
بیت النظیر ۲۳-۲-۱۹۰
مغل پورہ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

یوں ہیں مژگانِ یار صف بستہ
جیسے ترکوں کی فوج کا دستہ

ہائے بازار مصر کا رستہ
ہے اک اندھے کنویں سے وابستہ

یا تمہارا سوال ادھورا ہے
یا ہے میرا جواب برجستہ

کیسے نیند آئے سونے والوں کو
ہو اگر چھت مکان کی خستہ

منزلِ عشق کیسے طے ہوگی
ہر قدم پر ہے اک نیا رستہ

جن کو لایا بچا کے مقتل سے
ہیں مرے قتل پر کمر بستہ

فن سے بڑھ کر ہے شہرتِ فنکار
سایہ لمبا ہے اور قد پستہ

بانٹ لینے کو تم گلستاں کا
گل ہوئے ہیں شریکِ گلدستہ

آفتابی نظر تو لے آؤ
ذرہ ذرہ ہے رازِ سربستہ

جلد بازی ہے شیوۂ دشمن
دوست کرتے ہیں وار آہستہ

ہم عدم تا عدم چلے تھے عدیل
واپسی میں بدل گیا رستہ

نذیر فتح پوری
۸۳ یروڈا
پونہ ۶

طلب ہے دل میں تو مل جائے گی امان بہت
قدم قدم پہ ہیں دنیا میں سائبان بہت

میں بدنصیب زمیں پر اتر سکا نہ کبھی
مرے نصیب میں لکھے تھے آسمان بہت

پرندہ فکر کا بچ کر بھی جائے گا تو کہاں
ہمارے پاس تخیّل کی ہے اڑان بہت

جو کاروانوں سے بچھڑے ہوئے ہیں ان کے لئے
غبارِ راہ بھی منزل کا ہے نشان بہت

تمہاری چرب زبانی تمہیں مبارک ہو
مرے لئے تو خموشی کا ہے بیان بہت

یہ عمر موت کی دہلیز تک جو آ پہنچی
دیئے ہیں اس کے لئے ہم نے امتحان بہت

پناہ مانگنے غیروں کے در پہ کیوں جائیں
نذیر کافی ہے اپنا ہی سائبان بہت

زمانہ روپ بدل کر مری تلاش میں ہے
خوشا یہ دورِ ستمگر مری تلاش میں ہے

سنا ہے مرا مقدر مری تلاش میں ہے
خیال و خواب کا پیکر مری تلاش میں ہے

وہ حادثہ کہ جہاں زندگی غزل خواں ہو
وہ حادثہ تو برابر مری تلاش میں ہے

نہ سنگ تراش ہوں میں اور نہ آذر و بہزاد
ہر ایک راہ کا پتھر مری تلاش میں ہے

مرے خیال کی رعنائیوں کو اپنانے
ہر ایک بزمِ سخنور مری تلاش میں ہے

غم و الم کی گھٹاؤں میں آج بھی طاہر
کسی کی چشم کا ساغر مری تلاش میں ہے

طاہر رومانی ۹ ۴۱۵-۸-۷ باغ جہاں آرا چھاؤنی نادر علی بیگ حیدرآباد ۲۳

خورشید جنیدی
۸۳۶ - ۱ - ۲۳ مغل پورہ حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

اے وطن

اے وطن اے جذبۂ ایثار کے آئینہ دار — کھیلتا ہے ادیوں میں تیری انسانوں کا پیار
تیرا ہر ذرہ ہے گویا علم و فن کا آبشار — تجھ سے قائم ہے تمدن کی نفاست کا وقار

تیرے اخلاص و مروت پر زمانہ دنگ ہے
تیرا ممنونِ کرم جذبات کا آہنگ ہے

سبزہ زاروں میں ہیں رقصاں حسن کی رعنائیاں — دیو تاروں پر بتوں کی دل نشیں پرچھائیاں
لہلہاتی کھیتیوں میں عشق کی انگڑائیاں — گونجتی ہیں نغموں کی راگ میں شہنائیاں

تیرے میخانوں میں بٹتی ہے شراب زندگی
تیرے میخواروں کا حصہ ہے شباب زندگی

تو علی کے پیار کا ہے ایک نقشِ جاوداں — تجھ سے تانا شاہ کی نازک مزاجی ہے عیاں
آتما کی شانتی ہے تیری دھرتی میں نہاں — ہے تری تقدیس سے تیرے سپوتوں کا نشاں

تو نگاہِ اہلِ دل میں نور کا مینار ہے
تیری صلح و آشتی ہر دور کا شہکار ہے

مسجد و مندر کلیسا گردوارے کی زمیں — چپہ چپہ ہے ترا گہوارۂ نور یقیں
تیرے متوالوں کی فطرت میں تعصب ہی نہیں — اُنکا ہر ذوقِ محبت ہے محبت آفریں

عظمتِ انسانیت کرتی ہے تیرا احترام
السلام اے پرورش گاہِ بصیرت السلام

تیری ارضِ پاک سے اُبھرے ہیں ایسے آفتاب — ہر زمانہ جنکے ذہن و فکر سے ہے فیض یاب
منچلے تیرے ہیں یوں تو در گذر میں لاجواب — سخت ہے لیکن بہت اُنکا شعور احتساب

ہاتھ رکھدیں گردنِ افراسیاب وقت پر
ڈالدیں اپنی کمندیں آفتابِ وقت پر

○

سعادت نظیر
حیدرآباد

دو غزلیں

(۱)

بہ نامِ امن یہ سب شور و شر تو کچھ بھی نہیں
اسی کا نام ہے دنیا اگر تو کچھ بھی نہیں

نہ ہو جو درد میں کیف و اثر تو کچھ بھی نہیں
نہ ہو بہار پہ زخمِ جگر تو کچھ بھی نہیں

زمیں کا چاند کہاں؟ آسماں کا چاند کہاں
ہوس کے بندوں کا ذوقِ نظر تو کچھ بھی نہیں

یہ اضطراب، یہ درد و الم، یہ آہ و فغاں
اگر نہیں شبِ غم کی سحر تو کچھ بھی نہیں

بتائیں کیا تجھے قیمت ہم اپنے اشکوں کی؟
تری نگاہ میں لعل و گہر تو کچھ بھی نہیں

سوائے حسرتِ پرواز اور کیا ہے یہاں
درِ قفس ہے کھلا، بال و پر تو کچھ بھی نہیں

نگاہِ ناز کے کشتوں کے ساتھ سب کچھ ہے
جدھر ہیں عقل کے مارے اُدھر تو کچھ بھی نہیں

یہ سب کرم ہے کسی کی نظر کا ورنہ نظیرؔ
فروغِ شعر میں اپنا ہنر تو کچھ بھی نہیں

(۲)

وہ آفتاب ہے اُس کی گلی کا ہر ذرہ
کہ آسماں کے نجوم و قمر تو کچھ بھی نہیں

گزر گئی شبِ غم پھر بھی تم نہیں آئے
مری نگاہ میں تنہا سحر تو کچھ بھی نہیں

گرے جو آنکھ سے آنسو ہمارے دامن پر
تری نظر میں نہیں وہ گہر تو کچھ بھی نہیں

نظیرؔ فن سے بنائے ہزار بات کوئی
نہ ہو جو آتشِ دل تیز تر تو کچھ بھی نہیں

پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

سارے جہاں سے پیاری سارے جہاں سے نیاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

بھارت ہے نام جس کا وہ دیش ہے ہمارا — دنیا سے پیار جسکو دنیا کو ہے جو پیارا
سب سے ہے میل جس کا سب ہے جس کی یاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

سرسبز جسکے میداں شاداب کھیتیاں ہیں — دھرتی پہ جس کی ہر دم ندیاں رواں دواں ہیں
جن کے بطن سے لاکھوں نہریں ہوئی ہیں جاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

مذہب الگ الگ ہیں ذاتیں جدا جدا ہیں — رسمیں الگ الگ ہیں باتیں جدا جدا ہیں
پہلے ہیں بھارتی پھر پنجابی یا بہاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

مہکا رہے ہیں دھرتی چاہت سے پھول جس کے — اپنا رہی ہے دنیا پیارے اصول جس کے
شیدا ہے جان و دل سے مخلوق جس پہ ساری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

ہر کھیت اب ہمارا سونا اگل رہا ہے — ہر شخص عزم نو کے سانچے میں ڈھل رہا ہے
اب بھوک سے کرے گا کوئی نہ آہ و زاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

گاندھی نے جس کو اپنے خونِ جگر سے سینچا — نہرو نے اپنا سب کچھ دیکر جسے سنوارا
کرنی ہے اس چمن کی اب ہم کو آبیاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

ہم منزلوں کی جانب دن رات بڑھ رہے ہیں — پیہم ترقیوں کے زینوں پہ چڑھ رہے ہیں
پیچھے نہیں ہے کوئی نر ہو کہ وہ ہو ناری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

ہم لوگ جانتے ہیں جینے کے راز راہی — قربانیوں پر اپنی ہم کو ہے ناز راہی
اپنے بڑوں سے ہم نے سیکھی ہے جاں نثاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

محبوب راہی
نزد گلزار مسجد
پوسٹ آفس - بارسی ٹاکلی
ضلع اکولہ (ایم-ایس)

غزلیں

نہ کھو تو زندگی کے قیمتی لمحے فضول اے دل
رہے مقصد نہ تیرا اس جہاں میں بے حصول اے دل

نہ ہوگی قیمتِ راحت تجھے ہرگز وصول اے دل
تیری الفت جہانِ رنگ و بو سے ہے فضول اے دل

غموں کا دور بھی آتا ہے اکثر زندگانی میں
کہ لمحاتِ مسرت عارضی ہیں یہ نہ بھول اے دل

میں محرم ہوں ترے دل کا حقیقت چھپ نہیں سکتی
کہاں تک ڈالتا جائے گا تو آنکھوں میں دھول اے دل

بسیرا اس جہاں میں عارضی ہے جبکہ انساں کا
ہزاروں سال کے منصوبے اپنے ہیں فضول اے دل

دکھا خونِ شہادت سے جما کر رنگ ساون کا
لگا لے دار کا پھندہ اسی کو ہے یہ جھول اے دل

نہیں آیا تجھے راہِ محبت میں فنا ہونا
رہا جاتا ہے مقصد زندگی کا بے حصول اے دل

وفا پیشہ کبھی ہمت نہ ہاریں راہِ الفت میں
ضروری ہے کہ دل میں یاد رکھیں یہ اصول اے دل

نہیں نعمت سے کم کوئی مسرت بزمِ فانی میں
مگر غم کی بھی قیمت ہے جہاں میں یہ نہ بھول اے دل

گلوں میں خار ہونگے خار کے پہلو میں گل ہونگے
ازل سے تا ابد قائم رہے گا یہ اصول اے دل

بہارِ زیست کی آمد پہ ہو نہ اس قدر شاداں
ترے دامن سے خار الجھیں گے اکو بھی پھول آئے دل

مسرت سے نہیں باقی رہی دل بستگی اپنی
طبیعت نے غموں کو کر لیا ہے اب قبول اے دل

اجل نے داستانِ عمر روشن مختصر کر دی
نہیں تو توشۂ عصیاں کو دیتا اور طول آئے دل

روشن پٹیالوی (جرنلسٹ، ۲۱۷۶ سیکٹر ۱۹ سی چنڈی گڈھ)

ہر درد تھوڑی دور چلا پھر ٹھہر گیا
تا حدِ عمر بس غم دیوار و در گیا

پہلے تو مسکرا دیا شبنم کو دیکھ کر
پھر ریزہ ریزہ ٹوٹ کے سورج بکھر گیا

وہ شخص جس کا بھیڑ میں رہنا شعار تھا
تنہا ہوا تو اپنے ہی سایے سے ڈر گیا

اب سنگ ساریوں کی نہ زحمت اٹھاؤ تم
اس شہر میں جو رہتا تھا آئینہ گر گیا

دیکھا ہیں جو لمحوں کو صدیوں میں ڈھلتے
پندارِ ماہ و سال کا چہرہ اتر گیا

چھو کر لبوں نے جامِ ہلاہل الٹ دیا
دل آج پھر بقائے دوامی سے ڈر گیا

مجھ میں چھپا ہوا تھا ازل سے جو تشنہ لب
حیرت سنا ہے آج وہ شخص دہاکے مر گیا

ملراج حیرت
بی۔ ۲۹۲
سب ڈویژن موتی باغ
نئی دہلی۔ ۲۱

کیوں نہ اس در پہ پھر ایک بار صدا دی جائے
آتشِ شوق کو اس طرح ہوا دی جائے

دل کی ہر بات انہیں آج سنا دی جائے
قیدِ آدابِ محبت ہی اٹھا دی جائے

ٹوٹ کر چاہنے والوں کو سزا دی جائے
اس جفا جو کو بہر حال دعا دی جائے

ہجر و فرقت کی اس رات میں دم گھٹتا ہے
اس اندھیرے میں کوئی شمع جلا دی جائے

طے تو ہونگے ہی کبھی پیچ و خمِ راہِ جنوں
جان کی بازی مگر اس میں لگا دی جائے

آج بھی ذوقِ جنونِ عام کہاں ہے منظور
کوئی تدبیر زمانے کو بتا دی جائے

محمد منظور احمد
۲۲-۱-۷۳۲/۱
دار الشفا ۶، حیدرآباد

مُبصّر: وقار خلیل

نئی کتابیں

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہے، تبصرہ نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے ۔ "ادارہ")

نام کتاب "وضاحتی کتابیات"

(جلد اول) صفحات : ۳۱۸

مرتبین : ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر مظفر حنفی، اشاعت ۱۹۸۰ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار، ڈیمائی سائز، آفسیٹ کتابت اور طباعت

جلد اور سرخ دیسی کپڑے کی جلد قیمت ۱۷/- روپے ناشر : ترقی اردو بیورو

(حکومت ہند) ویسٹ بلاک ۸، آر کے پورم - نئی دہلی ۱۱۰۰۲۲

اردو میں معیاری کتابوں کی صحت متن کے ساتھ اشاعت اور تشہیر کو عوامی سطح اور بڑے پیمانے پر اول اول منشی نولکشور (لکھنو) نے باقاعدہ مہم کے طور پر فروغ دیا جیسے ابتدائی طور پر اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کی رہگذر کو فورٹ ولیم کالج والوں نے اور حیدرآباد کے نواب شمس الامراء کے اشاعتی اور طباعتی ذوق نے سہارا دیا پھر یہ کام لاہور والوں نے زیادہ وسیع طور طریق پر آگے بڑھایا اور پھر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، دہلی، مکتبہ جامعہ دہلی، ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد اور نسیم بکڈپو لکھنو نے بھی انجام دیا۔ کام بھی اچھا ہوا اور نام بھی کمایا۔ آزادی کے بعد مرکزی وزارت تعلیم نے ترقی اردو بورڈ قائم کر کے اردو کلاسیکی کتابوں کی اشاعت کو عہد ساز اقدار کا حامل بنایا ۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی پہلی اور بڑی حد تک مبسوط پیش کشی ہے ۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ کا شمار اُن دانشوران اردو میں ہوتا ہے جن کی فکر و نظر کی گہرائی اور گیرائی میں شبلی کا سا علمی تبحر، آزاد اور ابوالکلام سا توازن غالب اور حالی جیسی تمازت اور طہارت کے ساتھ ساتھ پریم چند، بابائے اردو مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر زور جیسا جذبہ وطنیت، تحقیقی اور تخلیقی لگن، اردو تہذیب اور ہندوستانی کلچر سے بے پناہ لگاوٹ ان کا وظیفۂ حیات ہے ۔ موصوف نے "وضاحتی کتابیات" کی ترتیب میں حسن زکاوت و ذہانت کو روشن کیا ہے اور جس خوش اسلوبی سے ۱۹۷۶ء کی مطبوعات پر حاشیہ آرائی کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری زبان میں کیٹلاگنگ کی اچھی روایات کو اس طرح کے کاموں سے فروغ دیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر مظفر حنفی کے اشتراک سے وضاحتی کتابیات کی اس جلد اول کو نارنگ نے حسن ترتیب اور حسن طباعت کا گلدستہ بنا کر پیش کیا ہے ۔ اردو میں علمی، ادبی تحقیق اور تخلیقی کام کرنے والوں کی بنیادی ضرورت کی راہ میں حائل دشواری کو اس طرح کی مطبوعات پوری کر سکتی ہیں ۔

زیر نظر وضاحتی کتابیات میں (۳۷۲) مطبوعات کو شامل کیا گیا ہے جن میں ادبی تحقیق و تنقید کی ۷۸ کتابیں، شاعری کی ۱۰۱، ناول ۳۷، افسانہ ۲۴، ڈرامہ ۹، مضمون، انشائیہ اور خاکہ ۸، سفرنامہ ۲، مکاتیب ۴ اور زبان ۹ کے علاوہ سماجی اور سائنسی علوم میں تاریخ و تہذیب اور سیاسیات کی ۲۰، تعلیم ۳، صنعت و حرفت و کامرس ۶، سائنسی علوم ۷، مذہبیات کی ۲۱ کتابیں، اور بچوں کے ادب کی ۳۸ مطبوعات کے علاوہ ۶ متفرق موضوعات کی کتابوں پر تفصیلی نوٹ

درج ہیں جن میں مصنف / مرتب کی صراحت، سن اشاعت، تعداد اشاعت، سائز، صفحات، قیمت اور ناشر کا نام درج ہے۔ آئندہ کی اشاعتوں میں پریس کا نام بھی لکھا جاسکے تو اسکی افادیت میں اضافہ ہوگا۔

وضاحتی کتابیات میں حیدرآباد کی صرف ۲۴ مطبوعات کے بارے میں تفصیلات ملتی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف یہاں کی ۲۰ فیصد کتابیں مرتب کی نظر سے گزری ہیں، اس لحاظ سے زیر نظر وضاحتی کتابیات میں پورے ملک کی تقریباً ۴۰ فیصد مطبوعات شامل ہونے سے رہ گئیں ایسے کاموں کے لئے وزارت تعلیم کے اردو بورڈ کو چاہیئے کہ وہ ریفرنس کے طور پر نئی مطبوعات کی دو دو جلدیں مصنفوں / ناشروں سے راست بہ اخذ قیمت یا ذریعہ دی پی طلب کرکے یکجا کردے تاکہ اس سے مرتبین بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مبسوط اور جامع کتابیات کی ترتیب سے عہدہ برآ ہوں، مفت مصنفوں یا تحفوں کی صورت میں جمع کردہ کتابوں میں اہم مطبوعات رہ جاتی ہیں۔ وضاحتی کتابیات کی اشاعت میں مرتبین اور جناب شمس الرحمٰن فاروقی ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ●●

نام کتاب "انشا کا ترکی روزنامچہ"

ترجمہ و ترتیب : ڈاکٹر سید نعیم الدین ، صفحات ۶۸ ، ڈیمائی سائز
آفسیٹ کتابت و طباعت ۔ کارڈ بورڈ سرورق، قیمت ۵۰/۴
اشاعت : ۱۹۸۰ء ناشر : ترقی اردو بورڈ ۔ ویسٹ بلاک ۸
آر کے پورم ۔ نئی دہلی ۲۲-۱۱۰۰

مایہ ناز شاعر اور مختلف علوم میں دستگاہ رکھنے والے عالم انشاءاللہ خاں انشا کا زیر نظر ترکی روزنامچہ حاکم اودھ نواب سعادت علی خاں کے عہد حکومت کے انتظامی امور، زبان و ادب اور کلچر کے گنگا جمنی روایات کے متاثر کن دھاروں سے روشناس کراتا ہے۔ تاریخ ادب اردو کے اوراق میں انشا اور حاکمان اودھ کی معارف نوازیوں کا ذکر تو ملتا ہے اس روزنامچہ سے جسے انشا نے ترکی زبان میں سپرد قلم کیا۔ نئے بہت سی اہم معلومات منظر عام پر آگئی ہیں۔ علم لسانیات سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ روزنامچہ استفادہ اور حوالے کی چیز بھی ہے۔ روزنامچہ کے مترجم ڈاکٹر نعیم نے جو اردو فارسی کے دانشور نقاد اور ترکی زبان کے ماہر بھی ہیں، ترجمہ کی دشواریوں کو پاٹ دیا ہے اور رواں دواں ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر نعیم نے سیر حاصل اور علمی مقدمہ لکھکر روزنامچہ انشا کی افادیت کو واضح کیا ہے اور لکھا ہے کہ "نواب صاحب کو انشا سے بڑا لگاؤ تھا، ڈائری پڑھکر انشا کی سادگی، خلوص اور بے ریائی کا اندازہ ہوتا ہے اس نامکمل ڈائری سے ایک ہنستے کھیلتے، تڑپتے مچلتے انسان کی تصویر ابھرتی ہے اور اردو کا یہ محبوب شاعر انسان کی حیثیت سے محبوب ترین کر سامنے آجاتا ہے۔ ●●

نام کتاب "ہندوستان میں عورت کی حیثیت"

انڈین کونسل آف سوشیل سائنس اینڈ ریسرچ حکومت ہند کی رپورٹ
اردو ترجمہ : صغرا مہدی ۔ صفحات ۲۶۸ ۔ ڈیمائی سائز
قیمت ۹/ روپے ، آفسیٹ کتابت و طباعت ، اشاعت ۱۹۸۰ء
ناشر : ترقی اردو بیورو (وزارت تعلیم حکومت ہند) آر کے پورم
نئی دہلی ۲۲-۱۱۰۰

ہندوستانی معاشرہ میں عورت کی حیثیت اور نئے حالات میں اسکی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے حکومت ہند کی طرف سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ اس کمیٹی کی مبسوط رپورٹ کو "ہندوستان میں عورت کی حیثیت" نامی کتاب میں شائع کیا گیا ہے۔ جائزہ اور سفارشات کا یہ خلاصہ اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستانی عورت کو روایات کی تاریکی سے نکالا جائے، توہمات اور رسومات کی جکڑ بندیوں سے آزاد کیا جائے اور مرد کے دوش بدوش زندگی کے ہر شعبے میں کارکرد بنایا جائے۔ عورت کی ہندوستانی تقدیس، ماں اور بیٹی کے کردار کو خلوص کے ساتھ محسوس کیا جا کر اُسے عملاً مصروف رکھنے کے طریق اس کمیٹی نے غور و خوض اور سرد

غزل

نگار بانو ناز
۵۲ امداد علی لین
کلکتہ ۷۰۰۰۱۶

وہ آ کے کیوں میرا اپنا نیا سجائیں گے
بجھے چراغ کو اب اور کیا جلائیں گے

کہاں کا وعدۂ فردا کہاں کی وہ قسمیں
انہیں نہیں تھی محبت تو کیا نبھائیں گے

کسک سی اٹھتی ہے تنہائیوں کے لمحوں پر
سلا نہ پائیں گے ارماں سلا نہ پائیں گے

اٹھا کے اشکوں کا لاشہ تھکی تھکی سی قدم
اسے کہیں کوئی منزل نیا دکھائیں گے

سنا ہے چاند ستاروں کا خواب دھوکہ ہے
نہ خواب اب کبھی تاروں بھرا سجائیں گے

میں **نازؔ** لمحوں کی بندش میں جکڑی بیٹھی ہوں
بھلا چکے ہیں انہیں اور کیا بھلائیں گے

کے بعد مرتب کئے ہیں اور روزگار کے پراجکٹوں میں عورتوں کی شمولیت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا ہے تاکہ انکی فلاح و ترقی میں کوئی دشواری حائل نہ ہو، عورت کی قانونی، مذہبی اور گھریلو پوزیشن کو ملحوظ رکھکر اسے ملک کی اقتصادیات کو روشن کرنے اور تعلیم و سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ میں چند پروگرام وضع کئے گئے ہیں خواتین کی فلاح و بہبود سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ان سفارشات کا مطالعہ ناگزیر قرار پاتا ہے۔ اس کتاب میں جدول چارٹ، اور خاکوں کے ذریعہ عورتوں کی فلاحی اسکیموں کو ظاہر کیا گیا ہے ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی ڈائرکٹر ترقی اردو بورڈ اس اہم کتاب کی اشاعت کے باب میں مبارک باد کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ●●

جاوید ندیم
پیدہ، بجنور - ۲۴۶۷۰۱

اے وطن اے وطن میرے پیارے وطن
تجھ پہ قرباں کروں اپنے جان اور تن
دل یہ کہتا ہے جذبوں سے بھر کر مجھے
تیری دھرتی ہے سونے سے بڑھ کر مجھے
تیرے سر پر ہمالہ تو سینے پہ گنگ و جمن
اے وطن .....

تیرے ذروں میں سورج چمکتا یہاں
تیرے قدموں پہ ہر سو جھکا آسماں
تیری عظمت کے نغمے یہ ہر اک دہن
اے وطن .....

ہند و مسلم ترے پھول دو رنگ کے
جنکی خوشبو فضاؤں میں ہر سو اڑے
مختلف رنگ و گل کا ہے تو اک چمن
اے وطن .....

اب تو تیری فضائیں سب آزاد ہیں
ہم کہ بیٹے تیرے تیرے بن میں آباد ہیں
تیری خاطر ہے اب میرا جیون مرن
اے وطن .....

جناب کے پربھاکر ریڈی وزیر داخلہ و جنگلات نے شہریوں کو جلانے کی لکڑی سربراہ کرنے کے مرکز کا عنبر پیٹ میں افتتاح کیا

مرکزی ایڈیشنل سکریٹری زراعت و اغذیہ کی تیارت میں ایک مرکزی ٹیم نے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ مرکزی ٹیم کے ارکان کھنٹیکسر ضلع رنگا ریڈی میں ایک باؤلی کا معائنہ کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں

طیرانگاہ دہلی پر سوویت پریسیڈنٹ برزنیف کا صدر جمہوریہ مسٹر این سنجیوا ریڈی اور وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے خیر مقدم کیا (فوٹو پی آئی بی)

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے اعزاز میں خصوصی ڈاک ٹکٹ

محکمہ ڈاک نے بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ء کو عظیم ماہر تعلیم ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے سوویں یوم پیدائش کے موقع پر ان کے اعزاز میں خصوصی ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔ ۳۵ پیسے کی مالیت کے اس ٹکٹ پر ان کی تصویر چھپی ہے پہلے دن کے کور پر جو تصویر ہے اس میں ان کے ساتھ ان کی بیٹی ہے نائب صدر جمہوریہ ہند مسٹر ایم ہدایت اللہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ء کو جامعہ ملیہ کی ایک تقریب میں اس ٹکٹ کی رسم اجراء انجام دی۔

آندھرا پردیش کی ترقی کی کہانی نمائش کا جو کلا بھون میں منعقد ہوئی۔ وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے۔ ساتھ میں جناب ایم باگا ریڈی وزیر پنچایت راج۔ جناب کے بر بھاکر ریڈی وزیر داخلہ، جگلات اور دوسرے عہدہ دار دیکھے جا سکتے ہیں

غریبوں کو مفت قانونی امداد کی ایک اسکیم کا افتتاح وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کے ہاتھوں عمل میں آیا اس موقع پر جناب پی شیو شنکر مرکزی وزیر قانون و انصاف، جناب ایوپ ریڈی ریاستی وزیر قانون، جناب جسٹس بھگوتی دیکھے جا سکتے ہیں

وزیراعلیٰ جناب ٹی انجیا کے ھاتھوں سنگکنڈ ہ میں گورنمنٹ پالی ٹکنک کا افتتاح کیا۔
اس موقع پر جناب ٹی ھیگریواچاری وزیر فنی تعلیم بھی دیکھے جا سکتے ھیں

وزیراعلیٰ جناب ٹی انجیا آل انڈیا اردو ایجوکیشنل سمینار سے خطاب کر رھے ھیں۔ تصویر میں جنابھی وینکٹ سوامی وزیرا غذیہ اور جناب جلیل پاشاہ دیکھے جا سکتے ھیں

وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کے آبائی موضع بھانور میں پانی کی سربراہی کی اسکیم کا وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں افتتاح ہوا۔ جناب کے پربھاکر ریڈی وزیر داخلہ۔ جناب ایم باگا ریڈی وزیر پنچایت راج جناب کے۔ ایس۔ نارائن رکن پارلیمان بھی اس موقع پر موجود تھے

چیکوسلواکیہ کے ایک پارلیمانی وفد نے حیدرآباد کا دورہ کیا۔ وفد کے ارکان وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں
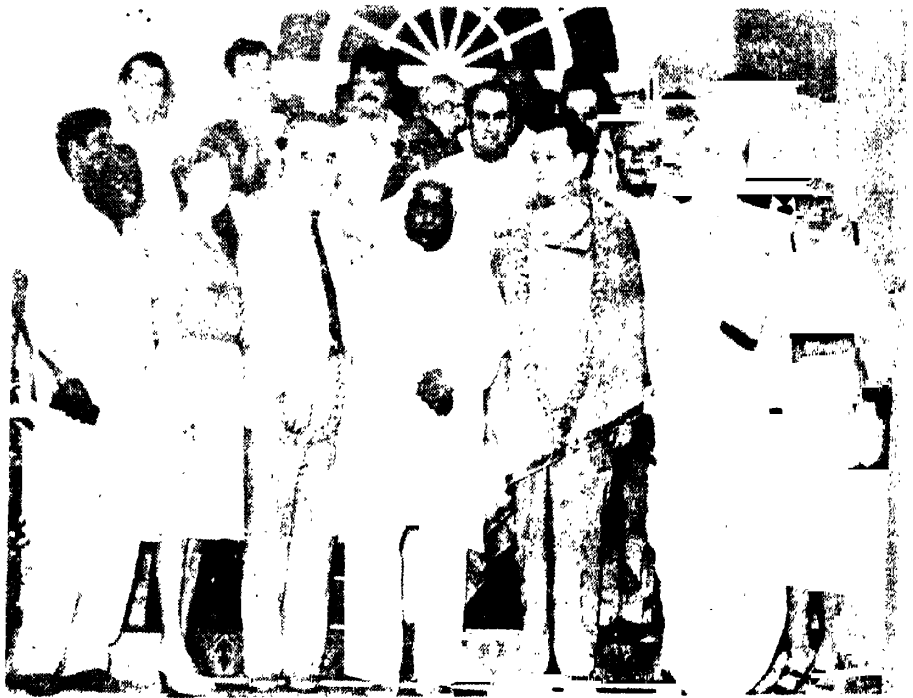
آندھرا پردیش
جولائی ۱۹۸۱ء
۵۰ پیسے
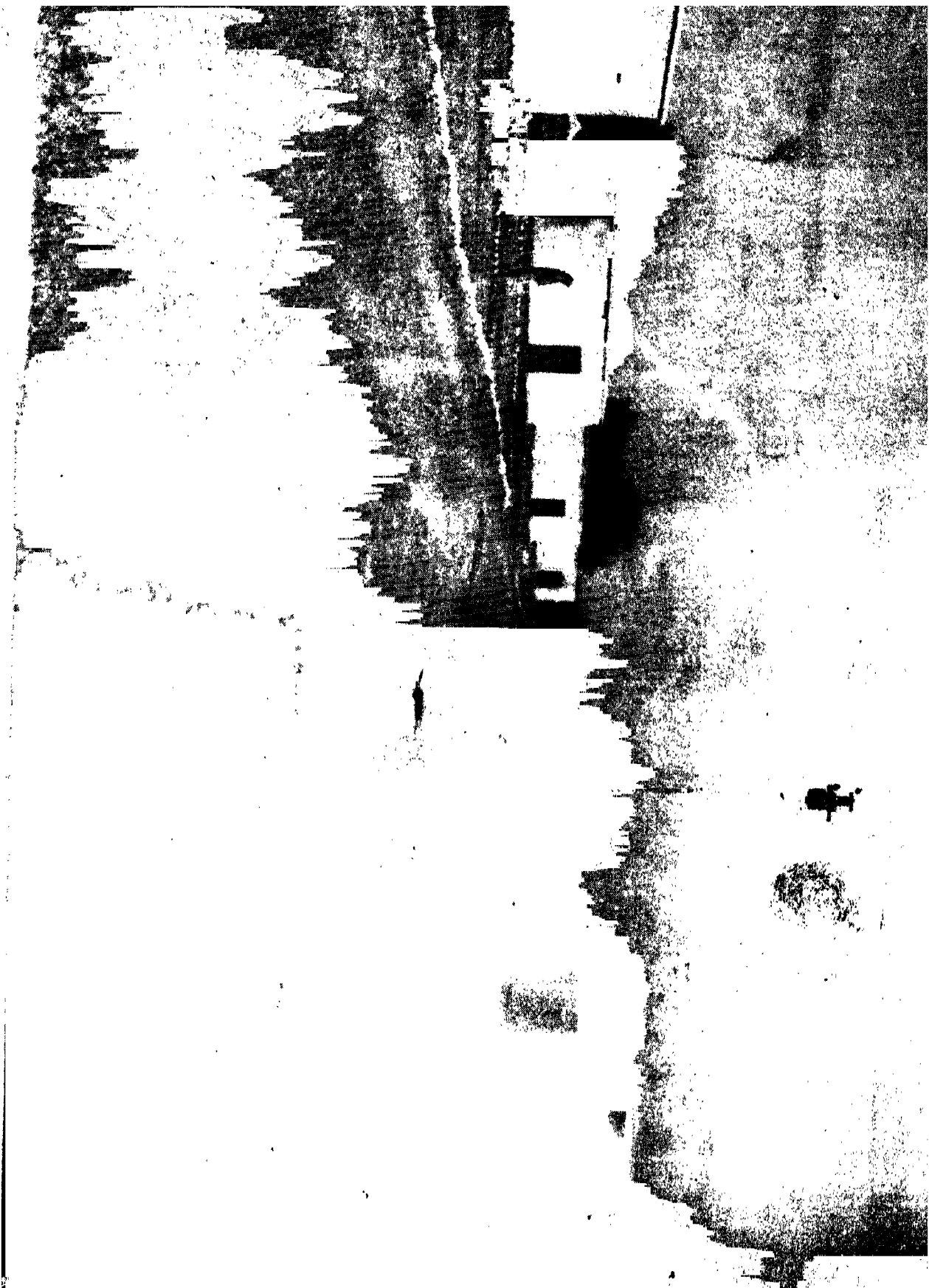
اردو ماہنامہ

آندھرا پردیش

چیف ایڈیٹر

وی۔ وی۔ مانکیالا راؤ

ایڈیٹر

ملک محمد علی خاں

فروری ۱۹۸۱ء

اشاعت کا ۲۶ واں سال • شمارہ ۲

ترتیب

- سرورق کا پہلا صفحہ
حیدرآباد میں یوم جمہوریہ کے موقع پر محکمہ اطلاعات کی جھانکی پیش کی گئی۔
- سرورق کا دوسرا صفحہ
سینچے کالونی کونڈہ مڈگو دیلیج تعلقہ بھونگیر کا ایک منظر
- سرورق کا تیسرا صفحہ
بھونگیر میں پانی کی نئی ٹانکی
- سرورق کا چوتھا صفحہ: چیف منسٹر نلگنڈہ میں پسماندہ طبقات اور ہریجنوں میں سینے کے مشینوں کیلئے قرضے تقسیم کر رہے ہیں تصاویر: نندگوپال نائیڈو

- اِس شمارہ میں اہل قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
- زرسالانہ: ۶ روپے، فی پرچہ ۵۰ پیسے۔ زرسالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ کے نام روانہ کیجئے
- مضامین بھیجنے کا پتہ: ایڈیٹر اُردو ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ، گرہاکلپا، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے۔پی)
- ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا • طباعت: گورنمنٹ سنٹرل پریس، چنچل گوڑہ، حیدرآباد • تزئین و کتابت: ایس اے حمید

موجودہ وزارت کے
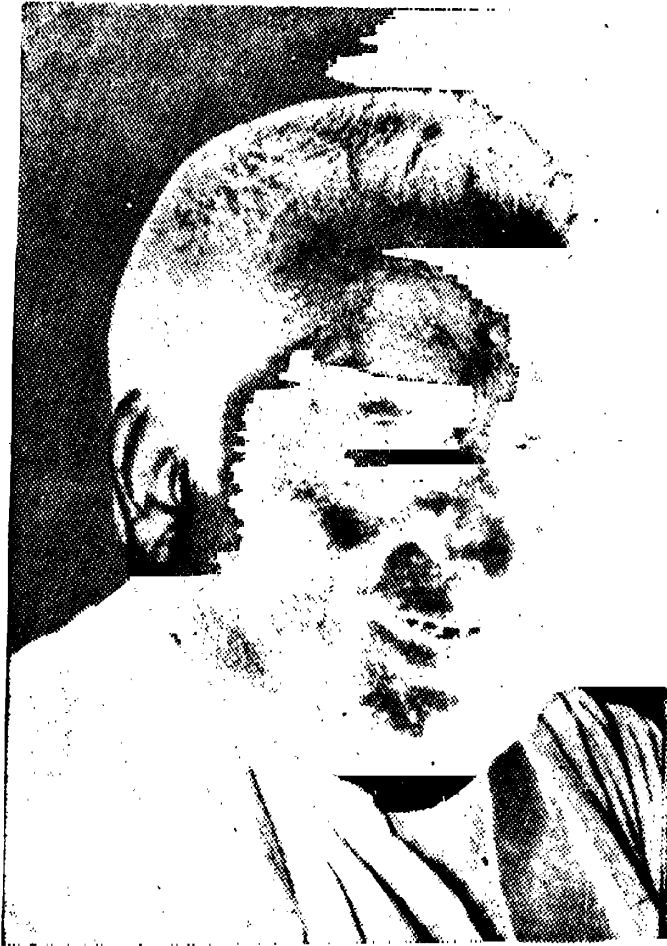
شری ٹی انجیا چیف منسٹر آندھرا پردیش کی فعال رہنمائی میں آن کی حکومت نے ۱۸ رجنوری سنہ ۱۹۸۱ء کو ایک سو دن مکمل کر لیے اس مدت کے دوران حکومت نے حسب ذیل کارنامے اور شاندار ترقی کے منازل طے کیے۔ ریاستی سلور جوبلی تقاریب کے موقع پر شری ٹی انجیا نے ہماری ہردل عزیز وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام اور سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام کو کامیاب طریقہ پر روبہ عمل لاکر دیہاتوں کو ترقی دینے کا عزم کیا اور اس سلسلہ میں مختلف اسکیموں اور پروگراموں کو شہروں اور دیہاتوں میں کامیابی سے روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ ریاستی حکومت دسمبر سنہ ۱۹۸۰ء اور اکتوبر سنہ ۱۹۸۱ء کے دوران ہر ماہ خاص طور پر ترقیاتی پروگراموں کا جائزہ لے گی۔ اور سلور جوبلی سال کے دوران مختلف ترقیاتی پروگرامس مثلاً عوام کے رہائشی مسائل، زرعی قرضہ جات سے امداد، دیہاتوں میں بجلی کی فراہمی خاندانی بہبود، پسماندہ اور کمزور طبقات کی بھلائی، کسانوں کی بھلائی، بنکروں کی بھلائی، بہبودی اطفال و خواتین اور نوجوانوں کی بھلائی کے پروگراموں پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔

شری ٹی انجیا چیف منسٹر تمام برائیوں سے پاک بہترین نظم و نسق کو اولین ترجیح دیتے ہیں جس کے بغیر ترقیاتی پروگراموں پر صحیح عمل آوری نہیں ہوسکتی اور اس مقصد کے تحت کابینہ کی میٹنگ جو ۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوئی تھی اس میں لوک آیکا اور اپا لوک آیکا کا بل منظور کیا گیا حصول مالگزاری کے محکمہ جات مثلاً کمرشیل ٹیکس اور آبکاری کے محکمہ جات سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ پولیس کے نظم و نسق کی دوبارہ تنظیم کی جارہی ہے تاکہ بہتر حفاظتی اقدامات، جرائم کی روک تھام اور شہری علاقوں میں ٹرافک کے موثر اقدامات کیے جاسکیں اور بہتر طور پر نظم و نسق برقرار رکھا جاسکے۔

پنچائت اداروں کے تحت جن کاموں کا آغاز کیا گیا ہے اس کی موثر نگرانی کی جارہی ہے اور یہی ایک پہلا محکمہ ہے جس میں سب کلکٹریٹ کی سطح پر تلگو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے محکمہ اوقاف کی جانب سے مختلف اقدامات کیے جارہے ہیں۔ نان گزیٹیڈ ملازمین سرکار کو مختلف سہولتیں دی جارہی ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی ملازمت کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک اعلیٰ اختیارات والی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔ اس وقت ریاست میں بیس ہزار فیئر پرائس شاپس کام کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ تعلقہ اور بلاک کی سطح پر صارفین کو مناسب قیمت پر اہم غذائی اجناس کی مناسب تقسیم کے لیے مزید فیئر پرائس شاپس قائم کیے جائیں گے اور اس کام کی نگرانی کے لیے مختلف عوامی کمیٹیاں بھی قائم کی جائیں گی۔ حیدرآباد اور سکندرآباد میں گھریلو پکوان کا ایندھن فراہم کرنے کے لیے مراکز کھولے جارہے ہیں تاکہ لوگوں کو جلانے کی لکڑی فراہم کی جاسکے اور خاص طور پر کمزور طبقات کو اس کی مدد دی جائے گی اور عنقریب تمام اضلاع کے مستقروں پر ایندھن کے مراکز قائم کیے جائیں گے، سیول سپلائی کا محکمہ چوربازاری اور کالے دھندوں کی روک تھام کے مناسب اقدامات کر رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں حیدرآباد میں خاص عدالتیں قائم کر کے مقدمات کے ذریعہ چوربازاری اور جرائم کا انسداد کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں ریاستی حکومت زرعی مسائل کو حل کرنے اور کاشتکاروں کو زیادہ سے زیادہ امداد دینے کی غرض سے مختلف زرعی پروگراموں کو روبہ عمل لارہی ہے چونکہ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کے مماثل ہے۔ ریاستی حکومت نے دوررس نتائج حاصل کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں اور جو کسان ۵ ایکر تری یا ۱۰ ایکر خشکی کے مالک ہیں ان کو یکم جولائی سنہ ۸۰ء سے مالگزاری معاف کردی گئی ہے۔ قدرتی آفات اور قحط اور خشک سالی سے متاثرہ کسانوں کو مختلف قسم کی سہولتیں مہیا کی جارہی ہیں اور قلیل مدتی اور طویل مدتی قرضہ جات فراہم کیے جارہے ہیں اور انہیں امدادی قیمت پر دھان، گنا اور مونگ پھلی کے بیج فراہم کیے جارہے ہیں اور مناسب مقدار میں کھاد تقسیم کی جارہی ہے۔

رائلسیما اور تلنگانہ کے بعض علاقوں میں وسیع طور پر پھیلی ہوئی خشک سالی نے ریاستی حکومت کو ایک بڑے چیلنج سے دوچار کردیا

لیکن مسٹر ٹی انجیا کی وزارت بغیر کسی تاخیر کے میدانِ عمل میں کود پڑی اور متاثرین کی امداد و بحالی کے لیے فوری طور پر قلیل مدتی اور طویل مدتی نوعیت کے امدادی اقدامات شروع کر دیئے گئے۔ اس سلسلے میں امداد کی فراہمی کے لئے ۱۱ کروڑ روپیوں کی اجرائی کے علاوہ ریاستی حکومت جلد ہی مزید ۱۶ کروڑ روپے متاثرہ علاقوں میں تقسیم کی تجویز رکھتی ہے۔ مرکز سے درخواست کی گئی ہے کہ "غذا برائے کام" کی ایک خصوصی اسکیم شروع کرنے کے لئے ۵۰۰۰۰ ٹن غذائی اجناس کی اجرائی عمل میں لائی جائے۔ یہ طلب کردہ اجناس ان ۴۲۰۰۰ ٹن اجناس کے علاوہ ہیں جو پہلے ہی تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ڈراؤٹ پرون ایریا پروگرام کے تحت پینے کے پانی کی فراہمی سے متعلق تمام اسکیمات کی عمل آوری شروع کر دی گئی ہے۔

جورالہ پراجکٹ جس کی تخمینی لاگت ۱۷ کروڑ روپے ہے اور جس کا سنگِ بنیاد حال ہی میں چیف منسٹر کے ہاتھوں رکھا گیا ہے خشک سالی سے متاثر ہونے والے ضلع محبوب نگر میں ۶ء۱ لاکھ ایکڑ رقبہ اراضی کو سیراب کرے گا۔ ریاستی حکومت کی تحریک پر حکومت کرناٹک نے خشک سالی سے متاثرہ علاقہ رائلسیما کے اضلاع کے لئے تنگبھدرا کا پانی فراہم کرنے سے اتفاق کر لیا ہے۔ ریاستی حکومت کی جانب سے اس بات کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے کہ سری سیلم رائٹ بینک کنال کی منظوری جلد سے جلد حاصل کر لی جائے۔ اس کنال کی تکمیل سے دریائے کرشنا کا پانی علاقہ رائلسیما کو پہنچانا ممکن ہو جائے گا۔

گذشتہ سال ستمبر کے مہینے میں دما دھر ندی کے ناگہانی سیلاب کے باعث ضلع سریکاکلم میں فصلوں اور جائداد کو عظیم نقصان پہنچا چیف منسٹر نے فی الفور متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور امدادی اقدامات کی عمل آوری جنگی بنیادوں پر شروع کر دی گئی۔ چیف منسٹر نے مزید ۵۰۰ مکانات کی تعمیر کے لیے منظوری کا اعلان کر کے سیلاب زدہ خاندانوں کے لئے تعمیر شدنی مکانات کی جملہ تعداد کو بڑھا کر ۱۵۰۰۰ کر دیا۔ اب تک مد کرو ڑ مالیت کے کام مکمل کر لیے گئے ہیں اور علاوہ ازیں ۲۲ء۱ کروڑ روپے امداد کی فراہمی کے لیے اجراء کئے گئے ہیں۔ اکتوبر سنہ ۱۹۸۰ء میں حکومت ۴ کروڑ روپے ایسے کاموں کے لئے منظور کئے جن سے متاثرہ عوام کو روزگار میسر ہوگا۔ انسداد سیلاب کی ایک جامع اسکیم اور پانی کے بہاؤ کو متوازن رکھنے ایک ذخیرہ آب کی تعمیر حکومت کے زیر غور ہے۔

ریاست کو تیز رفتاری کے ساتھ صنعتیانے کی مساعی کے سلسلے میں ایک اعلیٰ اختیاری کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز ہے تاکہ صنعت کاروں کو ان کے پراجکٹ کی عاجلانہ اور بلا تاخیر منظوری میں مدد ملے۔

مجوزہ الکٹرانک ڈیولپمنٹ کارپوریشن ریاست میں الکٹرانک صنعت کو بڑھاوا دینے میں ممد معاون ثابت ہوگا۔ اضافہ وسائل کی فراہمی کے لئے جاری مساعی کی بدولت ریاست میں ۱۲ بڑے اور ۱۴ چھوٹے سمنٹ کے پلانٹس قائم ہو جانے کی توقع ہے۔ پسماندہ اضلاع اننت پور، میدک اور سریکاکلم میں صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے ۵۰ کروڑ روپے لاگت کی ایک اسکیم کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ ترپتی میں ۱۲ کروڑ روپے لاگت والا ریل کے ڈبوں کی مرمت کا ورکشاپ اور ضلع میدک میں گھڑی سازی کا آلوین پلانٹ جن کے سنگِ بنیاد علی الترتیب صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم کے ہاتھوں رکھے گئے ہیں، اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ ریاست تیز رفتاری کے ساتھ ایک صنعتی ریاست بنتی جا رہی ہے۔

سال سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران میں تقریباً ۴۶۰۰ چھوٹی صنعتیں قائم کرنے کی تجویز ہے جن میں ۶۷ ہزار اشخاص کو روزگار مہیا ہوگا۔ آئندہ پانچ سال کی مدت میں ریاست کے ہر موضع میں ایک چھوٹی صنعت قائم کر دی جائے گی۔ بہت جلد مزید آٹھ ضلع صنعتی مراکز قائم کئے جائیں گے۔

دیہاتوں کو برقیانے کی ایک بلند حوصلہ اسکیم روبہ عمل لائی جا رہی ہے اور جاریہ سال کے دوران میں اضلاع میدک، رنگاریڈی اور میدک کو مکمل طور پر برقیا دیا جائے گا۔

کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کو ریاست میں اولین ترجیح حاصل ہے۔ ان کی بھلائی کے لئے اختیار کردہ تدابیر میں یہ فلاحی اقدامات شامل ہیں۔ افتادہ سرکاری اراضیات کی تقسیم۔ رہائشی جگہوں کی فراہمی مکفول محنت کا خاتمہ۔ اقل ترین زرعی اجرتوں کا نفاذ۔ اصلاحات اراضی

کی تیز رفتار عمل آوری اور دیہی قرضداری کی برخواستگی۔ کمزور طبقات کیلئے سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں ۳۶۵ لاکھ مکانات تعمیر کئے جائیں گے۔ یہ تعداد اُن ۵۰۰۰۰ مکانات کے علاوہ ہے جو فی مکان ۵ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر کیئے جا رہے ہیں۔ ایک سال سے زیادہ مدت سے سرکاری اراضیات پر جھونپڑیوں میں رہنے والوں کو سکونتی تحفظ عطا کیا گیا ہے۔

درج فہرست اقوام، درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والوں کے لئے تعلیمی وظائف اور ہاسٹلوں میں داخلے استحقاق کے لئے آمدنی کی حد سالانہ ۶۰۰۰ روپے سے بڑھا کر سالانہ ۱۲۰۰۰ روپے کردی گئی ہے۔ درج فہرست پسماندہ طبقات کو جو رعایتیں قانونی اطلاق سے باہر حاصل ہیں اُن سے مستفید ہونے کا حق ایسے پسماندہ طبقات کے افراد کو بھی دیا گیا جو مذہب تبدیل کر کے عیسائی ہو گئے ہیں۔

آیندہ پانچ برسوں میں ۲۵۰ کروڑ روپے مالیت کا ایک منصوبہ روبہ عمل لایا جائے گا جو قبائیلیوں کے معیار زندگی کو بڑھا کر میدانی علاقوں میں رہنے والوں کے مساوی کردے گا۔ ضلع وزیانگرم میں سالور کے مقام پر ایک قبائلی یونیورسٹی قائم کرنے کی بھی تجویز ہے۔

آندھرا پردیش کو "آپریشن فلڈ فیز - ۲" اسکیم کی عمل آوری کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ اِس بلند حوصلہ پروگرام کو روبہ عمل لانے کی خاطر حال ہی میں "اسٹیٹ ڈیری ڈیولپمنٹ کارپوریشن" کی جگہ "اسٹیٹ فیڈریشن آف ڈیری کوآپریٹیوز ملک سوسائیٹیز" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ آئندہ سات برسوں میں جب یہ اس اسکیم کی تکمیل کو پہنچ جائے گی تو دودھ کا حصول ۱۵۰۰ لاکھ لیٹر کی موجودہ مقدار سے بڑھکر ۱۹۰۰ لاکھ لیٹر تک پہنچ جائیگا۔

ریاست میں مختلف مذہبی اور لسانی طبقات کے درمیان پہلے سے موجود خوشگوار تعلقات کو مزید مضبوط او مستحکم بنانے کی خاطر ریاستی سطح کی ایک یکجہتی کونسل قائم کی گئی ہے۔

ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی حوصلہ افزا قیادت اور رہنمائی میں ریاستی حکومت پورے عزم و اعتماد کے ساتھ عوامی توقعات کی تکمیل سرگرم عمل ہے۔

کسانوں کی بہبود کیلئے وسیع اقدامات

بسلسلہ صفحہ (۱۴)

کیئے گئے ہیں۔ کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار دواؤں کے ۵۷۹ مراکز ان اشیاء کی واجبی نرخوں پر فروخت کے لئے کھولے گئے اور ۲۵ کروڑ روپے کیمیائی کھادوں کی خریدی اور فروخت کے لئے اور ایک کروڑ روپے اسی غرض سے کیڑے مار دواؤں کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ ایک آرڈیننس کی اجرائی کے ذریعہ ایسے کسانوں کو محصول اراضی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جن کے پاس ۵ ایکر تری یا دس ایکر خشکی کی حد تک اراضیات ہیں اور محصول اراضی میں فی روپیہ ۵ پیسے تناسب سے کمی کی گئی ہے۔ دھان، جوار اور مونگ پھلی کی فصلوں کے لئے بیمہ اسکیم شروع کی جا رہی ہے۔ دھان کی قیمت حکومت ہند کی اعلان کردہ امدادی قیمتوں سے نظر ثانی کے بعد فی کنٹل دس روپے اضافہ مقرر کی گئی ہے۔ نظر ثانی شدہ فی کنٹل موٹے دھان کی قیمت ۱۱۵ روپے، باریک دھان کی قیمت ۱۱۹ روپے اور اعلیٰ دھان کی قیمت ۱۲۳ روپے مقرر کی گئی ہے۔ مونگ پھلی کی اقل ترین امدادی قیمت فی کنٹل ۲۵۰ روپے، نیشکر کی امدادی قیمت ۱۸۵ روپے فی ٹن کردی گئی بشرطیکہ ۸٫۵ فیصد شکر حاصل ہو۔ علاوہ ازیں نائد از ۶۵ سال عمر والے زرعی مزدوروں اور بے کس افراد کے لئے وظیفہ کی اسکیم منظور کی گئی ہے۔ محصول ترقیات اراضی، خصوصی محصول اراضی اور لازمی محصول آب سے ایسی آبپاشی اراضیات کو معافی دی جائے گی۔ جہاں پانی کی عدم دستیابی کے باعث فصلیں اگائی نہیں جا سکیں۔ قرضوں کے بقایاجات اگر ۳۰ رجون سنہ ۱۹۸۱ء سے قبل ادا کر دیئے جائیں تو اُن پر سود جرمانہ عائد نہیں ہوگا اور مصدقہ بیجوں پر محصول فروخت برخاست کیا جائے گا۔●●

مسٹر ٹی۔ انجیا کی زیر نگرانی گذشتہ ۱۰۰ دنوں میں جو کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ریاست کا مستقبل تابناک ہے۔

○○○

ملک محمد علی خان

آندھرا پردیش کے ۲۴ سال

یکم نومبر ۱۹۸۰ء کو ریاست آندھرا پردیش نے اپنے قیام کے چوبیس سال مکمل کر لئے ہیں اور ۲۵ ویں سال کے آغاز پر ہماری ریاست میں ۲۵ روز تک سلور جوبلی تقاریب ہوتی رہیں۔ تلگو بولنے والے چار کروڑ عوام کی یہ ریاست ۱۹۵۶ء میں قائم ہوئی اور اس ریاست کی سرکاری زبان تلگو قرار دی گئی آج ریاست کے ۲۳ اضلاع ہیں آبادی کے لحاظ سے بھارت کی چوتھی بڑی اور رقبہ کے لحاظ سے پانچویں بڑی ریاست ہے۔ ہماری ریاست کی سرحد شمال میں مدھیہ پردیش اور اڑیسہ مشرق میں خلیج بنگال، جنوب میں مدراس اور کرناٹک سے اور مغرب میں مہاراشٹرا و کرناٹک سے ملتی ہیں۔ ہماری ریاست میں پنچایتی راج سسٹم کا نفاذ عمل میں آیا اور کامیاب رہا۔ آندھرا پردیش قدرتی وسائل سے مالا مال ہے یہاں کے عوام محنتی ہیں اور گذشتہ ۲۴ برسوں میں نہ صرف زراعت، تعلیم، صنعت بلکہ ادب، موسیقی اور دوسرے فنی میدانوں میں بھی بے مثال ترقی کئے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا معدنی ذخائر، موسم اور پانی کی فراوانی کے نتیجے میں ہزاروں بڑی و چھوٹی صنعتیں قائم ہوئی ہیں۔ زراعت ہمارے عوام کی ریڑھ کی ہڈی بنی ہوئی ہے۔ صنعتیں ہماری ریاست سے بیروزگاری دور کرنے میں معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

گذشتہ ۲۴ سال کے دوران گاؤں گاؤں مدارس، برقی کی سربراہی سڑکوں ریلوں کی تعمیر دیہی علاقوں کی ٹرانسپورٹ کے ذریعہ شہر سے قریب کرنے پر حکومت پوری توجہ دیتی آئی ہے۔ جسکے نتیجے میں تعلیم کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوگیا ہے زراعت میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ریاست کے چھوٹے چھوٹے تعلقے بھی بڑے تجارتی مراکز میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں متعدد مقامات پر صنعتی علاقے قائم کر کے دیہی علاقوں کی پسماندگی کو دور کرنے کی کامیاب کوشش بار آور ثابت ہوئی ہے۔ پسماندہ طبقات ہریجنوں گریجنوں درج فہرست قبائل اور خواتین کے معیار زندگی کو اونچا کرنے کے لئے مختلف مالیاتی کارپوریشن قائم کئے گئے ہیں جن کی کارکردگی قابل فخر رہی ہے۔ ان کارپوریشنوں میں لیدر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، آندھرا پردیش ویمن ویلفیر فینانس کارپوریشن بیک ورڈ کلاسیس فینانس کارپوریشن، فشریز ڈیولپمنٹ اگرو انڈسٹریز کارپوریشن ہیلت اینڈ پولٹری ڈیولپمنٹ کارپوریشن، اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کے علاوہ صنعتوں کے قیام میں مدد کے لئے آندھرا پردیش اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن اور آندھرا پردیش اسٹیٹ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ چھوٹی صنعتوں کا جال بچھانے کے لئے اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کیا گیا ہے زبانوں و ادب کی ترقی کے لئے ساہتیہ اکیڈیمی، اردو اکیڈیمی، تلگو اکیڈیمی جیسے فعال و کارکرد ادارے قائم کئے گئے۔ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے

۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کی روشنی میں گذشتہ چند سالوں میں قومیائے ہوئے بینکوں نے زرعی اور صنعتی ترقی کے ساتھ گھریلو صنعتوں و چھوٹی صنعتوں کے قیام کے لئے بے مثال رقمی امداد فراہم کی ہے۔ ہماری ریاست کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہمارے پاس شکر کے کارخانے ہیں کوئلہ اور سمنٹ ہماری ریاست میں موجود ہے۔ ٹیلی ویژن، سلائی مشینیں، برقی پنکھے، گھڑیاں، ریفریجریٹرس، ادویات بڑی بڑی مشینیں چھوٹی موٹر سیکلیں، ریڈیو، برقی سامان، سائنسی سامان ہماری ریاست میں تیار ہو رہے ہیں۔

کوئلہ سنگ سیلو، ابرک، لوہا، سونا، چکنی مٹی، چونے کا پتھر ہمارے معدنی ذخائر میں شامل ہے جن سے ریاست کے عوام بھرپور استفادہ کر رہے ہیں حکومت آندھرا پردیش کے فراخدلانہ رویہ کے پیش نظر سینکڑوں بڑی و چھوٹی صنعتیں خانگی شعبوں میں قائم ہوئی ہیں۔

آج ہم کو قدرت نے ہمیشہ بہتی رہنے والی ندیاں عطا کی ہیں جن سے استفادہ کرتے ہوئے بڑے بڑے باندھ تعمیر کئے گئے ہیں جس سے برقی کی پیداوار میں ہماری ریاست خود مکتفی ہے۔ ناگر جوناساگر، سری سیلم پراجکٹ، دساودھم پراجکٹ، پوچم پاڈ پراجکٹ ہماری ریاست کی ترقی میں شہ رگ کی سی ہوئی ہیں۔ ہینڈلوم صنعت نے ایک نیا رخ اختیار کیا ہے اور ہمارے یہاں تیار ہونے والا ہینڈلوم کپڑا آج دوسرے ممالک میں بھی مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ آج ہماری ریاست سے بیرون ملک برآمد کئے جانے والے سامان میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ترکاریاں، تازہ پھل، انڈے، چمڑا اور چمڑے سے تیار کی گئی اشیاء، دستکاریاں، انجینئرنگ اور سجاوٹ کا سامان تیار ملبوسات تازہ پھل اور دوسرے اشیاء ہیں۔

ہماری ریاست میں تحریک امداد باہمی کو عوامی تحریک بنایا گیا اور اس تنظیموں کی دیکھ بھال خود عوام کرتے ہیں اور امداد باہمی تحریک نے گاؤں گاؤں کو اپنے جال میں سمو لیا ہے۔ گرام پنچایتیں دیہی علاقوں میں صفائی پینے کے پانی کی سربراہی سڑکوں کی درستگی سڑکوں پر لائٹ کا انتظام اور عوام کے بنیادی مسائل پر توجہ کرتی ہیں۔ گرام پنچایتوں نے پنچایت راج سسٹم کے زیر سایہ دیہی علاقوں میں نیا انقلاب لایا ہے۔ حالانکہ پنچایت راج اداروں کو وسائل رقم اور کئی مشکلات ہیں لیکن یہ ادارے برابر دیہی ترقی میں اپنا اہم رول انجام دے رہے ہیں۔ آندھرا پردیش کھادی بورڈ بھی گھریلو صنعتوں کے استعمال میں پوری توجہ کر رہا ہے۔ کھادی کی تیاری شہد اور دستکاری اشیاء کو مقبول بنانے میں کھادی بورڈ نے اہم رول انجام دیا ہے۔ حکومت ہند نے عوامی شعبہ کے تحت جو بڑے بڑے کارخانے ہماری ریاست میں قائم کئے ہیں ان میں ہندوستان کیبلس، ہندوستان مشین ٹولس، الیکٹرانک کارپوریشن، انڈین ڈرگس بھارت ہیوی الکٹرانکس، ری پبلک فورج، انڈین بیریگس شامل ہیں۔

صحت و طبی امداد کے میدان میں بھی ہماری ریاست گذشتہ ۲۴ سالوں میں نمایاں ترقی کی ہے۔ متعدد نئے دواخانوں کا قیام، چائلڈ ویلفیر اور ویمن ویلفیر سنٹرس کا قیام شامل ہے۔ اسکے ساتھ ہی ہندوستانی طریقہ علاج یعنی یونانی اور ایورویدک بھی ترقی کر رہا ہے۔ دواخانوں میں بستروں اور ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ چیچک، ہیضہ اور پلیگ جیسی بیماریوں کو ختم کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ متعدد تعلقہ دواخانوں میں دانتوں کے علاج کی فراہمی، زچگی کے لئے مواضعات میں لیڈی ہیلتھ ورکرس کی تعیناتی عمل میں آئی ہے۔ جذام کے خاتمے کے لئے بھی نئے نئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور جذامیوں کے علاج و معالجہ کے لئے آرام گھر قائم کئے گئے ہیں۔ پچھڑے و پسماندہ طبقات اور پچھڑوں و قبائل سے تعلق رکھنے والے طلباء کے لئے گاؤں گاؤں ہاسٹلس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جہاں انہیں قیام و طعام کتابوں و کاپیوں، غذا اور لباس کی مفت سربراہی کا انتظام کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں، بے زمین کسانوں کو زرعی زمینات کی تقسیم کا کام جاری ہے اور بے گھر افراد کے لئے جہاں زمین کی فراہمی کے لئے حکومت مقدور بھر کوشش کر رہی ہے وہیں ہاؤزنگ بورڈ اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی میونسپل کارپوریشن اور دوسرے ادارے مکانات کی تعمیر میں شدت پیدا کر چکے ہیں۔ جناب ٹی انجیا ریاست کے ساتویں چیف منسٹر ہیں جن کا تعلق پسماندہ طبقہ سے ہے اور ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ چیف منسٹری کی قیادت اور وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی رہنمائی میں ہماری ریاست میں ایک کارکرد حکومت قائم ہوئی ہے جو ریاست کی تعمیر و ترقی کے لئے پورے خلوص

عوام اور پولیس کے درمیان ربط ضروری

چیف منسٹر مسٹر ٹی۔ انجیا کی تقریر

چیف منسٹر آندھرا پردیش مسٹر ٹی انجیا نے کہا ہے کہ پولیس صرف قانون کی عمل آوری کی ایک مشین نہیں ہوتی بلکہ اس کا سب سے بڑا فریضہ سماج کی خدمت انجام دینا ہے۔ مسٹر انجیا، آندھرا پردیش سینئر پولیس آفیسرز کانفرنس کے تین روزہ اجلاس کا افتتاح کر رہے تھے۔ مسٹر انجیا نے یہ بھی کہا کہ پولیس کے دوسرے فریضہ کی اہمیت کے پیش نظر اس میں اور پبلک کیونٹی سروس میں گہرا ربط پیدا کیا جانا چاہیئے۔ چیف منسٹر کی رائے میں ہر ایجی ٹیشن، یکایک اور اچانک پھوٹ نہیں پڑتا۔ اس کی تیاریاں اندر ہی اندر جاری رہتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انٹیلیجنس کے موجودہ سسٹم پر نظر ثانی کی جائے تاکہ وہ ایجی ٹیشن کے آغاز سے پہلے ضروری معلومات حاصل کر سکے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انٹیلیجنس کی فراہم کردہ معلومات صرف واقعات کے تاریخ واری اندراجات تک محدود نہیں ہونی چاہئیں، بلکہ یہ بھی بتایا جانا چاہیئے کہ کوئی بھی ایجی ٹیشن کس مسئلہ پر پہونچ سکتا ہے۔ تاکہ اس کی روک تھام کے لئے موثر تدابیر اختیار کی جا سکیں۔ مسٹر انجیا نے اس بات پر زور دیا کہ کوئی جمہوری معاشرہ تشدد کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی انتہا پسندی کو تبدیلی کا واحد ذریعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نکسلائیٹ باور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نکسل ازم کو ختم کر دیا جانا ضروری ہے کیونکہ وہ ہمارے معاشرے کی بنیاد پر ضرب لگا رہا ہے۔ مسٹر انجیا نے یہ بھی کہا کہ وقفہ وقفہ سے فرقہ وارانہ تشدد بھی ابھرتا ہے۔ اور انہیں خوشی ہے کہ ریاست میں فرقہ وارانہ صورتحال اطمینان بخش ہے۔ گذشتہ دو تین ماہ کے دوران نکسلائیٹ سرگرمیوں میں بھی قابل لحاظ کمی ہوئی ہے۔ طلباء این جی اوز اور منظم مزدوروں اور کسانوں کے ایجی ٹیشن کے تعلق سے حکومت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں متعلقہ طبقات کے نمائندوں سے بات چیت کی جائے۔ اور اگر ان کی کوئی شکایت واجبی ہو تو اس کا انسداد کیا جائے۔ جرائم کی تحقیقات اور انسداد کے سلسلہ میں انہوں نے سائنسی اور عصری طریقوں سے استفادہ کی ضرورت پر زور دیا۔ وزیر داخلہ مسٹر پربھاکر ریڈی نے بھی خطاب کیا۔

کے ساتھ کام کرنے کا عہد کر چکی ہے اور عوام نے نئی حکومت کا شاندار خیر مقدم کیا ہے۔

نئی حکومت وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام اور شری سنجے گاندھی کے ۵ ۔ نکاتی پروگرام پر عمل آوری کے لئے پرخلوص کام کر رہی ہے۔ ہماری ریاست قومی اتحاد و فرقہ وارانہ یکجہتی کا ایک سنگم ہے ہمارے دانشور شعراء ادیب، صحافی اور فنکار ادب، تہذیب و تمدن کے فروغ میں اپنا نمایاں رول انجام دے رہے ہیں مشاعرے ہماری تہذیب کا جز بن چکے ہیں اور ریاست میں اردو، ہندی و تلگو کے شعراء اپنی نگارشات سے عوام میں نیا عزم و ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ ہماری صحافت ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسے ذرائع حکومت اور عوام کے درمیان خوشگوار تعلقات کے قیام میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس بات کا عہد کریں کہ ہم ریاست کی ترقی کے ساتھ ساتھ اتحاد و یکجہتی کو پروان چڑھائیں گے۔ اور اپنی ریاست کو ہندوستان کی ایک ترقی یافتہ ریاست بنانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں گے۔

بشکریہ آل انڈیا ریڈیو، حیدرآباد

شریمتی اندرا گاندھی کی رہنمائی میں شری ٹی - انجیانے آندھرا پردیش میں عوامی خدمت کے ایک سو دن مکمل کرلیے ہیں - انکی سرکردگی میں یہ ریاست خوشحالی کی سمت ایک طویل جست لگانے کو ہے

سلور جوبلی سال ——

دعوت عمل کی حامل تقاریب

سلور جوبلی سال کا آغاز ماہ نومبر ۱۹۸۰ء کے پہلے ۲۵ دن - مختلف شعبوں میں ریاست کی ترقی کو نمایاں کرنے مختص کیے گئے - وزیراعظم کے ۲۰ - نکاتی معاشی پروگرام اور سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام کی عمل آوری کے لیے اس موقع سے استفادہ کیا گیا -

کاشتکاروں کی فیاضانہ مدد

پانچ ایکڑ تری یا دس ایکڑ خشکی اراضی کے مالک کسانوں کو محصول اراضی سے مستثنیٰ کیا گیا -

★ کسانوں کی اقتصادی بہتری کے لئے متعدد مراعات و ترغیبات جیسے قرضوں کی واپسی کی میعاد پر نظر ثانی۔ کیمیائی کھادوں کی معقول مقدار میں فراہمی۔ فصلوں کا بیمہ، اضافہ امدادی قیمتیں وغیرہ۔

★ سماوی آفات اور موسمی ناہمواریوں پر قابو پانے پر ضلع کے لئے متبادل فصلوں کے پروگرام پر مشتمل ایک ہنگامی منصوبہ۔

★ زرعی صارفین کے لیے میٹر کے نظام کے بجائے ہارس پاور پر مبنی یکساں برقی شرح عمل کا نفاذ

★ امداد باہمی اداروں کو سود پر سود نہ عائد کرنے کی ہدایت۔

★ ٦٥ سال سے زائد عمر والے کھیت مزدوروں اور بے سہارا لوگوں کے لئے وظائف کی اسکیم۔

کمزور طبقات کے ساتھ نیا طرزِ سلوک

○ ١٣ء١ لاکھ ایکڑ فاضل اراضی کی تقسیم کے کام میں شدت اور تیزی۔

○ کمزور طبقات کے لئے ٨١ - ١٩٨٠ء کے دوران میں تقریباً ٣٦٥ مکانات کی تعمیر۔

ان ٥٠٠٠ مکانات کے علاوہ جنکی لاگت فی مکان ٥٠٠ روپیہ ہے۔

دیہاتوں کی ترقی

آندھرا پردیش کے دیہاتوں کی ترقی کے لئے مواضعات کو ملانے والی سڑکیں۔ دیہی آبرسانی، کمزور طبقات کے لئے مکانات، کمیونٹی آبپاشی باولیاں۔ غذا برائے کام اسکیم اور متعدد دوسری سہولیات۔

خشک سالی کے متاثرین کی مدد

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے عوام میں تقسیم کے لئے اب تک ١١ کروڑ روپے اجراء کئے جا چکے ہیں اور جلد ہی مزید ١٦ کروڑ روپے اجراء کئے جائیں گے۔ متاثرین کی امداد کے لئے خشک سالی سے متاثر ہونے والے علاقوں کے پروگرام کے تحت تمام اسکیمات ترجیحی اساس پر روبہ عمل لائی جا رہی ہیں۔

شری ٹی۔ انجیا کی قیادت میں موجودہ حکومت اس طرح ریاست کے مختلف مسائل کو تیزی کے ساتھ حل کرنے میں سرگرم عمل ہے۔

آندھرا پردیش کا مستقبل خوش آئند ہے

آندھرا پردیش انتہائی پسماندہ ریاست سے صنعتی طور پر ترقی یافتہ پانچویں ریاست بن جانا ہی آندھرا پردیش کی گذشتہ ۲۴ سالہ ترقی کی داستان ہے۔ ہمہ رخی ترقی کے لئے درکار ریاست میں تمام وسائل موجود ہیں۔ اور ماضی میں ریاست نے مختلف میدانوں میں اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مزید ترقی کے لئے بے پناہ گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاستی قیادت عزم صمیم اور ہم آہنگی کے ساتھ ریاست میں دستیاب انسانی اور قدرتی وسائل کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بڑے پیمانے پر فائدہ پہونچانے کے کام میں لائے۔ ریاست کے سلور جوبلی تقاریب سال کے شروع اور اکتوبر میں نئی تشکیل شدہ وزارت میں خیالات کی ہم آہنگی اور عزم پایا جاتا ہے۔

ریاست آندھرا پردیش ابتداء سے اب تک زرعی ریاست ہی رہی ہے۔ قوم کو غذائی اعتبار سے خود مکتفی بنانے میں آندھرا پردیش نے اہم حصہ ادا کیا ہے۔ مرکزی ذخیرہ میں غذائی اجناس کی ٹھوس مقدار جمع کرانے کے علاوہ ریاست کی جانب سے دیگر ممالک کو چاول برآمد کئے جا رہے ہیں اسی طرح غذائیت کے حصول میں ریاست ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے۔

ریاست کی معیشت میں کسانوں کی جانب سے ادا کئے جانے والے اہم کردار کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئی حکومت نے کسانوں کی امداد اور ہمت افزائی اہم کردار کے پیش نظر کئی دور رس فیصلے کئے تاکہ زرعی پیداوار میں زیادہ اضافہ کیا جا سکے، مونگ پھلی، دھان اور نیشکر کی امدادی قیمتوں میں اضافہ ریاست میں اجناس کی خریدی کے ۲۵۰ مراکز کا قیام تاکہ زرعی پیداوار میں کسانوں کو معقول معاوضہ مل سکے (۵) یکہ تمکی امداد، یکہ خشکی زمینات کے مالک کسانوں کو زرعی محصول کی ادائی سے چھوٹ، خشک سالی اور سیلاب زدہ علاقوں میں زرعی قرضوں کی ادائی میں فراخدلانہ ترقی ریاست میں اگائی جانے والی اہم فصلوں جیسے دھان، جوار اور مونگ پھلی کے لئے بیمہ اسکیم کا نفاذ مذکورہ تمام اقدامات کا مقصد ریاست کی کسان برادری کو جو معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے فائدہ پہونچانا ہے۔

مستقبل قریب میں ریاست کی متوقع تیز رفتاری صنعتی ترقی اور اس کے نتیجے میں برقی توانائی کی مانگ میں اضافہ کے پیش نظر ریاستی حکومت نے منصوبہ بندی کمیشن پر برقی پیدا کرنے والی اسکیمات کے لئے جیسے ناگرجنا ساگر سری سیلم کی توسیع اور پوچم پاڈ ہائیڈل اسٹیشن کی جلد سے جلد منظوری دینے پر زور دیا ہے اس کے علاوہ رام گنڈم میں سوپر تھرمل پاور اسٹیشن قائم ہو رہا ہے اسی طرح کا دوسرا پاور اسٹیشن بھدرا چلم میں قائم کرنے کے لئے مرکز کی جانب سے منظوری دی گئی ہے۔

ریاست میں صنعتوں کو پھیلانے اور چھوٹی صنعتوں و نیز اوسط درجہ کی صنعتوں کو خاص طور پر دیہی علاقوں میں ترقی دینے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ریاستی حکومت نے ہر ایک اسمبلی کے حلقے میں کم از کم سطح پر صنعتی یونٹوں کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔ رواں مالی سال کے دوران میں ۴۰۰۰ صنعتی یونٹوں کے قیام کا فیصلہ کیا ہے اور ٹاسک فورس مقرر کیا گیا ہے مزید ڈسٹرکٹ

انڈسٹریل اسٹیٹس کھولے جارہے ہیں۔ اس طرح کے ۱۴ اسٹیٹس پہلے ہی قائم کئے جاچکے ہیں۔ بیمار صنعتی یونٹوں کے مسائل سے نمٹنے کے لئے اور انہیں پھر سے کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے ایک خصوصی شعبہ کی تشکیل عمل میں لائی جارہی ہے۔

ریاستی حکومت کے پروگراموں اور منصوبوں میں کمزور طبقات کی ترقی کو فوقیت دی جارہی ہے۔ درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات کی معاشی ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے فینانس کارپوریشن قائم کئے جاچکے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کارپوریشن خواتین کے لئے بھی موجود ہے۔ ان کارپوریشنوں کو آنے والے برسوں کے دوران میں مزید رقومات فراہم کی جائیں گی۔ تاکہ معاشی ترقی کے زیادہ سے زیادہ پروگراموں میں حصہ لے سکیں۔ کمزور طبقات کی بہبودی کے لئے اسکیمات کی عمل آوری کی نگرانی کے لئے سکریٹریٹ کی سطح پر ایک خصوصی شعبہ کام کرے گا۔

آندھرا پردیش پورے اعتماد اور ترقی کی امید لئے ہوئے اپنی زندگی کی دوسری ربع صدی میں داخل ہو رہا ہے عوام اور حکومت کے درمیان موجود بہترین تعلقات سے اس بات کا یقین ہے کہ مستقبل قریب میں ریاست کو ترقی کے بہتر مواقع حاصل ہیں۔ ●●

آندھرا پردیش کی حکومت نے شری ٹی انجیا کی چیف منسٹری میں تین ماہ جیسی قلیل مدت کے اندر عوام کے تمام طبقات کی تیز رفتار ترقی کے لئے صحیح سمت میں سلسلہ وار اقدامات کئے ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ کمزور طبقات پر زور دیا گیا ہے۔

فلاحی اقدامات میں سے چند درج ذیل ہیں۔

- ★ شریمتی اندرا گاندھی وزیر اعظم کے بیس نکاتی پروگرام اور آنجہانی شری سنجے گاندھی کے پانچ نکاتی پروگرام کی عمل آوری۔
- ★ کسانوں کی اقتصادی بھلائی کے لئے متعدد ترغیبات اور مراعات جیسے قرضوں کی میعاد ادائی پر نظر ثانی، بر موقع اور معقول مقدار میں کھاد کی فراہمی، فصلوں کا بیمہ، امدادی قیمتوں میں اضافہ وغیرہ ان مراعات [illegible] ۹۰ کروڑ روپئے ہے۔
- ★ زرعی صارفین کے لئے میٹر کی بجائے ہارس پاور سسٹم پر مبنی برقی قوت کی یکساں شرحیں۔
- ★ اجتماعی دیہی ترقی کے متعدد کئی حامی اسکیمات۔
- ★ مواضعات کو ملانے والی سڑکیں۔ دیہی آبرسانی۔ کمزور طبقات کے لئے مکانات۔ کم نئی آبپاشی باؤلیوں کی تعمیر۔ غذا برائے کام اسکیمات وغیرہ۔
- ★ خشک سالی سے متعلق امدادی کاموں کے لئے ۲ کروڑوں کی فراہمی۔
- ★ برقی قوت کی تیز رفتار ترقی کے اقدامات ...... انفنت پور میں ۔۴ کیلوواٹ [illegible] ہائیڈل پراجکٹ۔ صدفی صد مواضعات کو برقیانے کی اسکیم میں مزید ۳ اضلاع کی شمولیت۔ ضلع میدک میں صدفی صد مواضعات کو برقیانے کا کام مکمل ہوچکا ہے۔
- ★ این جی اوز کی بہتری اور بھلائی کے لئے مراعات۔
- ★ بدعنوانیوں کی بیخ کنی اور صاف ستھرے نظم ونسق کی فراہمی کے لئے اقدامات۔
- ★ اشیائے ضروریہ کی تقسیم کے عوامی نظام میں متعدد اقدامات کے ذریعہ سدھار جس [illegible] سطحوں پر عوامی کمیٹیوں کی تشکیل بھی شامل ہے۔

آندھرا پردیش میں صنعتوں کا فروغ

آندھرا پردیش زرعی، جنگلاتی، معدنیاتی اور دوسرے قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ غذائی پیداوار کے لحاظ سے ہماری ریاست جنوبی ہند کا غلہ گودام کہلاتی ہے۔ ریلوں، سڑکوں اور ہوائی حمل ونقل کی سہولتیں بھی کافی ترقی یافتہ شکل میں ریاست کو ہمدست ہیں۔

ریاست میں تخمیناً ۳ بلین ٹن کوئلہ، ۲ بلین ٹن سمنٹ کی تیاری کے لائق چونے کا پتھر اور ۱۰۰ ملین ٹن دوسری قسم کا چونے کا پتھر موجود ہے۔ پورے ملک میں "بیرائٹس" کی جملہ مقدار کا ۹۰ فی صد حصہ ہماری ریاست سے حاصل ہوتا ہے جو تخمیناً ۶۰ ملین ٹن ہے۔ حال ہی میں اس بات کا پتہ چلا ہے کہ ضلع وساکھاپٹنم میں "باکسائٹ" کے کثیر ذخائر موجود ہیں جن کی مقدار تقریباً ۵۰۰ ملین ٹن ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ ہماری ریاست "کوارٹز" (سنگ مرو)، چینی مٹی، گریفائٹ (پنسل کا سرمہ)، تانبہ، "منگانیز" (شیشہ گری میں کام آنے والے سیاہ دھات) اور کم تر درجے کے لوہے کی دھات کے قابل لحاظ وسائل رکھتی ہے۔

پچھلے چند برسوں تک ریاست میں معقول نوعیت کی صنعتی اساس کی عدم موجودگی کے باعث علاقائی صنعتوں کو لائق ذکر فروغ حاصل نہیں ہوا اور ہماری ریاست بڑی حد تک ایک زرعی ریاست رہی۔ بہرحال ریاستی حکومت نے تیسرے پانچسالہ منصوبے سے صنعتوں کے فروغ سے متعلق سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ خصوصیت کے ساتھ ترقیاتی کارپوریشنوں کے قیام کے سلسلے میں اقدامات کئے گئے تاکہ بڑی، اوسط اور چھوٹی صنعتوں کو فروغ دیا جائے اس کے علاوہ انڈسٹریل انفراسٹرکچر کارپوریشن کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس کی غرض یہ ہے کہ دیہی، نیم شہری اور شہری علاقوں، صنعتی فروغ کیلئے مددگار بنیادی سازوسامان اور ماحول فراہم کیا جائے۔ یہ ادارے مختلف ایجنسیوں کے ذریعہ بڑی مقدار میں وسائل کو اکٹھا اور مجتمع کرنے میں کامیاب رہے۔

اس وقت ریاست میں اوسط اور بڑے پیمانے کی ۲۲۹ صنعتیں قائم ہیں جن میں مرکزی شعبے کے تحت ۱۶ صنعتیں اور ریاستی انتظام کے تحت ۷ صنعتیں بھی شامل ہیں۔ ان صنعتوں پر اخراجات کا مجموعی اوسط ۱۵۲۳ روپے ہے اور ان میں برسرروزگار افراد کی تعداد ۲۹۳۴۰۰ ہے۔ ۱۹۵۶ء میں صرف ۴۵ صنعتیں تھیں جن میں مصروف سرمایے کی مقدار ۶۳ تھی۔ اس معمولی اور حقیر صنعتی حیثیت سے ترقی کرکے موجودہ موقف تک پہنچنا ایسا کارنامہ نہیں ہے جسے لائق توجہ وستائش نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح چھوٹی صنعتیں بھی ۱۲۲۹ کی غیر اہم تعداد سے بڑھ کر

اب دو چند ہوگئی ہیں ۔ ۱۹۵۶ء میں چھوٹی صنعتوں میں مصروف سرمایہ صرف ۵ کروڑ روپے تھا اور برسر روزگار افراد کی تعداد ۱۴۰۰۰ تھی جبکہ فی الوقت اِن صنعتوں میں مصروف سرمایہ کی مقدار ۲۲۸ کروڑ روپے ہے اور ان میں ۲۵۳۰۰۰ نفوس روزگار سے لگے ہوئے ہیں ۔

بڑی صنعتیں

پہلے دو منصوبوں کی مدت کے دوران میں صنعتی فروغ روایتی اور مبنی بہ زراعت صنعتوں جیسے چاول اور تیل کی گرنیوں، شکر کے کارخانوں، وناسپتی کے کارخانوں وغیرہ تک محدود تھا ۔ بعد کے منصوبے میں ریاست نے متعدد اہم صنعتی میدانوں میں بتدریج پیش قدمی کی اور بالکلیہ طور پر نئی قسم کی صنعتوں میں سرگرمی کا آغاز کیا ۔ دھاتی صنعت کے شعبے میں آہنی مرکبات اور اسپنج آہن تیار کرنے والے بڑے کارخانے اضلاع سریکاکلم اور کھمم میں قائم کئے گئے ۔ جست اور سیسہ تیار کرنے والا کارخانہ ضلع ویساکھاپٹنم میں شروع ہوا ۔ ان کے علاوہ اناپرتی، کتہ گوڑم، پٹن چرو اور ویساکھاپٹنم میں چھوٹے اسٹیل پلانٹ قائم ہوئے مرکزی شعبے کے تحت وساکھاپٹنم میں " بھارت ہیوی پلیٹس اینڈ ویسلز انڈسٹریز" اور وجئے واڑہ میں ریاستی شعبے کے تحت " ہیوی مشینری اینڈ انجینئرنگ کمپنی" کے علاوہ خانگی شعبے کے تحت حیدرآباد میں قائم صنعتی ادارے وسیع صلاحیت کے حامل ہیں اور اس قابل ہیں کہ کیمیکل، دھاتی، صنعتی گیس، شکر، سمنٹ اور چمڑے وغیرہ کی صنعتوں کے لئے درکار مشینیں اور بڑے بڑے آلات تیار کرسکتے ہیں ۔ ہندوستان مشین ٹولس لمیٹیڈ کی بدولت ریاست میں مشینی آلات کی تیاری کے کام نے جڑیں پکڑلی ہیں ۔ حیدرآباد میں قائم یہ صنعتی ادارہ خصوصی نوعیت کی مشینوں کے لئے نازک آلات اور برقی قمقموں کی تیاری میں کام آنے والی اشیاء تیار کر رہا ہے اور پراگا ٹولس کارپوریشن کی پیداواری صلاحیت میں گوناگونگیت آگئی ہے ۔ اسٹیل کی پٹیوں، مختلف نوعیت کے تاروں اور برقی کے ایصال وانتقال کے تار اور کیبلس کی تیاری اور پیداوار کے لئے جدید طرز کے پلانٹس قائم ہو گئے ہیں ۔

ویساکھاپٹنم میں "پولسٹرین پلانٹ" کے قیام سے پلاسٹک کی اشیاء کی کیمیکلس اور ادویات تیار کرنے کے سلسلے میں ایک اچھی شروعات کی داغ بیل پڑی ہے ۔ اسی طرح کورمین کاسٹک سوڈا فیکٹری اور حیدرآباد میں سلفاڈرگس اور دوسری ادویات بنانے والے کارخانے بھی حوصلہ افزا ہیں ۔ ریاست میں سمنٹ اور کاغذسازی کی صنعت کو جو فروغ حاصل ہوا ہے اس کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کئے جانے کا مستحق ہے ۔ ۱۹۵۶ء میں سمنٹ کے صرف دو کارخانے تھے جن کی پیداواری صلاحیت سالانہ ۴٫۳۹ لاکھ ٹن تھی ۔ اب اس صنعتی شعبے میں پانچ گنی توسیع ہوئی ہے ۔ اور سمنٹ کے ۱۱ بڑے اور ۱۲ چھوٹے پلانٹ قائم ہیں جن کی سالانہ صلاحیت مجموعی طور پر ۸۶ لاکھ ٹن ہے ۔ ۱۹۵۶ء میں کاغذسازی کی صنعت بھی اسی طرح کی صورتحال سے دوچار تھی ۔ اس وقت کاغذسازی کے صرف دو کارخانے تھے جن کی سالانہ صلاحیت ۳۰۰۰ ٹن تھی جبکہ اس وقت ریاست میں ۴ بڑے اور ۴ چھوٹے پلانٹ قائم ہیں اور پیداواری صلاحیت سالانہ ۲۲۶۰۰ ٹن ہے ۔ علاوہ ازیں کاغذ کا گودا تیار کرنے کا کناڈا میں ایک بڑا کارخانہ جس کی پیداواری صلاحیت سالانہ ۱۰۰۰۰۰ ٹن ہوگی اور کاغذسازی کے ۱۱ چھوٹے پلانٹ جو ۷۵۰۰۰ ٹن سالانہ پیداوار دیں گے قائم کئے جارہے ہیں ۔

کاٹن سیڈ کامپلکس

ایک اور لائق توجہ ترقی یہ ہے کہ ریاست میں کپاس کی بڑھی چڑھی پیداوار سے استفادے کے لیے گنٹور، پرکاشم اور رائلسیما کے اضلاع میں کاٹن سیڈ کامپلکسز قائم ہوگئے ہیں جہاں کپاس کے بیجوں سے تیل، صابن، چکناہٹ والے ترشے اور گلیسرین وغیرہ جیسی اشیاء تیار کی جارہی ہیں ۔ ریاست میں پیدا ہونے والی اعلیٰ قسم کی کپاس کی بدولت ہمارے یہاں کتائی کی گرنیاں بڑی تعداد میں قائم ہورہی ہیں جن کے نتائج ریاست کی ترقی میں مزید معاون ہوں گے ۔

ویساکھاپٹنم اسٹیل پلانٹ سے حاصل ہونے والی ذیلی پیداوارات جیسے "نیفتھلین" "انتھراکین" "بنزین" "ٹیلوئن" "کریسین" اور "فینول" کی مدد سے کیمیکلس تیار کرنے والے تقریباً ۵۰ ادارے کھولنے کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی۔

مشرقی ساحل پر جب المونیا کا پروجیکٹ عالم وجود میں آجائیگا تو ۵۰۰ ملین ٹن کی مقدار میں موجود "باکسائٹ" کے ذخائر سے جزوی طور پر استفادہ کی گنجائش نکل آئے گی اور نتیجتاً بہت سی ذیلی صنعتیں کھڑی ہو جائیں گی۔

کاکیناڈا میں ۲۴۵ کروڑ روپے لاگت سے ایک فرٹیلائزر پلانٹ قائم ہو رہا ہے جس کی بدولت کیمیائی کھادوں کی صنعت کو فروغ ہوگا۔ اس پراجکٹ کی بدولت نہ صرف ریاست کے لئے درکار کھادیں ہمدست ہو سکیں گی بلکہ ذیلی صنعتوں کے قیام کے لئے بڑی تعداد میں مواقع نکل آئیں گے۔

ہماری ریاست کو قدرت نے ۹۶۰ کیلومیٹر طویل ساحلی پٹی سے نوازا ہے جس میں جہازرانی کے کیمیکلس۔ غذائیں۔ نمک کا مپلکس کاسٹک سوڈا۔ پی وی سی سوڈا۔ الکلی دھاتیں اور مکسڈ سالٹ وغیرہ جیسی متعدد صنعتوں کے قیام کے لئے وسیع اور عظیم امکانات وگنجائش موجود ہے۔

کرشنا اور گوداوری کے آب گیر علاقوں میں تیل کی تلاش کے سلسلے میں جو ابتدائی نتائج برآمد ہوئے اُن سے پٹرو کامپلکس کے خطوط پر پٹرو کیمیکلس کے کامپلکس کے قیام کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں جن کی بدولت کیمیکلس سے متعلق کئی صنعتیں ان علاقوں میں ابھر آئیں گی۔

مشرقی اور مغربی گوداوری اضلاع میں پائیجانیوالی اعلیٰ درجے کی مٹی سے ویساکھاپٹنم کے "بکسائٹ" اور حیدرآباد و نیلور کے "کوارٹنز" سے ظروف سازی چمکدار ٹائلس، شیشہ اور گلاس فائبر وغیرہ کی صنعتوں کے قیام کے لئے وسیع گنجائش ہمدست ہوگی۔ اسی طرح میلارم میں تانبے کے ذخائر اور ضلع کڑپہ میں میگنیشیم سیلیکٹ اور بیرائٹس ذخیرے علی الترتیب کاپر سلفیٹ، میگنیشیم سالٹ اور بیریم کمپاؤنڈس تیار کرنے والی صنعتوں کے قیام میں ممد و معاون ہوں گے۔ اِن تمام کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ فی الوقت جو تجاویز حکومت ہند کو پیش کی جا چکی ہیں اُنکی منظوری کے حصول کے لیے شدت کے ساتھ کوشش اور سعی جاری ہے۔

ہمارے دستی پارچہ بافی کے شعبے کو بحالت موجودہ ۱۰۲ ملین کیلوگرام دھاگے کی ضرورت ہے۔ اِس مانگ اور ضرورت کے مقابلے میں اس وقت ریاست میں موجود ۳۲ گرنیاں صرف ۳۸ ملین کیلوگرام دھاگا تیار کرتی ہیں۔ ہمیں درکار دھاگے کی باقی ماندہ مقدار ۶۴ ملین کیلوگرام کی دستیابی کے لیے سوتی دھاگا بنانے والی ۵۶ گرنیوں اور پالسٹر دھاگا بنانے والی ۵ گرنیوں کے قیام کی مزید ضرورت ہے۔ البتہ خام کپاس کی ہمارے یہاں کوئی قلت نہیں ہے۔

ضلع صنعتی مراکز

ریاستی حکومت نے اضلاع میں صنعتوں کو فروغ دینے سے متعلق پروگرام کی عمل آوری پوری لگن اور دلجمعی کے ساتھ شروع کردی ہے اور اب تک ۱۴ اضلاع میں ضلع صنعتی مراکز قائم کئے جا چکے ہیں۔ ان مراکز کے ذریعہ حاصل کردہ صنعتی ترقی کافی حوصلہ افزا رہی ہے اور چھوٹی صنعتوں کے قیام میں خاطر خواہ طور پر اور مستعدی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ جن اضلاع میں صنعتی مراکز نہیں ہیں وہاں صنعتوں کے فروغ کی شرح (۱۱) فی صد ہے جبکہ صنعتی مراکز والے ۱۴ اضلاع میں صنعتوں کو (۱۸) فی صد کی شرح سے فروغ حاصل ہوا۔ ضلع صنعتی مراکز عاجلانہ اور مربوط انداز میں اسکیمات کی منظوری، قرضوں کی فراہمی، خام مال کی سربراہی اور قیمتوں کی تشخیص و تعین کے فرائض انجام دیتے ہیں لیکن اسکیمات کی اقتصادی جانچ پڑتال، تحقیق و تجزیہ، توسیع اور تربیت کی فراہمی کے کام ریاستی سطح پر تکمیل دیئے جاتے ہیں۔

کوئلہ۔ چونے کا پتھر۔ لوہے کی کچ دھات۔ جنگلاتی پیداوار جیسے بانس، سخت لکڑی۔ نمک۔ اون۔ کپاس اور روغنی تخموں جیسے ہمارے لائق تجدید وسائل چھوٹی صنعتوں کے شعبے میں خصوصی طور پر کمزور طبقات کے افراد کے لئے متعدد قسم کی صنعتیں قائم کرنے کے امکانات

غزلیں

گلشن سے کیا کہیں کہ بہاروں سے کیا کہیں؟
ٹھہرے ہیں غم کی راہ میں خوشبوؤں سے کیا کہیں؟

اپنے شہر کی آگ بجھائیں تو کس طرح
بارود کی زمیں ہے فضاؤں سے کیا کہیں

آداب زندگی کا کہاں تک منائیں سوگ
تہذیب مر چکی ہے رواجوں سے کیا کہیں

ہوش و خرد پہ ہم نے یقین تو کیا بہت
دیتی ہے عقل دھوکہ دوانوں سے کیا کہیں

عیش و نشاط کے وہ اجالے نہیں ملے
کافی ہے غم کی آنچ ستاروں سے کیا کہیں

ساحل پہ لُٹ رہے تھے سفینے بہار کے
گرداب میں ہے کشتی کناروں سے کیا کہیں

صغریٰ نے خواب کھلتے ہی گلشن سجائیں گے
دائم خزاں رہی ہے بہاروں سے کیا کہیں

صغریٰ عالم
(ایم اے)
عالم بلڈنگ
شاہ بازار
گلبرگہ

ہاتھوں میں لیکے چلتے ہیں پتھر تو دیکھئے
بربادئ حیات کا منظر تو دیکھئے

احباب خوش ہیں دیکھ کے چہرے کی تازگی
ہیں کتنے زخم کچھ میرے اندر تو دیکھئے

اب کے فساد میں تو یہ فٹ پاتھ بن گیا
اے رہبرانِ قوم میرا گھر تو دیکھئے

ہر شہر کا سکون ہے مقتل بنا ہوا
اب قاتلانِ وقت کے لشکر تو دیکھئے

دل کے لہو سے جسکو تراشا ہے عمر بھر
میرے خیال و خواب کا پیکر تو دیکھئے

تخلیق کر کے اپنے خیالوں کی جنّتیں
کچھ خواب زندگانی کے شب بھر تو دیکھئے

تاریخِ کائنات ہے سینوں میں جن کے بند
پھیلے ہوئے یہ دشت و سمندر تو دیکھئے

اب وقت ہی بتائیگا کیا کیا ہے وقت میں
ہر ہاتھ میں چھپا ہوا خنجر تو دیکھئے

راہیؔ یہ جانتا ہے کہ چلتے ہیں کس طرف
اس میکدے کی شام کے ساغر تو دیکھئے

نعیم راہیؔ تانڈور

رکھتے ہیں۔ اس طرح پڑھے لکھے بے روزگاروں کے لئے خود روزگار فراہم کرنے کے ریاست میں سنہری اور قیمتی مواقع موجود ہیں ریاست میں چھٹے منصوبے کے دوران میں ۲۷۸۰۰ چھوٹی صنعتی یونٹوں کے قیام و آغاز کے لئے لائحہ عمل تیار کرلیا گیا ہے اور اس سلسلے میں خود روزگار اور خصوصی روزگار اسکیمات پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔

ООО

آندھرا پردیش میں

کسانوں کی بہبود کے لئے وسیع اقدامات

حکومت آندھرا پردیش نے وزیر اعلیٰ شری ٹی انجیا کی قیادت میں کسانوں کی اقتصادی بہتری کے لئے دور رس اثرات کی حامل مختلف تدابیر اختیار کی ہیں اس لئے کہ کسان ریاست کی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کے مماثل ہیں۔

امداد باہمی قرضہ جاتی اداروں کو ۳۰ رجون ۱۹۸۰ء کو واجب الادا قرضوں کی واپسی کی میعاد پر نظر ثانی کی گئی ہے اور عام قرض کی اصل رقم کی میعاد پر نظر ثانی کی گئی ہے اور عام قرض کی اصل رقم کی میعاد ادائی نظر ثانی کے بعد تین سال کردی گئی ہے اوسط مدتی (کنورشن) جملہ قرض بشمول عام قرض نظر ثانی کے بعد ۵ سالہ قرض میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اوسط مدتی (ریفیر منٹ) جملہ قرض بشمول عام قرض و اوسط مدتی قرض نظر ثانی کے بعد ۷ سالہ کر دیا گیا ہے۔ ایک سال سے واجب الادا سود ایک سال کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے دو سال سے واجب الادا سود کی ادائی کی مدت دو سال سے زائد کردی گئی ہے۔ اور تین سال اور اس سے زائد کے واجب الادا سود کی ادائی کی مدت تین سال سے زائد کر دی گئی ہے۔ طویل مدتی قرض کی میعاد ادائی میں توسیع کر کے اقساط کی وصولی ملتوی کر دی گئی ہے جو غیر ادا شدہ اقساط کی مناسبت سے زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت کے لئے ہے۔ امداد باہمی قرضہ جاتی اداروں کو سود پر سود عائد نہ کرنے کی بھی ہدایت دی گئی ہے۔ کسانوں کی جانب سے ادا شدنی سود کی جملہ رقم قرض کی اصل رقم سے زائد نہیں ہونی چاہئیے۔ کسانوں کو خریف ۱۹۸۰ء کے دوران میں ۸۲ کروڑ روپیوں کی خطیر رقم امداد باہمی بنکوں کی جانب سے فصلوں کے لیے بطور قرض فراہم کی گئی ہیں اور آنے والے موسم ربیع میں مزید ۲۰ کروڑ روپیے تقسیم کرنے کا پروگرام ہے۔ امداد باہمی بنک قرضوں کا ۷۵ فیصد حصہ ایسے کسانوں کو منظور کیا جائے گا جن کے پاس ۵ ایکر تری یا ۱۰ ایکر خشکی سے کم اراضیات ہیں۔ اس اقدام سے زیادہ تر کمزور طبقات کے افراد کو فائدہ پہونچے گا۔ اس رقم کا ایک تہائی حصہ درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے لئے مختص کیا جائے گا۔

۶۵ کروڑ روپیوں کے طویل المدتی قرضے اسٹیٹ کوآپریٹیو اگریکلچرل ڈولپمنٹ بنک کی جانب سے جاریہ سال کے دوران اراضیات کی بہتری و ترقی، باولیوں کی کھدائی، باغبانی، بھیڑوں اور مرغیوں کی پرورش سے متعلق اسکیمات کیلئے مختص کئے گئے ہیں۔ حکومت باولیوں کے لئے قرض حاصل کرنے والے ایسے افراد کو مدد دے گی جن کی باولیاں ان کے اختیار سے باہر وجوہ کی بناء پر ناکارہ ہوگئی ہیں۔ حکومت نے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں قرضوں کے بقایاجات محصول اراضی اور دوسرے واجبات کی وصولی موقوف کر دی ہے۔ کسانوں کو زراعت کے لئے درکار اشیاء خریدنے کے لئے ۳ کروڑ روپے ہنگامی زرعی پیداوار پروگرام کے تحت موسم ربیع کے دوران منظور کئے گئے اس کے علاوہ ایک کروڑ روپے مونگ پھلی کے بیجوں کی خریدی کے لئے فراہم

سلسلہ صفحہ (۵) پر

ڈاکٹر سیدہ جعفر
۱/۲۴ - ۱ - ۹ لنگر حوض
حیدرآباد ۵۰۰۰۰۸

حسرت کی انتخابیت

حسرت موہانی نے اپنی غزل گوئی کے بارے میں کہا تھا ؎

توُ نے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگ نیا
اب بھی ہم کیا تیری یکتائی کا دعویٰ نہ کریں

اس شعر کو پڑھ کر ہمارا ذہن ان تین نکات کی طرف متوجہ ہوتا ہے نمبر ایک یہ کہ حسرت نے تمام غزل گو شعراء سے ہٹ کر اپنے لئے کوئی نیا طرز ڈھونڈ نکالا تھا دوسرے یہ کہ یہ طرز خاص اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد اور انوکھا تھا۔ تیسرا اور سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اس انداز سخن کو کامیابی کے ساتھ برتنے والا شاعر دعوئے یکتائی کا مستحق قرار پاتا ہے ان تینوں نکات کے تجزیئے سے ہم حسرت کی شاعری کی اصل روح تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ حسرت کے ذوق ادب کی آبیاری جن سرچشموں سے ہوئی تھی۔ انکا انھوں نے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے اور کہتے ہیں ؎

غالبؔ و مصحفیؔ و میرؔ و نسیمؔ و مومنؔ
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

نسیمؔ دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

انسانی ذہن خلاء میں سوچ نہیں سکتا۔ ہمارے خیالات و تصورات کا خام مواد گرد و پیش سے مہیا ہوتا رہتا ہے یہ بات نہ باعث شرمندگی ہے نہ وجہ فخر و مباہات یہ ایک سماجی حقیقت ہے جس پر ہمیں سائنٹفک نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہیئے۔ حسرت کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ ادبی روایت ایک تسلسل ہے جس میں ماضی حال سے الگ نہیں ہوسکتا۔ حال ماضی کی کاوشوں کے ثمر سے بہرہ ور ہوا ہے اور اسکی تشکیل و ہیئت ترکیبی میں زمانہ گذشتہ کی بہترین صلاحیتوں کے نتائج کارفرما ہیں۔ نئی روایت کی تشکیل کے لئے ماضی کے فنی اور شعری تجربوں کے ایک منتخب حصے سے مستفید ہونا بھی اپنے اندر معنویت رکھتا ہے۔ حسرت کے کلام میں قدیم سرمایۂ تغزل کے بہترین جوہروں اور اسکے کامیاب نمونوں کا عطر کھنچ آیا ہے۔ اردو غزل میں میرؔ و مصحفیؔ اور مومنؔ و غالبؔ نے جو اضافے کئے تھے ان سب کی روح بحیثیت مجموعی حسرت کے یہاں ملتی ہے گویا وہ اس عظیم روایت کے سلسلہ دراز کی آخری کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں جذبات کہنے اور سوچنے کے مخصوص طرز، اظہار خیال رعنائی اسالیب، رمز و کنائیے کے ایک خاص سلیقے اور فن کے ایک مخصوص تصور سے وابستہ ہے۔ اساتذہ قدیم کے فن سے والہانہ وابستگی کا ایک ثبوت یہ بھی ملتا ہے کہ حسرت اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے سربرآوردہ متغزلین کے کلام سے غیر معمولی دلچسپی لینے لگے تھے۔ سجاد حیدر یلدرم نے حسرت کی جو قلمی تصویر کھینچی ہے اس میں لکھتے ہیں کہ علی گڈھ میں تعلیم کے دوران اکثر طلبأ ہاسٹل اور بیت الطعام کی مانیٹری کے لئے سرگرداں رہتے تھے لیکن حسرت ان کے برخلاف اساتذہ سخن کے قدیم دوادین کی تلاش میں منہمک رہے "اردوئے معلیٰ" کے ذریعے سے بعض غیر معروف شعراء کو روشناس کروانے کی سعی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ حسرت سے پہلے غزل میں اسالیب اور طرز ادا کے جو تجربے ہو چکے تھے، حسرت نے ان سے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ

استفادہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے غالب، مومن یا میر و مصحفی ہی کی تخصیص نہیں کی بلکہ جرأت اور انشاء سے بھی اکتساب فیض کرنے میں گریز نہیں کیا۔ قدیم غزل گو شعراء کے کلام کے غائر مطالعے اور غزل کے فن سے موانست اور غیر معمولی شغف نے انہیں اس صنف کا نباض بنا دیا تھا اور یہ کلاسکی طرز ان کے کلام میں رچ بس کر ان کے شعری ذوق کی پہچان بن گیا تھا اس لئے جب خود حسرت نے غزل گوئی کی ابتداء کی تو ان کی آواز ان ہی نغموں کی صدائے بازگشت محسوس ہونے لگی اور ان کے اشعار میں میر و مصحفی کا دل دھڑکنے لگا۔

تقلید ادب میں دو صورتوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاعر یا ادیب کسی دوسرے تخلیق کار کے فن اکتسابات، اسکی لفظیات، امیجری یا طرز ترسیل کے مخصوص پیکروں سے متاثر ہوتا ہے اور یہ اسکے تحت الشعور کی پہنائیوں کا ایک حصہ بن جاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر فنکار کی تخلیق میں اپنا جلوہ دکھانے لگتے ہیں اسکے برخلاف تتبع ایک اور روپ میں اپنی جھلک دکھا سکتا ہے یعنی شاعر یا ادیب شعوری طور پر کسی خاص ادبی شخصیت کے اسالیب اور طرز فکر کی پیروی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ امین حزیں سیالکوٹی نے اقبال کے مخصوص لب و لہجے کا چربہ اتارنے کی شعوری طور پر کوشش کی تھی لیکن تفکر کی گہرائی، دیدہ وری، زندگی کی رمز شناسی اور فلسفیانہ بصیرت کی کمی نے انہیں اقبال کا ناکام مقلد اور متقابل بنا دیا اور وہ اس عظیم فنکار کی ہمسری کا دعویٰ کرنے سے قاصر رہے۔

ولیم جیمس (WILLIAM JAMES) اور بالڈون (BALD WIN) نے اس طرح کی تقلید کو جبلی نوعیت کا حامل قرار دیا ہے لیکن مکڈوگل (MC DOUGALL) اسکے برخلاف خارجی عوامل اور گرد و پیش کے محرکات کی کارفرمائی پر زور دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ انہیں کے زیر اثر فرد رد و قبول اور ترک و اختیار کے فیصلے صادر کرتا رہتا ہے۔ حسرت کے کلام کا تجزیہ یہ بتلاتا ہے کہ کچھ تو ذاتی محرکات کے زیر اثر اور کچھ خارجی اقتضاء کے پیش نظر انہوں نے اساتذہ کی تقلید کو اپنے شعری مسلک کا جزو بنایا تھا۔ انہیں غنائی شاعری سے فطری وجدانی اور فطری مناسبت طبع تھی اور وہ شعر و ادب کے روایتی پیکروں کی پذیرائی پر ایقان رکھتے تھے۔ غزل کی تہہ داری اس کے اشاروں کی ایمائی صلاحیت اور اس کی دروں بینی و دلنوازی نے ان کے ذوق شعری کو مسحور کر رکھا تھا۔ حسرت سے قبل مصحفی کی شاعری میں اس انتخابیت کے آثار نظر آتے ہیں انہوں نے میر پر ذرد سلئے کو اپنے تغزل میں سمو لینے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہے تھے۔ حسرت نے کسی ایک رنگ پر اکتفا نہیں کی ہے۔ کلام حسرت ایک رنگین قوس قزح ہے جس میں کلاسیکی شاعری کے بہت سے دیدہ زیب اور نظر فریب رنگ اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ متقدمین اور متوسطین غزل گو شعراء کے بہترین اسالیب کو اپنے مزاج شعری میں جذب کر لینے کی سعی ناشکور نہیں ہے۔ حسرت کھلے دل سے اس اثر پذیری کا اعتراف بھی کرتے ہیں حسرت کے کلام میں اردو غزل کی ڈھائی تین صدیوں نے اپنے آپ کو دہرایا اور ان کے تغزل کے آئینے میں ہماری غزل گوئی نے اپنے خد و خال کا جائزہ لیا ہے۔

حسرت نے امیر اللہ تسلیم کے آگے زانوے ادب تہہ کیا تھا اور اس طرح ان کا سلسلہ نسیم دہلوی سے ہوتا ہوا مومن تک پہنچتا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں مومن کو خراج تحسین ادا کرتے اور ان کے رنگ سخن کو اپنانے کا دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں ؎

حسرت میرے کلام میں مومن کا رنگ ہے
ملک سخن میں مجھ سا کوئی دوسرا نہیں

حسرت یہ وہ غزل ہے جسے سن کے سب کہیں
مومن سے اپنے رنگ کو تو نے ملا دیا

طرز مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگیں بیانیاں نہ گئیں

کہاں سے آئیں گی نیرنگیاں ترکیب مومن کی
یہ لطف خورشش بیانی حسرت رنگیں بیاں تک ہے

حسرت کا یہ دعویٰ محض شاعرانہ تعلیٰ نہ تھا۔ ان کی شاعری میں

تراکیب کی چستی و برجستگی کے ساتھ اکثر جگہ جو معنی آفرینی ملتی ہے وہ مومن سے کسب فیض کی غماز ہے۔ وہ مومن کی ترکیبوں کے دلدادہ تھے اور "اردوئے معلیٰ" میں انہوں نے تراکیب مومن کی بلاغت اور ندرت کو سراہا تھا۔ شان توجہ رنگ حیا پرور، محشر اضطراب، خانہ بدوشی آرزو، حسن گلابی، تہذیب رسم عاشقی، گستاخ دستی اور اندوہ پشیمانی جیسی نادر و بلیغ ترکیبیں مومن سے اثر پذیری کی غمازی کرتی ہیں ۔ ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

از بسکہ ناز یار بشکل عتاب تھا
جو کامیاب تھا وہی ناکامیاب تھا
اب میں ہوں اور تغافل بسیار کے گلے
وہ میں کہ مورد کرم بے حساب تھا
جور پیہم نہ کرے شان توجہ پیدا
دیکھ بدنام نہ ہو نام ستمگاری کا

حسرت نے اردوئے معلیٰ میں نسیم دہلوی کی شاعرانہ حیثیت کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ نسیم دہلوی کے کلام میں دلفریبی گھلاوٹ اور رنگینی بیان مومن کی دین ہیں اور اس میں لکھنوی زبان کے لوچ کا اضافہ کرکے انہوں نے اردو غزل کو ایک خوبصورت تحفہ عطا کیا ہے۔ حسرت نے بڑے پُرخلوص انداز میں ان کے انداز غزل گوئی کی داد دی ہے ۔ اپنے اشعار میں وہ جتنا نسیم کا ذکر کرتے ہیں شاید ہی کسی اور کا کیا ہو ؎

مرحبا حسرت بنایا خوب انداز نسیم
لطف ہر ہر شعر میں ہے بندش استاد کا
حسرت تیری شگفتہ کلامی پہ آفریں
یاد آگئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں
حسرت ردا روی میں بھی آتا رہے خیال
اشعار میں نسیم کا رنگ بیان رہے

حسرت نے ذہنی تحفظات سے ماورا ہوکر اردو شاعری کے بہترین رہنماؤں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی تھی۔ اس اخذ و استفادہ میں ان کے ذوق انتخاب اور تنقیدی شعور نے بھی بہت سی منزلیں آسان کردی تھیں۔ حسرت کی نظر انتخاب جرأت وانشاء پر بھی پڑتی ہے۔ جن کی شاعری کے خارجی اشاروں اور لمسی نوعیت سے وہ ناآشنا نہیں تھے ۔ نمائی شاعری کا رومانی رویہ بھی ان دونوں میں ایک قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے ۔ غزل میں جرأت کی طرف متوجہ ہونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ جرأت کی طرح حسرت کے یہاں بھی محبوب محض پرچھائیں یا کوئی تخیلی مخلوق نہیں بلکہ گوشت پوست کا ایک جیتا جاگتا مادی پیکر ہے اور دوسرے یہ کہ جرأت کی طرح حسرت کی شاعری بھی واردات عشق کی تفسیر ہے ۔ "نکات سخن" میں حسرت نے لکھا تھا کہ جذبات کے سلسلے میں علوی اور سفلی کی تقسیم مہمل اور بے معنیٰ ہے جب ایک کانفرنس میں عریانی کی مخالفت میں قرارداد پیش کی گئی تھی تو حسرت نے اس کو پرزور طریقے پر رد کروانے کی کوشش کی تھی ۔ ان حقائق کے پیش نظر جب ہم حسرت کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں ؎

طرفہ حسرت بہ شوخی انشاء
رنگ جرأت میرے کلام میں ہے

تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کوئی غیر متوقع بات معلوم ہوتی ہے ۔ حسرت نے چھوٹی بحر اور سادہ زبان میں جو بے ساختہ اور پُراثر شعر کہے ہیں وہ میر سے ان کی خوشہ چینی کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ میر کے کلام میں جو سپردگی ، گداختگی اور خود گداشتگی ہے وہ حسرت کے تغزل کا نمایاں رنگ نہیں کیونکہ ان کی شاعری کا مجموعی آہنگ طربیہ ہے۔ میر کا پرسوز اور دھیما لب و لہجہ اور وہ ٹھنڈی جلن جو پڑھنے والے کے دل و دماغ کو ایک نرم آنچ میں لپیٹ لیتی ہے، حسرت کے اشعار میں نمایاں نہ ہوسکی تھی جس کا اعتراف انہوں نے اس طرح کیا تھا ؎

شعر میرے بھی ہیں پُردرد ولیکن حسرت
میر کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

حسرت کے چند شعر جو میر کے طرزِ سخن سے مناسبت رکھتے ہیں یہ ہیں ؎

جان کو صبر ہے نہ دل کو تاب
تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب

دیدنی ہیں دلِ خراب کے رنگ
آہ اس چشم پر حجاب کے رنگ

عشق میں جان سے گذر جائیں
اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں

لایا ہے دل پہ کیسی خرابی
اے یار تیرا حسن گلابی

حسرت نے بعض اور اساتذۂ غزل کا اعتراف کیا ہے جن میں مصحفی، قائم، غالب، سعدی، جامی اور حافظ کے نام شامل ہیں۔ "طبعِ حسرت" نے ان سب سے "فیض" اٹھایا ہو یا نہ ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ان کے زبردست انتخابی شعور اور بے مثل ادبی پرکھ نے بہت سے نایاب ہیروں کی جوت سے ایک نیا چراغ ضرور روشن کر دیا اور مختلف رنگوں کی آمیزش سے ایک نیا طیف (SPECTRUM) تیار کر دیا ہے۔ اس سے حسرت کے کردار کا یہ نقش بھی ابھرتا نظر آتا ہے کہ ان میں خود پسندی یا خود بینی نہیں تھی اور وہ اس مجروح انا کے ستائے ہوئے نہیں تھے جو ہر آئینے میں صرف اپنا جلوہ دیکھنا چاہتی ہے اور جسے دوسروں کی خوبیاں بھی عیب سے خالی نظر نہیں آتیں۔ حسرت کی انتخابیت سے ان کی کشادہ قلبی، رواداری، وسیع المذاق طبیعت اور ہمہ گیر و بوقلمون شعری مزاج کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تو دوسری حسرت کی قادر الکلامی اور ان کے استادانہ کمال اور خیال و ابلاغ کے سانچوں پر ان کی مضبوط گرفت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ مختلف رنگوں کو کامیابی کے ساتھ اپنانے پر کس حد تک قادر تھے اور یہ سب لہجے کے تنوع کے باوجود حسرت کے کلام میں ناہمواری اور ان کی آواز میں بے سُرا پن پیدا نہ ہو سکا۔ انتخابیت کے بارے میں آر۔ ایل۔ اسٹیونسن (R. L. STEVENSON) نے کہا تھا "میں نے بہت سے اساتذہ کی نقل کی یہاں تک کہ میرا ایک الگ رنگ بن گیا" حسرت کے کلام میں طرزِ ادا، ابلاغ کے وسیلوں اور لب و لہجے کا جیسا تنوع پایا جاتا ہے اس کی مثال آج تک اردو شاعری نے نہیں پیش کی ہے۔ حسرت بنیادی طور پر ایک غنائی شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں میں نہ بلند فکری عنصر ہے اور نہ فلسفیانہ موشگافیاں۔ حسرت کی شاعری میں جذبات کی غیر معمولی آنچ اور والہانہ سرمستی موجود نہیں اور نہ وہ لمحات ہیں جن میں شاعر فن کی انتہائی بلندیوں کو چھوتا ہوا محسوس ہو۔ تخیل کی کارفرمائی، عالمانہ سوجھ بوجھ اور نزاکتِ خیال کے اعتبار سے بھی حسرت کا کلام بہت بلند مرتبہ نہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حسرت کی غزل گوئی محض انتخابیت، تقلید اور تتبع کا معجزہ نہیں اسکے چند انفرادی خدوخال اور ذاتی خصوصیات بھی ہیں۔ حسرت کا کلام اگر محض مانگے کا اجالا ہوتا تو ان کی شاعرانہ عظمت کے متعلق دو رائیں ہو سکتی تھیں۔ حسرت کے کلام میں ان کی انفرادیت کونسے جھروکوں سے جھانکتی ہے اور ان کی شخصیت کی پرچھائیں کہاں کہاں نظر آتی ہیں اسکی نشاندہی دشوار نہیں۔ حسرت کے بارے میں یہ رائے قائم کرنا کہ ان کا شعری نغمہ محض چند اساتذہ کی مخصوص دھنوں کی گونج ہے۔ ان کے نگار خانے میں دوسروں کی تصویریں ہیں اپنا کوئی عکس نہیں۔ انہوں نے نقالی کی ہے اور ان کے یہاں تخلیقی صلاحیت اپج اختراعی ذکاوت اور انفرادیت کا فقدان ہے، درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حسرت نے مانوس نغموں کے سہارے ایک نئی لے کی تخلیق کی ہے صوتی اثر آفرینی، کلاسکی رچاؤ، سادگی و پرکاری، دلآویزی و معنی آفرینی اور لطیف جذبات کی موثر ترجمانی نے ان کے اشعار کو شخصی آہنگ اور انفرادی تیور عطا کئے ہیں۔ سادگی سے بے ساختگی اور ... کے سایے میں بھی ان کی شخصیت کے نقوش نمایاں ہیں۔ حسرت کے شعر میں زندگی بولتی ہے جینے کا حوصلہ ہے اور عشق کی کٹھن وادی سے سر کے بل گذر جانے کا عزم ہے۔ انہوں نے انسان کی فطری خواہشات اسکی محبت اور اسکی کبھی ختم نہ ہونے والی پیچیدگی کو بنیادی موضوع بنایا ہے۔ محبت ان کے کلام میں زندگی کا سب سے زبردست محرک اور سب سے شدید جذبہ بن کر نمایاں ہوئی ہے اور اسکے وسیع تجربات، اسکی دائمی

کسک اور اسکی نیرنگیوں کو حسرت نے اشعار کے قالب میں ڈھال دیا ہے حسرت کی شاعری میں وہی واردات عشق بیان ہوئی ہے جو بار بار غزل میں دہرائی جاچکی ہے لیکن وہ اس میں ایک نئی لطافت، تازگی اور جدت وندرت پیدا کر دیتے ہیں۔ حسرت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں ان کے مخصوص رنگ تغزل کی جھلک نظر آتی ہے ؎

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

کیا کیا نہ یاد دیار سے ہوں شرمسار ہم
فرصت کبھی جو کشمکش روزگار دے

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

تجھ سے اب مل کے تعجب ہے کہ اتنا عرصہ
آج تک تیری جدائی میں یہ کیونکر گذرا

ہم رضا شیوہ ہیں تاویل ستم خود کرلیں
کیا ہوا بات اگر ان سے بنائی نہ گئی

لو وہ دامن جھٹک کے چل بھی دیئے
عاشق ناتواں سے کچھ نہ ہوا

حسرت نے غزل کو نئی زندگی بخشی اسکا احیاء کیا اور اسکی کھوئی ہوئی ساکھ دوبارہ قائم کی۔ حسرت کی شاعری کی یہ خصوصیت بھی انہیں دوسرے غزل گو شعراء سے ممیز کرتی ہے کہ انکا محبوب شمع محفل نہیں چراغ خانہ ہے حسرت نے جہاں سرگذشت دل اور واردات محبت بیان کی ہے یہ احساس ہوتا ہے کہ انکا عشق شریفانہ ہے جیسے انہوں نے سیرت کی اعلیٰ اقدار اور اخلاقی احتساب کے سائے میں پروان چڑھایا ہے۔ جگر اور حسرت بیسویں صدی کے وہ ایسے غزل گو شعراء ہیں جن کے یہاں "تہذیب رسم عاشقی" کی آبرو اور "اعتبار شان رسوائی" کی آن بان ملتی ہے۔ عشق سالہا سال سے کوچہ قاتل اور بازار رسوائی میں بھٹک رہا تھا، ان شعراء نے عشق اور معشوق دونوں کی توقیر بڑھائی اور محبت کو ایک نیا شریفانہ مزاج عطا کیا اور اپنی پرکیف اور سہل غزلوں کی گھلاوٹ سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ محبت بھی جو شائستگی کے حدود کے اندر اور اخلاقی پابندیوں کی زد میں نشو ونما پاتی ہے، واردات شوق سرگشتگی، احساس کی بوقلمونی اور متنوع تجربات میں اس محبت سے کسی طرح لطف دلچسپی اور وسعت میں کم نہیں جسکی تصویرات، رنگینی اور جرأت وغیرہ نے پیش کی ہے۔ حسرت کی محبت ہندوستان کے متوسط اور شریف گھرانوں کی معاشرت کے پس منظر میں ابھری ہے۔ اس لئے ان کے محبوب کی اداؤں میں خانہ نشینی کی معصومیت اور بے داغ وابستگی کا بھولاپن موجود ہے۔ خود حسرت کو اپنے "عشق پاکباز" اور بے لوث محبت پر ناز تھا ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ ؎

دیار شوق میں ماتم بپا ہے مرگ حسرت کا
وہ وضع پارسا اسکی وہ عشق پاکبازانہ

کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر
ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی

بیسویں صدی کے اکابر غزل گو شعراء کا یہ اجتہاد بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں کہ انہوں نے اردو غزل کے روایتی محبوب کے مقابلے میں جو "ستم پیشہ" اور "بدخو" تھا، دو طرفہ محبت کا تصور پیش کرکے اردو غزل کے تجربات عشق کو نئی وسعتوں سے آشنا کیا۔ اس سے بھی حسرت کی آزادی فکر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ حسرت کی روایت پرستی میں بھی حریت فکر کا پرتو موجود ہے جسکا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اساتذہ کے طرز کی کورانہ تقلید نہیں کی ہے۔ ان کے فنی محاسن سے اپنے تغزل کو مالا مال ضرور کر دیا لیکن ان کے کمزور پہلوؤں سے قصداً دور رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اظہار کے پیرائے مستعار لینے کے باوجود میر کی یاس پسندی، مومن کی پیچیدہ بیانی اور انشاء، جرأت کی ہوسناکی کو ان کے تغزل میں جگہ نہ مل سکی۔ حسرت کی غزلیں روایتی انداز کے تسلسل کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایک جدت، نیاپن اور تازگی رکھتی ہیں۔ غزل کی پرانی علامتوں کی تھکا دینے والی تکرار اور فرسودہ تلازموں کی بے کیفی کے بجائے حسرت کی غزلیہ شاعری میں لطافت اور تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے قدیم طرز ابلاغ کو ایک نئی معنویت عطا کی ہے۔ ●●

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کو ۱۰ کروڑ روپے کی امداد

حکومت آندھرا پردیش نے رائلسیما علاقے اور اضلاع رنگاریڈی کریم نگر، نلگنڈہ، محبوب نگر، میدک، ورنگل، عادل آباد، پرکاشم اور نیلور کے موسمی حالات کے جائزہ کے بعد ان علاقوں میں کھیت مزدوروں کو روزگار مہیا کرنے کے لئے (۱۰) کروڑ روپے منظور کئے ہیں۔ چھوٹے آبپاشی کاموں کیلئے ۲۶ء۴ کروڑ روپے کی رقم منظور کی گئی جبکہ بڑی اور اوسط آبپاشی کاموں کے لئے ۵ء۶۵ کروڑ روپے منظور کئے گئے ہیں۔ چیف انجینئر نے کہا کہ ادھورے کاموں کی تکمیل کو ترجیح دی جائے گی اور متذکرہ رقومات سال رواں کے دوران مارچ کے ختم تک استعمال کرلی جانی چاہیئے۔

شریمتی اندرا گاندھی کی زیر قیادت ملک کی ترقی قابلِ ستائش

اقتدار کے ایک سال کی تکمیل پر وزیر اعظم کو چیف منسٹر ٹی انجیا کی مبارکباد

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے ۱۴ ؍جنوری کو اقتدار کے ایک سال کی تکمیل پر وزیر اعظم اندرا گاندھی کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ مسٹر انجیا نے کہا کہ گذشتہ ایک سال کے دوران قوم نے قابل ستائش ترقی کی ہے اور ساتھ ہی توقع ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اندرا گاندھی کے زیر قیادت ملک آنے والے برسوں کے دوران اور بھی کامیابی کی منزلیں طے کریگا۔ اور ہر میدان میں پیش رفت کرے گا۔ چیف منسٹر نے کہا گذشتہ ایک سال کے دوران وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ان کے صاحبزادہ مسٹر سنجے گاندھی کی اچانک موت کے بے پناہ غم کے باوجود جس توجہ اور تندہی سے ملک کو درپیش مسائل پر اپنی توجہ مرکوز کر رکھی ہے، اس سے انکے بے مثال جذبۂ حب الوطنی اور عام آدمی کی خدمت کے لئے ان کے خلوص کا ثبوت ملتا ہے جس کی وضاحت کے لئے جلدیں درکار ہیں۔ اندرا گاندھی کیلئے ہندوستان ہی گھر اور ہندوستانی عوام ہی انکے ارکان خاندان ہیں، وزیر اعظم کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں عوام کیلئے وقف ہیں۔ مسٹر انجیا نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گذشتہ ایک سال کی ایک عظیم تر کامیابی سری ہری کوٹہ، آندھرا پردیش سے مصنوعی سیارہ "روہنی" کی خلاء میں روانگی ہے توقع ہے کہ اس سال طغیانی اور خشک سالی کے باوجود زرعی پیداوار ریکارڈ رہے گی۔ کسانوں نے اناج کی خوش خریدی قیمتوں میں قابلِ لحاظ اضافہ کرکے کسانوں کو فائدہ پہونچایا گیا ہے مسٹر ٹی انجیا نے کہا کہ وزیر اعظم اندرا گاندھی کی قابل قیادت میں ملک مستقبل میں ہمہ جہتی ترقی کریگا

آندھرا کے ہیں حاکم اعظم
شری انجیا اہلِ لطف و کرم

متحد ہوں یہ ہی اخوت ہے | بس اسی میں سکون وراحت ہے
فرقہ وارانہ ذہنیت بے کار | دوستو انس ہم کو ہے درکار
دل بھی ہو صاف جیسی صورت صاف | صاف کردار اور سیرت صاف
مختلف پھولوں کی جو رنگت ہے | باغ کی باغباں کی عزت ہے
ربط کی ترجمان ہے الفت | وطنیت کی شان ہے الفت
وقت کا خود کو یوں فریس بناؤ | ہاتھ کے ساتھ دل کے ہاتھ ملاؤ
یہ فساد اور جو بربریت ہے | ملک کے واسطے خجالت ہے
ہو جو قوموں میں قومی یک جہتی | ہم میں تفریق پھر نہ ہو گی کبھی
سوچتے ہیں نئی نئی گھاتیں | کرتے ہیں اتحاد کی باتیں
جن کو ہے فرقہ واریت سے کام | ایسے لوگوں سے ملک ہے بدنام
غیب ہی سے انہیں جو ہو توفیق | تب بنیں گے یہ دوست اور رفیق
ایک ایسا بھی وقت آئے گا | امن ہی سب کے کام آئے گا
شان اپنی اگر دکھا دے خدا | دل ملیں گے اگر ملا دے خدا
آندھرا کے ہیں حاکم اعظم | شری انجیا اہلِ لطف و کرم
ہاتھ میں اتحاد کا پرچم | لے کے آئے ہیں باحشم و قدم

صابر اللہ کا جو کرم ہو جائے
امن کا جام - جام جم ہو جائے

صابر زیکی
۸۶۹-۴-۲۱ قریب مسجد اتحادی
محلہ کوکاٹٹی، حیدرآباد ۵۰۰۰۲۶۴

(افسانہ)

شانتاپالی
۲/۲۹۶ جواہرنگر
جے پور ۳۰۲۰۰۴

مدھیہ پردیش کے گھنے جنگل میں بنے محکمۂ جنگلات کے ریسٹ ہاؤس میں آتشدان کے قریب بیٹھے چاروں شکاری اپنے اپنے گلاسوں میں شراب انڈیل کر لمبی سانس کھینچتے ہوئے باورچی خانہ سے آنے والی خوشبو سے اندازہ لگا رہے تھے کہ ابھی کھانا ملنے میں کتنی دیری ہے۔ رات کا ایک بج رہا تھا اور مارے بھوک کے اُن کی آنتیں کلبلا رہی تھیں۔

شیر سنگھ نے ایک گھونٹ چڑھاتے ہوئے کہا "یہ رامو کا بچہ ہمیں پو پھٹنے سے پہلے کھانا نہیں دے گا۔"

"تم سے کس نے کہا تھا کہ اتنی رات گئے تک جنگلوں کی خاک چھانتے رہے۔ میں نے تو ایک ہی ہرن کے شکار کے بعد چلنے کو کہا تھا مگر جناب پر بھوت سوار تھا شکار کا۔ کیا ملا اس کے بعد؟ ایسے ہی بیکار پٹرول پھونکا۔ ٹھاکر مدن سنگھ نے کہا۔

محمود جو اتنی دیر سے انگیٹھی میں لکڑیاں ہلا رہا تھا ایکدم پیچھے مڑتے ہوئے بولا۔ "ارے بھائی اتنی خوشگوار رات کو کیوں بدمزہ کرنے پر تُلے ہوئے ہو۔ گوشت بھننے کی خوشبو آرہی ہے۔ اب سمجھو کھانا آیا کہ آیا"

"ارے وہ بڈھا کھوسٹ ابھی ایک گھنٹے تک اور نہیں بنا پائے گا۔" شیر سنگھ نے شرارت بھری نظروں سے محمود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس کی بجائے تو ہم خود ہی ابھی تک بھون بھان کر پیٹ میں ٹھونس چکے ہوتے مگر جناب نے اس کے گوشت پکانے کی تعریفوں کے پُل جو باندھ رکھے تھے کہ اُسے ساتھ لانے پر مجبور ہو گئے۔

ٹھاکر اچھپال سنگھ جو اب تک ہونے والی گفتگو میں بظاہر کوئی دلچسپی نہ لیتے ہوتے آرام کرسی پر نیم دراز ہاتھ میں گلاس پکڑے سپ کر رہے تھے۔ ذرا سا بدن کو حرکت دے کر ان سب کو مخاطب ہو کر بولے۔

" زندگی جیسی حسین شئے کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑنے میں نہیں گنواؤ میرے دوستو، زندگی کا ایک ایک لمحہ، اس امرت کا ایک ایک قطرہ آنند لے کر گلے سے اتارو، ایک لمحہ، ایک قطرہ بھی مت ضائع ہونے دو۔ ایسی کیا بات ہے۔ بھوک لگی ہے تو میری ٹوکری میں سے بھنی ہوئی مونگ پھلی اور نمکین سیویاں نکال لو۔"

شیر سنگھ اتنا سنتے ہی جھپٹ کر ٹوکری اٹھا لایا اور ندیدوں کی طرح مٹھیاں بھر کر اپنی جیب میں ٹھونسنے لگا۔

محمود بولا "بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔ اس پلیٹ میں نکالو، سب ملکر کھاتے ہیں۔"

شیر سنگھ نے ٹوکری کھسکاتے ہوئے کہا۔ "لو تم لوگ نکال لو۔"

اب چاروں ہی تھوڑا تھوڑا نمکین منہ میں ڈال کر شراب کی چسکیاں لینے لگے۔ محمود نے ایک بار پھر آتشدان میں لکڑیاں ڈالتے ہوئے کہا "لگتا ہے کہیں برف گری ہے۔ جو اتنی سرد ہوائیں چل رہی ہیں۔"

ٹھاکر اچھپال سنگھ بولے۔ "بھائی محفل کو گرماؤ تو کچھ سردی کم لگے۔

کیوں محمود ہوجائے پھر ایک غزل"۔

"بھوکے پیٹ غزل کہاں؟ ایک شعر بھی نہیں نکلتا منہ سے"۔

محمود بولا۔ "آج تو آپ ہی کچھ سنائیے ٹھاکر صاحب"۔

"بھائی میں کیا سناؤں"

"کچھ بھی، اپنی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ ہی سُنا دیجئے جسے آپ بھول نہ پائے ہوں" شیر سنگھ نے اپنے منہ میں مونگ پھلیاں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"اچھا تو سنو" ٹھاکر اچھپال سنگھ نے اب سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ سن چھیالیس کا واقعہ ہے اور اتنے سال گذر جانے کے باوجود وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے جوں کا توں ہے۔ تب میں راجپوتانہ (جو اب راجستھان بن چکا ہے) کے ایک بہت پچھڑے ہوئے علاقہ کے ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن کا انچارج تھا۔ اسٹیشن کیا تھا بس کچھ دو کمروں کی بلڈنگ جو میرا دفتر بھی تھا اور میری رہائش گاہ بھی۔ اور میں بیک وقت اسٹیشن ماسٹر، پوسٹ ماسٹر اور تار بابو کے فرائض سرانجام دیتا تھا تھوڑی دوری پر ایک کھپریل کے جھونپڑے میں میرا اسسٹنٹ رہتا تھا جو جھنڈی ہلانے، کانٹا بدلنے، پانی پلانے سے لے کر میری غیر موجودگی میں ٹکٹ کاٹنے تک کا کام سنبھالتا تھا۔ اس کے علاوہ اس ویران جگہ پر وہ میرا دوست اور کھانا پکانے والا بھی تھا۔ اس کے علاوہ اُس ویران جگہ پر وہ میرا دوست اور کھانا دس میل کے فاصلے پر تھا جہاں پکی سڑک تو کیا کچی سڑک بھی نہ جاتی تھی۔ صرف اونچے نیچے راستوں سے پگڈنڈیاں جاتی تھیں....."

شیر سنگھ ایکدم بول اٹھا "ایسی جگہ پر ریلوے اسٹیشن بنانے کی کیا تک تھی؟"

"تم نے ٹھیک کہا میرے دوست، بات اصل میں یہ تھی کہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران اس علاقے سے بھرتی ہونے والے جوانوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ گاؤں کے مکھیا کے کہنے پر انگریز ریکروٹنگ آفیسر نے وہاں ریلوے اسٹیشن بنانے کی سفارش کی تھی۔ زیادہ تر گاڑیاں وہاں بنا رکے ہی چلی جاتی تھیں۔ دو مسافر گاڑیاں ہی وہاں تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے رُکتی تھیں۔ کبھی بھولے بھٹکے اس میں سے کوئی فوجی جوان اپنی پیٹھ پر کٹ بیگ اور سر پر ٹرنک اٹھائے اترتا اور پھر چھٹی ختم پر اس اسٹیشن سے سوار ہوتا۔ وہاں کے لوگ تو گاڑی کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے تھے۔

"ارے لالا بھئی محمود ذرا بوتل ادھر، ٹھاکر صاحب نہ جانے اس ویرانے میں کہاں رنگینی ڈھونڈ کر لائیں گے، شائد اسٹیشن کا انچارج ہونا ہی کوئی رنگین واقعہ ہے"۔

شیر سنگھ تم بڑے بے صبر ہو۔ ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ وہاں دور دور تک آبادی نہیں تھی۔ صبح آنے والی گاڑی سے آس پاس بسے گاؤں کی ڈاک کا تھیلا آجاتا تھا جسے کسی بھی وقت گاؤں کا چوکیدار آکر لے جاتا مگر برسات کے موسم میں تو کئی کئی دن تک نہ کوئی آتا نہ کوئی جاتا۔ اس دوران میں اگر کوئی مسافر آبھی جاتا تو اُسے موسم صاف ہونے تک ہمارے پاس رکنا پڑتا۔

اتنا سنتے ہی شیر سنگھ کے چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔ اب سمجھا ایسے میں ضرور کوئی حسینہ آپ کی مہمان رہی ہوگی۔

"بھائی تمہیں درمیان میں بولنے کی بہت بُری عادت ہے، جلدباز کہیں کے"

"کیا کرے بیچارہ، پیدا جو ست ماسا (ساتویں مہینے) ہوا تھا۔ محمود نے کہا "آپ آگے سنائیے ٹھاکر صاحب"۔

"میں کہہ رہا تھا نا کہ یہ سن چھیالیس کا ذکر ہے۔ تب لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ چار دن سے برابر موسلادھار مینہ برس رہا تھا۔ میں گاڑی کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ ایک بڈھا دیہاتی گھٹنوں تک کیچڑ میں لت پت، پگڑی کے پلو سے اپنی ٹوٹی کمانی والی عینک صاف کرتا ہوا کھڑکی کے پاس آکر بولا "میری کوئی چھٹی ہے کیا؟"

"کس نام سے؟"

"ٹھاکر منگل سنگھ، پیپل گاؤں"

میں نے میز کے کونے پر رکھی ڈاک اٹھا کر دیکھنا شروع کیا اور سب چٹھیاں دیکھ کر کہا "نہیں بابا آپ کی کوئی چٹھی نہیں"۔

ذرا دھیان سے دیکھو صاحب جی۔ میرے بیٹے کی چھٹی ضرور آئی ہوگی۔ ابھی پانچ روز پہلے جو ایک فوجی آیا تھا وہ میرے بیٹے بھنور سنگھ کے ساتھ ہی جنگی قیدی بنا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا ہے کہ بھنور سنگھ زندہ ہے اور وہ آج شام کو آنے والی گاڑی سے آئے گا اس کا ریلوے وارنٹ بن رہا تھا' اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے آنے کی خبر مجھے چھٹی یا تار سے دے گا۔

" ارے ہاں ایک تار رات کو آیا تھا جو میرے اسسٹنٹ نے باہر بورڈ پر لگا دیا تھا۔ میں دیکھتا ہوں۔

یہ کہکر میں جھٹ باہر نکلا اور بورڈ پر لگا تار پڑھنے لگا۔ وہ اُس بڈھے کے بیٹے کا ہی تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ آج شام کی گاڑی سے پہنچ رہا ہے۔ یہ تار اس نے کلکتہ سے بھیجا تھا۔ آگرہ سے اس نے یہی گاڑی پکڑنا تھی جو شام پانچ بجے یہاں پہنچتی تھی۔

تار سنتے ہی بڈھے نے مجھے گلے سے لگا لیا' اسکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ مارے خوشی کے اس نے مجھے بھینچ لیا۔ ان بوڑھے بازوؤں میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت بھر آئی تھی وہ بار بار کہہ رہا تھا تم میرے بھگوان ہو' تم نے مجھے میرے بیٹے کے آنے کی خبر دی ہے جانتے ہو میں تو اُسے پچھلے ایک سال سے رو دھو کر بیٹھ گیا تھا' میرا بیٹا زندہ ہے۔ میرا بیٹا آ رہا ہے۔ میں کیا دوں تمہیں صاحب۔ میرا بس چلے تو تمہارا منہ گھی شکر سے بھر دوں۔ سارا دن یہیں رہوں گا۔ شام ہونے میں کیا دیر ہے' نو تو بج ہی رہے ہیں۔

میں نے اپنے کو اسکے بازوؤں سے آزاد کراتے ہوئے کہا بابا تم میرے کمرے میں چلو' منہ ہاتھ دھو کر آرام کرو' کھانا بھی یہیں کھانا۔

اس نے پھر جذبات سے مغلوب ہوکر مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور کہا 'تم امر رہو' زمانے بھر کی خوشیاں تمہارے قدموں میں ہیں۔

تب میں نے پہلی بار محسوس کیا کہ زندگی کتنی خوبصورت شے ہے۔

وہی بڈھا جو تھوڑی دیر پہلے مایوسیوں کے سمندر میں ناامیدی کی لہروں کے تھپیڑے کھا رہا تھا اس وقت یقین واستقلال کے خوبصورت ساحل پر کھڑا زندگی کی مسرتوں و رنگینیوں کے تصور سے ہی دنیا کا خوش قسمت ترین انسان نظر آ رہا تھا۔ یقیناً زندگی عزم و استقلال کا ہی نام ہے۔ تب میں نے تہیہ کر لیا کہ زندگی کے جو لمحات میرے ہاتھ میں ہیں کبھی رنج و غم کی نظر نہ ہونے دوں گا۔

میں اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے کمرہ میں لے گیا۔ صبح والی گاڑی آ رہی تھی جس میں سے مجھے کسی مسافر کے اترنے کی امید تو نہ تھی البتہ آج کا اخبار لینے کی جلدی ضرور تھی۔ بابا کو ایک اسٹول پر بٹھا کر میں باہر بھاگا۔ گاڑی رُک چکی تھی۔ ڈاک کا تھیلا نیچے پٹک کر پورٹر نے مجھے اخبار تھما دیا۔ یہ کیا؟ پہلے صفحہ پر جلی حروف میں یہ سُرخی دیکھ کر میرا سر گھوم گیا۔

" ہوڑہ سے آنے والی گاڑی ڈاک گاڑی کے انجن کے ساتھ والے دو ڈبے پٹری سے اُتر گئے ان میں سوار دو مسافروں کے علاوہ سبھی ہلاک ہو گئے۔ مرنے والوں میں سے جو شناخت ہو سکے اُن کے نام

بھنور سنگھ حوالدار گاؤں بپلی ......

اتنا پڑھتے ہی میں چلتی گاڑی کے پیچھے بھاگا اور اچھل کر گارڈ کے ڈبہ میں سوار ہو گیا۔ گارڈ نے حیران ہو کر کہا' آپ کو جانا ہی تھا تو آرام سے چڑھتے۔

میرے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔ میں اس کا سامنا نہیں کر سکوں گا میں زندگی پر موت کی فتح نہیں دیکھ سکوں گا۔

ٹھاکر اچھپال سنگھ ایکدم خاموش ہو گیا۔

اس خاموشی کو توڑتے ہوئے شیر سنگھ نے کہا' کیا کہتے ہیں ٹھاکر اچھپال سنگھ ہمیں زندگی کا درس دے رہے ہیں اور خود موت کی خبر سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے' اسی لئے تو میں کہتا ہوں دوستو! زندگی کو ہنسی خوشی سے گذارو اور جب موت دستک دے تو خندہ پیشانی سے دروازہ کھول دو"

عین اُسی وقت دروازہ کھول کر راموکھانے کا ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا تو شیر سنگھ نے گلاس میں بچی شراب حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔ موت کی دستک کا ذکر چھوڑو یارو' زندگی نے دستک دی ہے۔ آؤ کھانا کھائیں۔ میرے نزدیک زندگی کا فلسفہ بھرا پیٹ ہے فقط بھرا پیٹ۔

●●

قدرت حجازی
۸۲-۲-۱۹ تا ڑبن سیر عالم ٹینک روڈ
حیدرآباد ۲

جب میں آفس سے گھر پہونچا تو میری آواز سنتے ہی میری بڑی لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اور میرے ہاتھ میں ایک شادی کا دعوت نامہ تھما دیا۔ میں آفس سے تھکا ماندہ لوٹا تھا مزاج چڑچڑا سا ہو رہا تھا میں نے لڑکی کو ڈانٹ دیا اری بے وقوف تو اتنی بڑی ہوگئی مگر ابھی تک تجھے عقل بھی نہیں آئی! یہ کونسا تک ہے کہ آدمی باہر سے تھکا ماندہ آیا ہو اور آتے ہی اس کے ہاتھ میں دعوت نامہ تھما دیا جائے۔ میری ڈانٹ سن کر میری لڑکی بجائے بُرا ماننے کے ہنسنے لگی اور کہنے لگی' ابو' آپ نہیں جانتے کہ اس رقعہ میں کیا ہے ذرا اسکو پڑھکر تو دیکھئے آپ کی سمجھ میں خود بخود آ جائے گا کہ میں نے اس بے تابی سے یہ رقعہ آپ کو کیوں دیا تھا۔

رضیہ نے سچ ہی کہا تھا اس دعوت نامہ میں بات ہی کچھ ایسی تھی جسکو پڑھکر کوئی بھی حیرت میں ڈوب سکتا تھا۔

مسٹر اکشر رام پرشاد کو کون نہیں جانتا تھا۔ سارے شہر میں ان کی نیک نامی و فیاضی کے چرچے ہیں۔ انکے اعلیٰ کردار و ارفع اخلاق کی وجہ سے ہر آدمی اُنکی عزت کرتا تھا اور ہر ایک کے دل میں انکے لئے عقیدت کا جذبہ موجود تھا۔ یہ رقعہ انہی کی لڑکی کی شادی کا تھا۔ حیرت تو اس بات پر ہو رہی تھی کہ لڑکی کا نام عائشہ اور نوشہ کا نام نعیم الحسن لکھا تھا یہی بات مجھے محو حیرت کئے ہوئے تھی دماغ چکرا رہا تھا کیوں کہ دنیا جانتی ہے کہ رام پرشاد لاولد ہیں اُن کے کوئی اولاد ہی نہیں تھی۔

پھر یہ لڑکی کہاں سے آگئی اور وہ بھی مسلم۔ اگر میں یہ فرض کرلوں کہ انہوں نے کسی بچی کو لیکر پال لیا ہو تو نام عائشہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس گتھی کو سلجھانے کی بہت کوشش کی مگر سُلجھا نہ سکا جسکی وجہ سے میرے دل میں ایک بے چینی سی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ٹیلی فون کرکے رام پرشاد ہی سے پوچھ لوں مگر انکے بُرا مان جانے کے ڈر سے یہ جرأت نہ کرسکا۔ اسی ادھیڑ بن میں آدھا گھنٹہ گذر گیا اور مجھے اسکا پتہ ہی نہ چلا۔ میں خیالات کے اس تانے بانے سے اُسوقت چونکا جبکہ میری لڑکی رضیہ میرے لئے چائے لیکر آگئی۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ نہ تو میں نے ابھی کپڑے ہی بدلے ہیں اور نہ ہی منہ ہاتھ دھویا ہے۔ میں نے رضیہ سے کہا تم چائے رکھ جاؤ میں ابھی لونگا میرے دماغ میں جو بات کھٹک رہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک ہندو کی لڑکی مسلم کیسے ہوسکتی ہے؟

پھر اس خیال سے کچھ تسلی سی ہوئی کہ اس ماڈرن زمانہ میں سب کچھ ممکن ہے۔ اُنکی اپنی بیوی سے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ ذات پات کے بندھنوں کا خیال کئے بغیر کسی مسلم لڑکی سے شادی کرلی ہو اور یہ لڑکی اُسی کی ہو' یہ بات الگ ہے کہ دنیا کی انگشت نمائی سے ڈر کر اس بات کو انہوں نے راز میں رکھا ہو۔

شادی کے دن کا مجھے بے چینی سے انتظار تھا خیر سے وہ دن بھی آگیا اس دن مجھے دفتر میں کچھ زیادہ کام تھا جس کی وجہ سے شادی میں پہنچنے

تک دیر ہوچکی تھی نکاح ہوچکا تھا لوگ آپس میں گلے مل مل کر مبارکباد دے رہے تھے۔ مہمانوں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد جمع تھی ایسا روح پرور سماں تھا کہ دیکھکر میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔ کون کہتا ہے کہ ہمارے دیس میں ہندو مسلم اتحاد نہیں ہے کوئی اس شادی کی تقریب کو دیکھتا تو اسکے دل سے یہہ وہم نکل جاتا اور وہ اس بات کا یقین کرتا کہ ہمارے دیس میں آج بھی وہی بھائی چارگی و اتحاد برقرار ہے کون کہتا ہے کہ اس دیس میں لوگ ذات پات کے نام پر کٹ مرتے ہیں۔ بات دراصل یہہ تھی کہ اس تقریب میں آئے ہوئے مہمانوں میں ہندوؤں سے زیادہ مسلم نظر آرہے تھے۔ دولہا کی طرف سے آنے والے مہمان تقریباً سبھی مسلمان تھے اور دلہن کی طرف سے رام پرشاد کے خاندان کے لوگ اور دیگر دوست احباب کثیر تعداد میں شریک تھے۔ میں بھی اس ہماہمی میں شریک ہوگیا باوجود اتنی چہل پہل کے میرے ذہن میں صرف وہی ایک بات سوالیہ نشان بنی ہوئی تھی۔

رام پرشاد سب سے ملتے ملاتے مبارکبادیاں لیتے ہوئے میری طرف آرہے تھے میں نے بڑھکر گرمجوشی سے استقبال کیا اور اپنے پورے خلوص کیساتھ انکو گلے لگاکر مبارک باد دی۔ رام پرشاد کو اپنے سامنے ٹھہرا دیکھکر میرے دل میں وہ سوال مچلنے لگا اور بے ساختہ میرے لب ہلے اور میں وہ بات پوچھ ہی بیٹھا جسکی جرأت عام حالت میں میں کبھی نہ کرسکتا۔ میں نے کہا بھائی رام پرشاد اگر میں تم سے ایک نجی سوال پوچھوں تو بُرا تو نہیں مانو گے۔ ارے نہیں بھئی برا ماننے کی کیا بات ہے تم میرے دوست سے زیادہ بھائی کی حیثیت رکھتے ہو تمہارے ہمارے تعلقات بہت قدیم ہیں تم بلا جھجک ہر بات پوچھ سکتے ہو۔ کیا میں اس راز کو جان سکتا ہوں کہ آپ کی لڑکی مسلم کیسے جبکہ آپ کے کوئی اولاد ہی نہ تھی۔ یہہ بات سُن کر رام پرشاد مسکرائے اور کہا میں تمہیں سب کچھ بتادونگا آؤ پہلے چل کر دلہا دلہن سے تو مل لو اور انہیں مبارک باد کے کچھ دعاؤں سے بھی نوازو۔

جب سب لوگ مل چکے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو دلہا کی مسند پر رام پرشاد نمودار ہوئے اور کسی کو پکار کر مائک و فون لانے کیلئے کہا جب مائک اُن کے سامنے آگیا تو ....

پہلے تو انہوں نے سب مہمانوں پر ایک اُچٹتی سی نظر ڈالی اور کہا بھائیو، بزرگو، دوستو میں اس وقت ایک ضروری اور اہم بات بتانے جارہا ہوں امید کہ آپ لوگ اس طرف دھیان دینگے۔ ابھی کچھ دیر پہلے میرے دوست حمید نے مجھ سے ایک سوال کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہہ سوال نہ صرف حمید کا ہے بلکہ سب کا ہے۔ ہاں یہہ بات الگ ہے کہ اور لوگ رواداری میں یہہ بات پوچھنے کی جرأت نہ کرسکے ہوں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بات تو سبھی کو معلوم ہونی چاہیئے۔

اس واقعہ کو گذرے پانچ سال کا عرصہ ہوتا ہے، آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ ایک راہ چلتی لڑکی کو چھیڑنے کا بہانہ لیکر ایک فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑا تھا جس میں کئی لوگ مارے گئے مکانات، دکانات جلائے گئے، کرفیو کا نفاذ عمل میں آیا تب کہیں جاکر کچھ سکون ملا۔ پانچ دن تک شہر پہ سناٹے کا راج رہا سوائے پولیس کے گشتی دستوں کی کاروں کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ لوگ اتنے ڈرے سہمے تھے کہ ریڈیو کے بجنے کی بھی آواز کہیں سے سنائی نہ دیتی تھی پانچویں دن دو گھنٹوں کے لئے کرفیو میں نرمی کی گئی تو لوگ اپنے اپنے گھروں سے اس طرح نکل پڑے جیسے کسی جیل سے چھوٹے ہوں۔ ہر آدمی ایک غیر معمولی تیزی کے ساتھ اپنے اپنے راستوں پر رواں دواں تھا۔ مجھے بھی خیال آیا کہ چل کر اپنے دوست رحمٰن سے ملکر اس کی خیر خیریت دریافت کر آؤں اسی لئے میں نے ڈرائیور سے کار نکالنے کے لئے کہا۔ رحمٰن کا گھر پرانے شہر کے ایک محلے میں تھا، رحمٰن میرے بچپن کا دوست تھا ہمارا گھر بھی اُنکے پڑوس میں تھا رحمٰن کے والد قادر نواب اس وقت کے مشہور و معروف لوگوں میں سے ایک تھے۔ خاندانی رئیس ہونے کے ناطے اُنکے شاہانہ ٹھاٹ باٹھ کو دیکھکر یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہہ بھی ایک والیٔ ریاست سے کم نہیں مگر طبیعت کے اتنے سادہ اور ہنس مکھ، خوش مزاج کہ جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس وقت ہم لوگوں کی مالی حالت اچھی نہیں تھی میرے والد فوج سے وظیفہ لے کر ایک چھوٹی سی کرانے کی دکان لگا کر بیٹھ گئے جس سے گھر کا خرچ بھی پورا نہ ہوپاتا تھا۔ تعلیمی اخراجات برداشت کرنا تو انکے بس کی بات نہ تھی وہ تو کہیئے نواب صاحب کی شفقت اور مہربانی

تھی کہ وہ رحمٰن کے ساتھ میری بھی تعلیم کے اخراجات برداشت کرتے اور ہر دسہرہ، دیوالی پر میرے لئے نئے کپڑے بنولتے اور آئے دن کچھ نہ کچھ انکی ڈیوڑھی سے نوازشات کا سلسلہ جاری رہتا جس سے ہماری زندگی کے دن آرام سے کٹ رہے تھے۔ وقت گذرتا گیا وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے رہے۔ ہمارا دیس آزاد ہوا بادشاہوں کی بادشاہت ختم ہوگئی جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوگئیں حالات نے یکسر پلٹا کھایا جسکی لپیٹ میں میرا دوست رحمٰن بھی آئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کی حالت دن بدن گرتی گئی جو کچھ ورثے میں ملا تھا وہ سب بک گیا اب وہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں اپنے دوست کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اسکے گھر گیا، وہاں کا منظر دیکھکر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میرے دوست کا مکان خالی اور ویران پڑا ہوا تھا اور دروازہ ٹوٹا ہوا تھا اور سامان نام کی کوئی چیز اس مکان میں نہیں تھی اور خاص بات یہہ تھی کہ نہ تو اس گھر میں میرا دوست ہی تھا اور نہ ہی اسکی اکلوتی لڑکی' اب میں بے چین تھا کہ کس سے دریافت حال کروں، کوئی شناسا نظر نہیں آرہا تھا۔ اتنے میں سامنے سے گنگا رام آتا ہوا دکھائی دیا وہ بھی مجھے دیکھ چکا تھا نزدیک آکر ادب سے سلام کیا اور کہنے لگا صاحب آپ ادھر کیسے آگئے میں نے کہا گنگا رام میرا ایک دوست اس مکان میں اپنی لڑکی کے ساتھ رہتا تھا کیا تم جانتے ہو کہ وہ اب کہاں ہے۔ گنگا رام نے کہا ہاں صاحب جانتا ہوں میں بھی یہیں پاس ہی میں رہتا ہوں۔ وہ صاحب جو اس مکان میں رہتے تھے وہ دنگے میں مارے گئے اور اُن کی لڑکی جان بچاکر بھاگ نکلی بعد میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک درزی کے پاس ہے جو لنگے کپڑے سیا کرتا تھا۔ اچھا تو کیا تمہیں اُسکا پتہ معلوم ہے گنگا رام نے کہا ہاں صاحب معلوم ہے۔ تو چلو آؤ میرے ساتھ چلو۔ جب میں اس درزی کے مکان پر پہونچا تو اس لڑکی نے مجھے دیکھا اور راموکاکا کہتی ہوئی آکر میرے پیروں سے لپٹ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ میں نے اسے گود میں اٹھالیا اور اسکے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر کہنے لگا اری پگلی تو کیوں ڈرتی ہے تیرا باپ نہیں تو کیا ہوا تیرا کاکا تو ابھی زندہ ہے۔ یہہ کہتے ہوئے اُن کی آواز رندھ گئی اور سب لوگ اس وقت رو رہے تھے۔ اور عورتوں میں سے تو دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں آرہی تھیں، جب یہہ طوفان کچھ تھما تو پھر رام پرشاد نے کہا یہہ عائشہ وہی لڑکی ہے جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے مگر میں نے اس دن اسکو اپنی بیٹی مان کر ہی اپنے گھر لایا تھا اس کی پرورش کی اور آج بھگوان کی کرپا سے اس کی شادی کی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوگیا ہوں۔

جیسے ہی رام پرشاد نے تقریر ختم کی سب لوگوں کا ایک زبان ہوکر یہہ عہد کیا کہ ہم سب قسم کھاکر کہتے ہیں کہ آج کے دن سے ہم اپنے سماج میں کسی غیر سماجی عنصر کو پھلنے پھولنے نہیں دینگے۔ ہم سب بھائی بھائی ہیں ہم سب بھائی بھائی رہیں گے۔ اب کوئی قوت ہمارے عزم کو متزلزل نہیں کرسکتی۔

●●

خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کے طلبۂ کی فیس معاف

مسٹر این وینکٹ سوامی سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے خشک سالی اور سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں واقع مدارس اور کالجوں میں تعلیم پانے والے طلباء کو امتحان کی فیس کی ادائی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ڈگری اور جونیر کالجوں (سرکاری اور خانگی) کے پرنسپالس سے خواہش کی گئی ہے کہ انٹرمیڈیٹ کے مستحقہ طلباء کو امتحان کی فیس کی ادائی سے مستثنیٰ کرتے ہوئے ان کی امتحان سے متعلق درخواستوں کو قبول کرلیں صرف وہی طلبأ جو خشک سالی اور سیلاب سے متاثرہ مختلف علاقوں میں واقع تعلیمی اداروں میں تعلیم پارہے ہیں اور جن کے سرپرستوں کی آمدنی ۰۰۰ اروپے ماہانہ سے متجاوز نہ ہو استثنیٰ کے مستحق ہونگے، ایسے طلبأ جو مستقل کالج میں تعلیم پائے بغیر خانگی طور پر امتحان دینا چاہیں وہ رعایت کے مستحق نہیں ہونگے۔

غزلیں

جن کو ہر رنگ میں جینے کا کمال آتا ہے
اُن کے آئینۂ دل میں کہیں بال آتا ہے

کون سُنتا ہے صدا ٹوٹے دلوں کی اے دل!
غم نصیبوں کا بھلا کس کو خیال آتا ہے

تم جوانی کے گزرنے کا کوئی غم نہ کرو
بزمِ فطرت کی ہر اک شے پہ زوال آتا ہے

چھوڑ دیں خبطِ محبت کا وہ، جن کے آگے
جینے مرنے کا محبت میں سوال آتا ہے

ہم کہ خوش باش ہیں آزاد پرندوں کی طرح
کچھ بھی ہوتا رہے، کب دل میں ملال آتا ہے

دل میں جل اٹھتی ہیں سو شمعیں حسیں یادوں کی
جب جب اُس جانِ محبت کا خیال آتا ہے

جس کے محتاج شہنشاہ بھی ہیں اے عاقلؔ
ہم فقیروں کو اک ایسا بھی کمال آتا ہے

دھرم پال عاقلؔ
سمر ہل ۔ شملہ ۔ ۵
(ہماچل)

حُسن اور عشق کا اک [illegible] ہوں میں
آپ بسمل بھی ہوں اور آپ ہی قاتل ہوں میں

کبھی تنہا ہوں کبھی شوق کی محفل ہوں میں
تم جسے اپنا سمجھتے ہو وہی دل ہوں میں

اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہو سکتا
شمعِ کشتہ ہوں مگر رونقِ محفل ہوں میں

ایسے جینے سے تو اچھا ہے کہ موت آجائے
وہ سمجھتے ہیں کہ اب رحم کے قابل ہوں میں

اُن سے ملتا ہوں تو محسوس یہ ہوتا ہے مجھے
جیسے قسمت سے خود اپنے ہی مقابل ہوں میں

اپنے جلوے بھی بھلا مجھ کو بھلانا ہے اگر
یاد رکھ یاد ترے جلوؤں میں شامل ہوں میں

اک نگاہِ غلط انداز ہے قیمت تیری
کب کہا میں نے تری دید کے قابل ہوں میں

راہ میں اُن کی میں سجدوں کو لٹا کر ساجد
حوصلہ دیکھنا آج اپنے مقابل ہوں میں

ساجد رضوی
۹۱۳ - ۱ - ۲۲ ، سلطان پورہ
حیدرآباد - ۵۰۰۰۲۴

تبصرہ نگار : سید موسیٰ کاظم
لکچرر اردو نیشنل اردو کالج حیدرآباد

مرتبہ : ڈاکٹر تنویر احمد علوی ناشر : ترقی اردو بیورو نئی دہلی

قیمت : ۵۰/۲۰ روپے

ملنے کا پتہ : ڈائریکٹر ترقی اردو بیورو

ویسٹ بلاک ۸ آر کے پورم نئی دہلی ۱۱۰۰۲۳

ذوقؔ اردو کے قدیم شعراء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ استاد ذوق کے بیشمار شاگرد تھے۔ خود بادشاہ وقت بہادر شاہ ظفر کو بھی ان کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ دربار سے اس تعلق نے ان کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے تھے یہ وہ دور تھا جب استاد ذوق کو غالب پر ترجیح دی جاتی تھی۔ لیکن آج غالب ذوق سے بہت بہت آگے نکل گئے ہیں۔ تاہم

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

اور

اے ذوق آنا زحمت زر کو نہ مت لگا
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

جیسے مقبول عام شعر کہنے والے ذوقؔ کو اردو ادب کا قاری کبھی بھلا نہیں سکیگا ذوقؔ جیسے شاعر کم ہی ہوتے ہیں انہوں نے زندگی بھر مشق سخن جاری رکھی ان کی شاعری " ایک قابل قدر فنی روایت کی امین " ہے۔ ذوق نے اس شعری روایت کی نزاکتوں لطافتوں کو بڑے دلآویز طریقے سے پیش کرکے اپنا ایک الگ مقام بنایا ہے۔

مختلف وجوہات کی بناء پر ذوقؔ کا دیوان ان کی زندگی میں مرتب نہ ہوسکا، بہت سا کلام شاگردوں کی نذر ہوجاتا تھا اور پھر سے

ذوق کیوں کر ہو اپنا دیوان جمع
کہ نہیں خاطر پریشاں جمع

کے مصداق انہیں کسی قدیم غزل کے ڈھونڈھنے کی مہلت نہ ملتی تھی، تو دیوان کس طرح مرتب ہوسکتا تھا ؟ کہتے ہیں کسی قدیم غزل کی فرمائش پر کہ تلاش کرنے کی بجائے وہ نئی غزل کہنے کو بہتر سمجھتے تھے ۔۔۔ غرض ان کا کلام " انبار در انبار " تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں بہت سارا کلام ضائع ہوجانے کے باوجود اب بھی اتنا کچھ مل جاتا ہے کہ بڑے سائز کی کتاب کے کوئی ۳۵۴ صفحات پر بھرگئے ہیں۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ذوق کے کلام کو بڑی کد و کاوش سے مرتب کیا ہے۔ اس کلیات کو ترتیب دینے کی جو ، جو انہوں نے بیان کی ہے وہ بھی نہایت معقول ہے

" ذوق کا کوئی مجموعہ کلام ان کی زندگی میں مرتب نہیں ہوا نسخہ دیوان اگرچہ اپنے درجہ استناد کے لحاظ سے بہت اہم ہے لیکن یہ ان کے کلام کے نسبتاً ایک تھوڑے حصے پر مشتمل ہے۔ نگارستان سخن بعض نئی روایتوں کے باوصف ایک انتخاب ہی ہے۔"

دیوان ذوقؔ مرتبہ آزاد ان دونوں روایتوں کے مقابلہ میں زیادہ مکمل ہے لیکن اس میں مولنا کی طرف سے تبدیلیوں، اضافوں اور اصلاحوں کی جو صورتیں داخل متن ہو گئیں ہیں ان کی وجہ سے اس نسخہ کی استناد ی حیثیت مشکوک قرار پاتی ہے۔ یہ صورت حال کلام ذوقؔ کے ماٰخذ کی از سر نو چھان بین اور ترتیب و تدوین کا تقاضہ کرتی ہے۔"

چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے مسودات ذوقؔ۔ بیاض قلمی مولوی محمد باقر۔ دیگر قلمی ماٰخذ، مختلف تذکروں اور بیاضوں کے علاوہ نسخہ دیوان مرتبہ حافظ ویران و ظہیر و انور دہلوی نگارستان سخن مرتبہ ظہیر دہلوی - دیوان ذوقؔ مرتبہ مولنا محمد حسین آزاد کے علاوہ وہ تمام اخبارات و رسائل جن میں ذوقؔ کا کلام شائع ہوا ہے کی مدد سے یہ کلیات، جدید تحقیق و تدوین کے اصولوں کے تحت ترتیب دیا ہے۔ جو یقیناً لائق ستائش کارنامہ ہے۔ قابل مرتب نے بعض قدیم املا کو جدید سے بدل دیا ہے۔ تجہ مجہے اون، اوس کو تو بآسانی بدل کر تجھے مجھے 'ان' اس کیا جا سکتا ہے لیکن شعری ضرورت کے تحت یاں کو یہاں اور واں کو وہاں سے نہیں بدلا جا سکتا اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے حصہ اول میں اس روایتی متن کو شامل کیا ہے جس کی تصدیق مولانا آزاد کے علاوہ دوسرے کسی معتبر ذریعہ سے ہو گئی۔ حصہ دوم میں پیش کی گئی غزلیں قصیدے بھی مولانا آزاد کی روایت کے مطابق دی ہیں ابتداء میں غزلوں کو اور پھر قصیدوں کو جگہ دی ہے۔

بہر حال ذوقؔ جیسے پر گو شاعر کا دیوان مرتب کرنا اور وہ بھی جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں، دقت طلب اور بے حد عرق ریزی کا کام ہے جسے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے بحسن و خوبی پورا کیا ہے۔

"کلیات ذوقؔ" کو نہایت اہتمام کے ساتھ ترقی اردو بیورو نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔ مختلف موضوعات پر معیاری کتابوں کی اشاعت اس ادارہ کا اپنا مسلک ہے، اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لئے یقیناً یہ ایک اہم کارنامہ ہے۔ اور یہ کام ترقی اردو بیورو جس خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے اس کے لئے عہدہ داران ترقی اردو بیورو قابل مبارکباد ہیں۔

کتابت نہایت عمدہ اور طباعت آفسٹ پر ہوئی ہے۔ چند صفحات پر مسطر کی لکیریں ابھر آئی ہیں جو بہر حال اس حسین کتاب کے لئے کالک کے دھبے" کا کام دے رہی ہیں تاکہ اسے نظر نہ لگے۔

۵۰۰ (ٹائیٹل کے صفحات ملا کر) صفحات کی اس کتاب کی قیمت صرف ۲۰/۵۰ روپے ہے۔ جو اس دور کی سستی کتابوں میں گنی جانی چاہیئے۔ ذوقؔ کے چاہنے والے تو اس کتاب کو خریدیں گے ہی لیکن وہ اصحاب جو نمونہ دیکھ کر اور کسی چیز کو پرکھ کر خریدنے کے عادی ہیں ان کے لئے چند شعر پیش ہیں۔

آتے ہی تم نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیوں کر یہ تو بری سنائی

بے محبت نہیں اے ذوقؔ شکایت کے مزے
بے شکایت نہیں اے ذوقؔ محبت کے مزے

گزرتی ہے مزے میں زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بے ہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سرخرو نکلا

اسے عیار پایا یار سمجھے ذوقؔ ہم جس کو
جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغ خوش الحال زمانے میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

جانے کب بے درد انداز کلام درد مند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

گوداوری

جنید احمد جنید
نبیرۂ فصاحت جنگ جلیل مرحوم
۲۲ - ۲ - ۷۶
نور خاں بازار، حیدر آباد

(یہ نظم آل انڈیا
ریڈیو حیدر آباد سے
۸ ردسمبر کو نشر کی گئی)

لہروں کی پاک بستی موجوں کی راجدھانی
طوفانِ زندگی میں بہتی ہوئی جوانی
تعبیرِ خوابِ ہستی تقدیس کی نشانی
گوداوری رواں ہے یا سیلِ زندگانی

تاروں کو ساتھ لے کر مستی میں جھومتی ہے
ہر پیکرِ وفا کے قدموں کو چومتی ہے

مہتاب کی روپہلی کرنوں کا آشیانہ
تفسیرِ آبِ کوثر تسنیم کا فسانہ
ہر موج عزم پیہم ہر موج تازیانہ
تو نے قدم بڑھائے چلنے لگا زمانہ

کتنے حسین منظر تجھ کو لئے ہوئے ہیں
چاندی بچھی ہوئی ہے موتی جڑے ہوئے ہیں

افلاس کے محل سے کچھ بے زباں سائے
یادوں کی آندھیوں میں دل کے دئیے جلائے
آئے ہیں تیرے در پر اپنی چتا اٹھائے
کچھ کہہ رہے ہیں شاید تجھ سے نظر جھکائے

کتنے دلوں کی دھڑکن تجھ میں سما گئی ہے
کتنوں کو تیری باہوں میں نیند آ گئی ہے

وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا مجاہدین آزادی کے کنونشن میں جناب جی۔ ایس۔ ملکوٹے کو مومنٹو پیش کر رہے ہیں۔ تصویر میں مرکزی وزیر خارجہ جناب پی۔ وی نرسمہا راؤ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نلہ کنٹہ میں پسماندہ طبقات اور ہریجن خواتین میں سینے کی مشینوں کے لئے قرضے تقسیم کر رہے ہیں

خشک سالی

سے

متاثرہ علاقے

میں

زرعی مزدوروں

کو

روزگار کی فراہمی

ریاستی وزیر ثقافتی امور جناب بھٹم سری رام مورتی مدورائی میں منعقدہ ۵ ویں تامل کانفرنس کے موقع پر آواز اور روشنی کے افتتاحی پروگرام میں چیف منسٹر تامل ناڈو جناب ایم۔ جی۔ رامچندرن کی خدمت میں ریاستی حکومت کی طرف سے مومنٹو پیش کر رہے ہیں۔

ممتاز مجاہد آزادی سوامی رامانند تیرتھ
کی نویں برسی کے موقع پر
وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا
شمع روشن کرکے
خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں

آندھرا پردیش پولیس آفیسرس کانفرنس میں وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا افتتاحی تقریر کر رہے ہیں۔ تصویر میں وزیر داخلہ جناب کے پربھاکر ریڈی، وزیر مملکت جناب پی جناردھن ریڈی اور انسپکٹر جنرل پولیس بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

بارھویں دس سالہ مردم شماری

گورنر کا پیام

گورنر آندھرا پردیش مسٹر کے سی ابراھام نے ۱۲ ویں دس سالہ مردم شماری کے سلسلہ میں حسب ذیل پیام نشر کیا ہے۔

"ہمارے عظیم ملک کی آبادی کی ۱۲ ویں دس سالہ گنتی ۹ فروری ۱۹۸۱ء سے شروع ہو رہی ہے ایک سرعت آمیز ترقی کرتی ہوئی قوم کو اپنی آبادی کا صحیح اور جامع خاکہ درکار ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے معیّن نصب العین ہیں اور ان کے حصول کے لئے ہمیں سماجی و معاشی محاذوں پر معقول منصوبے ترتیب دینے ہوں گے۔ اس کام کے لئے اور ہماری ترقی کے اندازے قائم کرنے کے لئے ہمیں ہماری انسانی قوت کا حقیقی نقشہ جنس اور عمر کی بناء پر ہماری آبادی کے تخمینے خواندگی کے معیاروں کے تناسب پیشوں اور غیر کارکن عوام کے زمروں وغیرہ میں آبادی کی تقسیم جیسے امور سے متعلق اعداد و شمار مطلوب ہوتے ہیں۔

ہر شہری کو چاہئیے کہ وہ شمار کنندے کے سوالات کے صحیح جوابات دے۔ مردم شماری کے قانون کے تحت ہر فرد کے تعلق سے حاصل کی جانے والی معلومات سے متعلق انتہائی رازداری برتی جاتی ہے۔ اور فرد کی تائید یا مخالفت میں شہادت کے طور پر ان معلومات کا استعمال ممنوع ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ریاست آندھرا پردیش میں ہی تقریباً ۹۰ ہزار افراد گنتی کے کام پر مامور رہیں گے۔ شمار کنندے کا کام سخت محنت طلب اور کٹھن ہوتا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ہمارے شمار کنندے شہریوں کی مدد اور تعاون سے وقت کے تقاضے کو پورا کریں گے اور ویسی ہی کارکردگی کے ساتھ جس کا مظاہرہ سابق میں ان کی جانب سے ہوا ہے عمدہ کام انجام دیں گے۔ میں ان کی بھرپور کامیابی کا متمنی ہوں۔ اور میں ہر شہری سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آندھرا پردیش میں مردم شماری کی مہم کو کامیاب بنانے میں اپنا پورا پورا حصہ ادا کرے۔

جے ہند

برکلے اوارڈ تقریب
میں چیف منسٹر جناب
ٹی۔ انجیا ہندی
فلموں کی مشہور اداکارہ
وجینتی مالا کو اوارڈ
عطا کر رہے ہیں
ساتھ میں شری سبا رامی
ریڈی بھی دیکھے
جا سکتے ہیں

فلم "جیوتی بنے جوالا"
کی سلور جوبلی تقریب
میں وزیر اعلیٰ
جناب ٹی۔ انجیا
کے ہاتھوں فلمسٹار
موسمی چٹرجی
مومنٹو حاصل کر رہی
ہیں۔ تصویر میں
جناب کے پربھاکر ریڈی
وزیر داخلہ بھی
دیکھے جا سکتے ہیں

اردو ڈرامہ اوارڈ
کی تقریب میں ڈانسر
کماری زینت سلطانہ
وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا
کی گلپوشی کر رہی ہیں

جناب وائی وینکٹ راؤ
وزیر زراعت نے
تلنگانہ اسٹیٹ
اگریکلچرل آفیسرس کی
دوسری سالانہ کانفرنس کا
افتتاح کیا۔
جناب کے روشیا
وزیر مالیہ بھی اس
موقع پر موجود ہیں

اردو ماہنامہ

آندھرا پردیش

■ چیف ایڈیٹر : وی۔ وی مانکیالا راؤ

■ ایڈیٹر : ملک محمد علی خاں

مارچ سنہ ۱۹۸۱ء

• اشاعت کا ۲۶ واں سال • شمارہ : ۳

■ اس شمارہ میں اہلِ قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زرسالانہ ۶ روپے ، فی پرچہ ۵۰ پیسے

■ زرسالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات وتعلقات عامہ کے نام روانہ کیجئے

مضامین بھیجنے کا پتہ

ایڈیٹر اردو ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ گرہا کلپا ، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے پی)

• ناظم اطلاعات وتعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا

• طباعت : گورنمنٹ سنٹرل پریس، چینچل گوڑہ، حیدرآباد

• تزئین وکتابت : ایس۔ اے۔ حمید

فہرست

■ سرورق کا پہلا صفحہ : ابراہیم پٹنم تھرمل اسٹیشن ، (فوٹو از : جی جیوندا) ■ سرورق کا دوسرا صفحہ ، کاہینہ کے وزراء

■ سرورق کا تیسرا صفحہ، کیلاش جاترا ■ سرورق کا چوتھا صفحہ ، رام کرشنا مٹھ حیدرآباد ، (فوٹو از : ننگو پال نائیڈو)

ریاستی اسمبلی کے بجٹ سیشن میں

گورنر آندھرا پردیش کے

خطبہ

سے چند اقتباسات

مجھے خوشی ہے کہ سلور جوبلی تقاریب کو اس طرح منایا جا رہا ہے کہ اس سے ہر مہینہ سماجی و معاشی ترقی کے ایک اہم موضوع پر توجہ مبذول ہوتی رہے گی جس سے اس ماہ کے دوران اس متعلقہ مقصد کے حصول کے لئے شدید مہم چلائی جاسکے گی۔ اسکے علاوہ ان تقاریب سے ۵ کروڑ سے زاید تلگو عوام پر یکجہتی اور تہذیبی اتحاد کی اہمیت بھی اجاگر ہوگی۔ یہ بھی انتہائی مسرت کی بات ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۸۱ء سے کوالالمپور میں دوسری عالمی تلگو کانفرنس منعقد کی جائے گی اور جسکے لئے ملایشیا کے آندھراؤں کی انجمن نے کانفرنس کا میزبان بننے سے اتفاق کیا ہے۔

امن و قانون کی صورت حال اطمینان بخش ہے۔ تاہم پھر بھی یہ سال انتہا پسندوں کی سرگرمیوں، طلباء کے ایجی ٹیشن اور فرقہ وارانہ کشیدگی سے بالکلیہ پاک و صاف نہیں رہا۔ ہمیں شکر گذار ہونا چاہیئے کہ حکومت کے بروقت اور موثر اقدامات کی وجہ سے عام طور پر امن اور سکون برقرار رکھا گیا۔ اس پس منظر میں یہ ممکن ہوسکا کہ ۳۱۰۰ کروڑ روپیہ کے عظیم الشان مصارف سے ریاست کے چھٹے پنج سالہ منصوبہ کو مرتب کیا جائے اور منصوبہ بندی کمیشن کی منظوری حاصل کی جائے۔ پانچویں پنج سالہ منصوبہ میں ہم نے جو رقم خرچ کی ہے اس کی دگنی سے زائد رقم اس منصوبہ پر خرچ کی جائے گی۔ مجھے مسرت ہے کہ چھٹے منصوبہ کی ترتیب میں ترجیحات میں رد و بدل کیا گیا ہے اور روزگار کے زیادہ مواقع، مرممہ اقل ضروریات کے پروگرام اور ان اسکیمات پر زیادہ زور دیا گیا ہے جنکا مقصد معاشی اور سماجی طور پر کمزور طبقات کو فائدہ پہنچانا ہے۔ غربت اور بیروزگاری میں بتدریج کمی کے چھٹے منصوبہ کے مقصد کا حصول دیہی ترقی کے لئے بہتر طور پر مرتب کردہ پروگراموں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اس کا مقصد دیہی عوام کی معاشی و سماجی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ میری حکومت نے اس مقصد کے حصول کے لئے ایک سہ طرفہ حکمت عملی اختیار کی ہے یعنی (الف) موجودہ وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے دیہی بنیادی سہولتوں میں اضافہ کرنا (ب) اقل ضروریات کے پروگرام کے ذریعہ سماجی سہولتوں کی فراہمی، مثلاً محفوظ پینے کا پانی، تعلیمی، طبی و صحت کی سہولتیں جن میں بہبودی خاندان بھی شامل ہے، اور (ج) ایسے دیہی عوام کو جنکی زراعتی پیداوار کم ہے دوسرے شعبوں سے وابستہ کرنا۔

"روزگار کی ضمانت کی اسکیم" کو نافذ کرنے کی حکومت کی تجویز اس سمت میں ایک قدم ہے۔ اس اسکیم کا مقصد، سڑکوں، عمارات، مدارس

سربراہی آب وغیرہ کے ذریعہ مطلوبہ دیہی بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ہے ۔ روزگار کی ضمانت کی اسکیم " ایک طرف پیداواری روزگار کے توسط سے بے روزگاروں میں قوت خرید پیدا کریگی تو دوسری طرف دیہاتوں میں دیرپا اثاثے بھی پیدا ہونگے۔

میری حکومت کی تجویز یہ ہے کہ مجوزہ چھٹے منصوبہ کی گنجائش میں سے محکمہ طبابت وصحت کی کم ازکم ۷۰ فی صد رقم " اقل ضروریات کے پروگرام " کے تحت دیہی سہاتوں کو بہتر بنانے اور دیگر طبی امداد دخواہی صحت کی اسکیمات کے لئے استعمال میں لائی جائے۔ تقریباً ۲۴ کروڑ روپے کے " آبادی ہند پروجکٹ ۔ ۲ " (INDIA POPULATION PROJECT- II) کی ' جسے عالمی امداد حاصل ہے، منظوری سے ان اضلاع میں جہاں اس پروجکٹ کو روبہ عمل لایا جارہا ہے ' زچگی ' صحت اطفال اور بہبودی خاندان کے پروگراموں کو نئی تقویت حاصل ہوگی ۔

صنعتی میدان میں موثر ترقی ہوئی ہے ۔ اس سال کے دوران مختلف کیمیائی انجینیری ' الکٹریکل ' الکٹرانک اور معدنیاتی صنعتوں کے قیام کے لئے تقریباً ۱۰۷ منظوریاں / رجسٹریشن حاصل ہوئے ۔ دو بڑے سمنٹ کے کارخانے جن میں سے ہر ایک کی گنجائش دس لاکھ ٹن ہے ' زیر تعمیر ہیں ۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے مشترکہ ادارہ " اسپنج آئرن انڈیا لمیٹیڈ ' پالونچہ " میں اس سال سے پیداوار شروع ہوگئی ہے ۔ پروجکٹوں کی عاجلانہ منظوری کے لئے ایک اعلیٰ اختیاری کمیٹی قائم کی گئی ہے ۔ وساکھاپٹنم اسٹیل پلانٹ کے لئے پروگرام کے مطابق بنیادی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں ۔ مطلوبہ اراضی یعنی تقریباً ۲۰ ہزار ایکر اراضی (S.A.I.L) کے حکام کے حوالہ کی جارہی ہے اور پہلے مرحلہ میں ۲ ہزار خاندانوں کی بازآبادکاری کے انتظامات کئے جارہے ہیں ۔ تکوت میں واقع "کیریج ریپیر ورکشاپ" (CARRIAGE REPAIR WORKSHOP) پر کام شروع ہوچکا ہے ۔

کاکی ناڈا میں ناگارجنا فرٹلائزرز اینڈ کیمیکلس لیمیٹیڈ کے قیام کی ابتدائی تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں اور اب وہ اس کے قیام کے تعلق مرحلہ میں پہنچ چکا ہے ۔

مسلسل خشک سالی ' قحط اور طوفان باد و باراں جن سے ریاست کے بڑے حصے متاثر ہوئے اور زراعتی اشیا وغیرہ کے بڑھتے ہوئے مصارف کی وجہ سے ریاست کے کسانوں کو زراعت کو ایک پیداوار اور نفع بخش پیشہ کے طور پر جاری رکھنے میں بڑی مشکل پیش آرہی ہے ۔ ہماری زراعت کو معاشی ترقی کے ہراول دستہ کے طور پر برقرار رکھنے کے لئے حکومت نے حال ہی میں کسانوں اور زرعی مزدوروں کو فائدہ پہنچانے متعدد امدادی اقدامات کا اعلان کیا ہے جن کی تفصیلات کسانوں کی بہبودی سے متعلق قرطاس ابیض میں دی گئی ہیں جسے مقننہ میں پیش کیا جائے گا ان فوائد میں مختصر اور طویل مدتی قرضوں کی از سر نو ترتیب ' ۱۰ ایکر خشکی یا ۵ ایکر تری سے کم اراضیات کی مالگذاری کی معافی ' مونگ پھلی ' نیشکر وغیرہ کی امدادی قیمتوں میں اضافہ وغیرہ شامل ہے ۔ مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان اقدامات سے کسان برادری کی بڑی اکثریت کو فائدہ پہنچے گا اور جس کی وجہ سے ان میں زیادہ پیداوار اور پیداواریت کے لئے جوش وخروش پیدا ہوگا ۔

ریاستی منصوبہ میں سے مختلف ترقیاتی محکمہ جات کی جانب سے درج فہرست اقوام کے لئے ایک خصوصی منصوبہ کے تحت جملہ ۸۲ ء ۷۵ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ چونکہ درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے تعلق سے ہماری بنیادی حکمت عملی ایک ہی رہی ہے اس لئے متعلقہ مالیاتی کارپوریشنوں کے لئے زیادہ رقوم مختص کی جائیں گی تاکہ وہ مختلف اداروں سے مالیہ حاصل کرسکیں اس کی وجہ سے وہ زیادہ تعداد میں لوگوں کو اضافہ آمدنی اور منفعت بخش روزگار کے حصول کے سلسلے میں قابل عمل اسکیمات شروع کرسکیں گی ۔

تعمیر امکنہ پروگرام کے تحت دیہی اور شہری علاقوں میں تقریباً ۵۰ ہزار مکانات تعمیر کئے جائیں گے جن پر مجموعی طور پر تقریباً ۲۵ کروڑ روپے کے مصارف لاحق ہونگے۔

۸۱ - ۱۹۸۰ء جسمانی معذوروں کا بین الاقوامی سال کا بین الاقوامی سال بھی ہے ' جہاں اس بدقسمت گروہ کے لئے متعدد پروگرام روبہ عمل لائے جارہے ہیں وہیں معذور ' ضعیف اور نادار افراد کی معاشی بازآبادکاری پر حکومت خصوصی توجہ دے گی ۔ میری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ساری ریاست میں وظیفہ پیرانہ سالی اسکیم کے تحت یکساں طور پر وظیفہ ماہانہ کو بڑھا کر ۳۰ روپے تک کردیا جائے اور ہر سال ۰۰۰ر ۵۰ر لوگوں کو وظیفہ دیا جائے ۔ میری حکومت نے ایک دیرینہ وعدہ بھی پورا کردیا ہے وہ یہ کہ مذہب تبدیل کرنے والے ہریجنوں کو نسل در نسل پسماندہ طبقات کی سہولتیں مہیا کی جائیں ۔

تعمیر المکنہ و بلدی نظم و نسق کے میدان میں حکومت نے ماحول کو بہتر بنانے کی اسکیمات کو اولین ترجیح دی ہے۔ تمام بلدیات اور مجالس بلدیہ اور حیدرآباد اربنا ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے بڑے پیمانہ پر گندی بستیوں کی صفائی کا کام شروع کیا ہے۔ ہڈکو (HUDCO) کی امداد سے گندی بستیوں میں رہنے والے کمزور طبقات کے لئے مستقل مکانات کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا ہے۔ ریاست کی ۸۲ کے منجملہ ۲۱ بلدیات میں ایک "سرمایہ دائر" (REVOLVIN FUND) قائم کیا گیا ہے تاکہ ضرورت مند مالکان مکان کو عام بیت الخلاؤں کی بجائے ڈرینیج کے بیت الخلاؤں کی تعمیر کے لئے قرضے دیئے جاسکیں۔ حکومت نے ۱۲۳۴۶،۰۸ لاکھ روپے کی لاگت سے وِستھلی پورم، ہنگنٹور، نظام آباد، اور کاکی ناڈا میں سربراہی آب کی ۴ اسکیمات بھی شروع کی ہیں۔ ریاستی حکومت دونوں شہروں اور اس کے اطراف و اکناف میں ترقیاتی سرگرمیوں کے لئے مجلس بلدیہ حیدرآباد کو ۱۵۰ لاکھ روپے کی رقم مہیا کررہی ہے۔ ●●

قومی یکجہتی

بہار آئی چمن میں باغ میں گلشن میں وادی میں
ترانے گا رہے ہیں ذوقِ الفت میں چمن زادے
چمن گہوارۂ امن و وفا ہے، اے چمن والو
مٹاؤ تفرقے آپس کے باہم ایک ہو جاؤ
ہماری بے مثل یکتائی سے دنیا سبق لے گی
اٹھو مل کر کریں گے دور دنیا سے اندھیروں کو
بناؤ پھر نشیمن اس چمن میں جس میں الفت ہو
زمیں ہو آسماں اور باغ ہو باغِ عدن اس کا
گلوں میں اس چمن کے رنگ و بوئے جاں نثاری ہو
عزائم ہوں بلند اور حوصلے ہوں ارفع و اعلیٰ
یہی وہ جوہر اعلیٰ ہے جس سے قوم بنتی ہے
کہو جئے ہند، جے آندھرا کی جئے جوانوں کی

عنادل زمزمہ پیرا ہیں شانِ دلربائی میں
ہمیں ہیں یہ الفت اور یکجہتی کے متوالے
جھلاؤ اور جھولو گیت یکتائی کے تم گاؤ
بہ اقوام و عمل کردار میں تم نیک کہلاؤ
جہاں والوں کو اپنی جاں نثاری کا سبق دے گی
جہالت کو، غریبی کو، دوعملی، بھید بھاؤں کو
صداقت ہو، محبت ہو، رفاقت ہو، اخوت ہو
چمن کا ذرہ ذرہ رو کشِ فردوس ہو اس کا
وفاداری ہو، خودداری ہو، اور خود اعتمادی ہو
دلوں میں قوم کا ہو درد اور جذبۂ دروں پیدا
سدھرتی ہے، سنورتی ہے جہاں میں نام باقی ہے
ہماری اور تمہاری جئے ہو اور ہو جئے کسانوں کی

بہ اندر وصفِ یکجہتی و توصیفِ وطن ثمرؔ کی
قلم لاریب بشکستم بہ میدانِ سخن دانی

غزل

تو ہے نغمہ میں ترا ساز کوئی کیا جانے
میں ہوں تیرا تو مرا راز کوئی کیا جانے
جانے پہچانے بھی ہیں انجانے نہ جانے وہ کیوں
دلبری کے ہیں یہ انداز کوئی کیا جانے
لحن داودؑ میں بلبل کی فغاں پنہاں
تیری ہے یا مری آواز کوئی کیا جانے
شمع جلتی ہے تو جل مرتے ہیں پروانے مگر
جلنے مرنے میں ہے جو راز کوئی کیا جانے
دو بدو ہوتے ہی اڑ جاتے ہیں سب ہوش و حواس
راز کا راز ہے یہ راز کوئی کیا جانے
خود تو گویا ہیں مگر ہیچ مگو میرے لئے
ہیں یہ معشوقانہ انداز کوئی کیا جانے

انکی خاموشی سے ثمرؔ کی تجھے ملتا ہے جواب
ہے یہ ایجاز یا اعجاز کوئی کیا جانے
○

○ **محمد ابوالحسن ثمرؔ انصاری** معلم اردو جونیئر کالج ناگر کرنول ضلع محبوب نگر

خشک سالی کے حالات پر قابو پانے

حکومت آندھرا پردیش کے اقدامات

زرعی سال سنہ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران آندھرا پردیش کے مختلف حصوں میں موسم کی خرابی نے زندگی کے کاروبار اور معیشت کو بہت بری طرح متاثر کیا۔ مانسون کی بے اعتدالی کی وجہ خشک سالی کے حالات پیدا ہوئے اور آندھرا کے ساحلی اضلاع رائل سیما، پرکاشم، نیلور اور تلنگانہ کے علاقہ میں سوائے ضلع کھمم اور نظام آباد کے تمام عوام خشک سالی سے بری طرح متاثر ہوئے۔ دیہاتوں میں کسان اور شہری علاقوں میں رہنے والے عوام بھی ان پریشان کن حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حکومت آندھرا پردیش نے فوری دیہی سطح سے ضلع سطح تک اپنی مشنری کو متحرک کیا اور متاثرہ اضلاع میں پینے کے پانی کے انتظامات کیے گئے اور غذائی اجناس اور چارہ کی سربراہی کے ساتھ ساتھ روزگار کے مواقع بھی فراہم کیے گئے۔ امدادی اور دیگر کاموں کے آغاز کے لئے ۲۵ء۱۱ کروڑ روپیوں کی رقم منظور کی گئی اور اس کام میں یونین گورنمنٹ بھی ۲۵ کروڑ روپے سے مدد کر رہی ہے۔ خشک سالی کے حالات پر قابو پانے کے لئے ریاستی حکومت نے ہمارے چیف منسٹر شری ٹی انجیا صاحب کی قیادت میں ایک سہ مقصدی مہم کا آغاز کیا ہے جس میں پینے کے پانی کی سربراہی کا پروگرام، آٹھ نکاتی چارہ کا پلان، فراہمی روزگار اسکیم اور قرض مہیا کرنے کے لئے امدادی پروگرام شامل ہیں۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی رہبری میں حکومت کی اسکیموں کی کامیاب عمل آوری کے ذریعہ موجودہ خشک سالی کے حالات پر قابو پالیا جائے گا اور مستقبل تابناک اور شاندار رہے گا۔

جون تا ستمبر جنوب مغربی مانسونی مدت کے دوران پوری ریاست میں زیادہ بارش ہوتی ہے جبکہ اکتوبر سے وسط دسمبر تک شمال مشرقی مانسون کے ذریعہ بارش زیادہ تر چتور، نیلور اور پرکاشم اضلاع کے شمالی حصوں میں اور کسی حد تک رائلسیما اضلاع کے دوسرے حصوں میں بھی ہوتی ہے۔ گذشتہ سال سنہ ۱۹۸۰ء کے دوران جنوب مغربی مانسون معتدل رہے اور ماہ اگست کے ختم تک آندھرا اور تلنگانہ کے اضلاع میں بارش اوسط رہی اور رائلسیما کے اضلاع میں کسی حد تک کم رہی جبکہ ختم اگست تک بارش کمی زیادتی کے ساتھ اوسط رہی ریاست کے تمام اضلاع میں عام طور پر ماہ ستمبر میں اچھی بارش ہوا کرتی ہے لیکن اس سال ماہ ستمبر میں بارش بالکل نہیں رہی اور اوسط بارش ۱۶۸ ملی میٹر کے مقابلہ میں صرف ۱۲۲ ملی میٹر رہی جس کی وجہ ساحلی اضلاع رائل سیما، پرکاشم، نیلور اور سوائے کھمم اور نظام آباد کے تلنگانہ کے علاقہ میں بھی خراب موسمی حالات پیدا ہوئے اور زرعی سال سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران پوری ریاست قحط اور خشک سالی کا

شکار ہوگئی ۔

غیر موسمی اور ناکافی بارش کی وجہ فصلیں تباہ ہوگئیں ۔ جہاں فصلیں بڑی حد تک تباہ ہوگئے ہیں وہاں کی معیشت بُری طرح تباہ ہوجائے گی اور خاص طور پر چھوٹے زمیندار اور بے زمین کسان متاثر ہوں گے اور مزدوروں کی مانگ گھٹ جائے گی ۔ جب کاشتکار کام نہیں دے سکیں گے تو کھیت مزدور بھی ضرور متاثر ہوں گے ۔ ان حالات میں پینے کے پانی اور چارہ کی قلت کی وجہ کاشتکار اپنے جانوروں اور بھیڑوں کو کم قیمت پر بھی فروخت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ۔

ریاستی حکومت نے فوری ماہ اکتوبر میں حالات کا جائزہ لیا اور امدادی کاموں اور پینے کے پانی کی سربراہی اور جانوروں کے چارہ کی فراہمی کے لئے فوری تین کروڑ کی رقم منظور کی ۔ جب ماہ اکتوبر میں مانسون پھر ناکام ہوگئے تو دوبارہ پھر حالات کا جائزہ لیا گیا اور اکتوبر میں مزید ساڑھے سات کروڑ روپے منظور کئے گئے اور حکومت نے طے کیا ہے کہ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں ۲۶ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے ۔ حکومت نے دیہی سطح سے ضلعی سطح تک اپنی مشنری کو متحرک کیا ہے تاکہ متاثرہ علاقوں میں پینے کے پانی ' غذائی اجناس ' چارہ اور روزگار کے مواقع فراہم کئے جاسکیں ۔

جائنٹ کلکٹروں کو ڈسٹرکٹ ریلیف آفیسر کا عہدہ دیا گیا اور انہیں ہر ہفتہ ضلع کے ہر گاؤں کے حالات کی نگرانی کا کام بھی دیا گیا ۔ اور اگر کسی گاؤں کے حالات بہت ہی خراب اور نازک ہوں تو ہر روز ہر گاؤں کے حالات کا جائزہ لینے کہا گیا ۔ ہر ہفتہ ہر گاؤں کے پینے کے پانی کے مسائل ' چارہ فراہمی روزگار اور اہم اشیاء کی فراہمی کے بارے میں رپورٹنگ کے طریقہ کار کو عملی جامہ پہنایا گیا ۔

پینے کے پانی کی سربراہی کے لئے حسب ذیل سہ مقاصدی مہم تیار کی گئی ہے ۔

۱ ۔ پانی کے وسائل کا سروے اور پانی کی سربراہی کے لئے فوری ضروری پلان کی تیاری ۔

۲ ۔ ضروریات کا تخمینہ اور عمل آوری کی نگرانی ۔

۳ ۔ پینے کے پانی کے پلان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضلع کی سطح پر ایک آفیسر اور ریاستی سطح پر ایک آفیسر کی ضرورت

دس کروڑ روپے کے تخمینہ سے ختم ماہ مئی تک حسب ذیل اقدامات کئے جائیں گے

۴۲۶۹ نئے باولیات (بورول) کی فراہمی کا کام

۲۲۹۰ موجودہ بوروِلس کی درستگی کا کام

۱۱۸۸ نئے باولیات کی کھدائی کا کام

۲۶۶۱ موجودہ باولیات کو گہرا کرنے کا کام

سربراہی آب کی اسکیمات میں مزید ۲۰۲ کی توسیع کا کام

۳۲۸ کیسس میں بجلی کی فراہمی کا کام

ٹینکروں کے ذریعہ پانی کی منتقلی جہاں قابلِ لحاظ فاصلے تک پانی نہیں ہے ' متاثرہ علاقوں میں جانوروں کے لئے چارہ اگانے اسکی حفاظت کرنے اور سربراہی کے سلسلہ میں ایک آٹھ نکاتی پروگرام تیار کیا جارہا ہے ۔ ریاست کے فاضل رقبوں میں چارہ کی حفاظت اور اُسے قلت زدہ مقامات پر سڑکوں اور ریلوں کے ذریعہ منتقل کرنے کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے ۔ منتقلی کے تمام اخراجات حکومت برداشت کریگی اور پچاس فیصد قیمت پر چارہ کسانوں کو فروخت کیا جائے گا اور باقی پچاس فیصد قیمت حکومت برداشت کریگی متاثرہ علاقوں کے قریب کے اضلاع خاص طور پر گنٹور اور کرشنا کے کلکٹروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ دھان کا گھاس خرید کر تیار رکھیں تاکہ رائلسیما اضلاع کو منتقل کیا جاسکے ۔

جنگل کا گھاس جہاں بھی مہیا ہورہا ہے اُسے چارہ کے بنک میں محفوظ کیا جارہا ہے اور فی الوقت ایسے دو بنک کرنول ضلع کے نندی مقام پر اور محبوب نگر ضلع کے منا نور مقام پر کام کررہے ہیں ۔ ایسے دو اور بنک بہت جلد قائم اور کڑپہ ضلعوں میں قائم کرنے کی تجویز ہے ۔ جانوروں کا جو چارہ فاضل علاقوں اور ایسے بنکوں میں محفوظ کیا گیا ہے اسکو قلت زدہ علاقوں میں منتقل کیا جائے گا اور مرکزی مقامات اور دیہی سطحوں پر جو ڈپوس کھولے گئے ہیں ان کے ذریعہ فروخت کیا جائے گا ۔ کسانوں کو پچاس فیصد تعادی پر کھاد ملا ہوا چارہ کا بیج مہیا کرکے چارہ اگانے کی ترغیب دی جارہی ہے ۔ چارہ مرطوب

زمینات میں اگایا جائے گا اور ۲ تا ۳ ماہ میں تیار ہو جائے گا خشک سالی سے متاثرہ اضلاع کے مطلوبہ علاقوں میں بھی کسانوں کو زمینات میں جوار کا چارہ اگانے کی ترغیبات دی جارہی ہیں اور اس مقصد کے لئے کسانوں کو پچاس فیصد تقاوی پر چارہ کا بیج مہیا کیا جارہا ہے اور اس طرح جو چارہ پیدا کیا جائے گا اسکو حکومت تین سو روپے فی ٹن کے حساب سے ان سے خریدیگی اور اُسے کاٹ کر متاثرہ علاقوں کے کسانوں کو پچاس فیصد قیمت پر فروخت کرے گی اور بقیہ پچاس فیصد اسکی منتقلی کے لئے حکومت برداشت کرے گی۔ موجودہ خشک سالی اور قحط کے دوران یہ ایک نیا پروگرام ہے جسکو حکومت روبہ عمل لارہی ہے اور اسکے حسب ذیل فوائد ہیں۔

اسکے ذریعہ کسان کاشتکاری کے نئے طریقے سے واقف ہوں گے۔ اس سے کسانوں اور زرعی مزدوروں کو روزگار مہیا ہوگا اور کسانوں کو معقول قیمت ملے گی، ضرورت مند علاقوں میں جانوروں کو مقوی چارہ مہیا ہوگا۔ کاٹ کر ھوسہ بنانے سے زیادہ مقدار میں منتقل کیا جاسکے گا اور منتقلی کے اخراجات میں کفایت ہوگی اور اس طرح چارہ ضائع ہونے سے بچایا جاسکے گا۔ اس اسکیم پر عوام کا ردعمل اب تک بڑا حوصلہ افزا رہا ہے۔

قحط اور خشک سالی سے ناکافی اور غیر صحت بخش چارہ کی وجہ جہاں مویشی بُری طرح متاثر ہوئے ہیں انہیں غذائیت اور وٹامن سے بھرپور چارہ فراہم کیا جائے گا چارہ کو زیادہ طاقتور اور مقوی بنانے کے لئے یوریا کا راب شیرہ کا چھڑکاؤ کیا جائے گا۔ جانوروں کو صحت مند بنانے کے لئے کافی اقدامات کئے جارہے ہیں اور ضروری دوائیں خرید کر محفوظ کئے جارہے ہیں۔

حیوانات، زراعت اور جنگلات کے محکمہ جات کی ایجنسیوں کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر ببول کے درخت اگانے کے پروگرام کی ترغیب دی جارہی ہے اور خاص طور پر رائلسیما کے اضلاع میں جو اکثر قحط اور خشک سالی سے متاثر رہا کرتے ہیں۔

ایک اندازہ کے مطابق تقریباً ۱۴ لاکھ زرعی مزدوروں اور چھوٹے اور اوسط درجے کے کسانوں کو روزگار کی ضرورت تھی اور اس سلسلہ میں نومبر کی بارش کسی حد تک فائدہ مند رہی۔ متاثرہ عوام کو روزگار فراہم کرنے کے سلسلہ میں کافی رقومات مہیا کئے گئے ہیں تاکہ روزگار مہیا کرنے والی مختلف اسکیموں کا آغاز کیا جاسکے مثلاً تالابوں اور کنوؤں کو گہرا کرنا، نہروں کو گہرا کرنا، مختلف محکموں کے پلان اور غیر پلان پر وگراموں کو روبہ عمل لانے میں تیزی پیدا کرنے اور بڑے اور اوسط درجے کے آبپاشی کے کاموں کے لئے زائد رقومات مہیا کر کے روزگار کے مواقع فراہم کرنا وغیرہ۔

لوگوں کی مدد کے لئے دور کے متاثرہ علاقوں میں کلکٹرس دیہی کام جلد انجام دینگے، یونین گورنمنٹ نے بھی بڑے پیمانے کے پراجکٹس کا آغاز کیا ہے اور گوٹی سے بنگلور تک میٹر گیج سے براڈ گیج ریلوے لائن میں تبدیل کیا جارہا ہے اور ریدرگ اور چتراورگ کو بلاری سے ملانے والی ریلوے لائن کے سروے کا کام بھی شروع کیا جارہا ہے۔ ان پراجکٹوں کی تکمیل کے لئے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے ذریعہ متاثرہ علاقوں کے لوگوں کو معقول روزگار ملے گا۔ متاثرہ علاقوں میں فی الوقت ۱۴۸۱ فیر پرائس شاپس کھولے گئے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو مزید کھولے جائیں گے۔ ان دوکانوں کے ذریعہ اہم اشیاء لوگوں کو فراہم کئے جارہے ہیں۔ یونین گورنمنٹ انڈین فوڈ کارپوریشن کے ذریعہ متاثرہ علاقوں میں جوار اور دیگر غذائی اجناس فراہم کر رہی ہے۔ تعلقہ اور فرقے کی سطح پر عارضی ڈپوس قائم کر کے فوڈ کارپوریشن کے گوداموں میں جوار کا کافی ذخیرہ کیا جائے گا۔ غذا برائے قوت پروگرام کے تحت بچوں، بوڑھوں اور حاملہ عورتوں کیلئے غذائی مراکز کے قیام پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔

متواتر خشک سالی کے حالات نے حکومت کو مستقل طور پر حسب ذیل اقدامات کرنے پر مجبور کیا۔

سری سیلم کی سیدھی اور بائیں نہروں کے ذریعہ رائلسیما میں کرشنا اور گوداوری کے پانی سے استفادہ۔ اوسط آبپاشی کے پراجکٹس جو زیر تکمیل ہیں ان کے کام تیزی سے مکمل کرنا۔ زیادہ تالابوں کو کھود کر صاف کرنا۔ پانی کے معقول استعمال کے لئے نہروں کو ٹھیک کرنا اور روزگار اور آمدنی کی بنیاد پر کاشتکاری کے طریقوں میں تبدیلی پیدا کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

تنگبھدرا اور کے سی نہروں کے طریقہ کار کے ذریعہ دوسری فصل حاصل کرنے کے لئے تنگبھدرا سے زائد مقدار میں پانی کی نکاسی کا کام پہلی بار شروع

کیا جا رہا ہے تاکہ خشک سالی کے حالات پر قابو پایا جاسکے۔ خشک سالی اور قحط کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے کیبنٹ کی سب کمیٹی کا اجلاس جلد جلد ہوا کریگا۔ اسٹیٹ کی سطح پر اعلیٰ اختیارات کی اسٹینڈنگ کمیٹی حکومت کے چیف سکریٹری کی صدارت میں وقتاً فوقتاً خشک سالی کے حالات کا جائزہ لیگی۔ ڈسٹرکٹ اڈوائزری کمیٹیاں ضلع کے نظم ونسق کے کام میں مدد دیں گی۔

طویل مدتی خشک سالی کے حالات میں عام طور پر اوسط درجہ کے کسان اور خشکی زمینات کے مالک بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور انہیں مالی اداروں کے توسط سے کنوؤں کی گہرائی اور دیگر کاموں کے لئے مالی امداد فراہم کرنے کے لئے حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ مالی اداروں کے تقاوی کی وصولی کے پروگراموں میں تبدیلی لانے اور کسانوں کی امداد کے لئے ۴۷ اضلاع کے ۱۳۱ تعلقوں کو جہاں فصلیں بہت کم ہوں قحط زدہ قرار دیا گیا ہے۔ بڑے زرعی مالی بنکوں، ترقیاتی کارپوریشن، ہندوستان کے زرعی ترقیاتی بنکوں اور ہندوستان کے ریزرو بنک کو ایسے متاثرہ علاقوں کی فہرست روانہ کی جارہی ہے تاکہ فوری اقدامات کا آغاز کیا جاسکے۔

زرعی اور قلیل مدتی قرضہ جات کی نظرثانی شدہ فہرست مرتب کی جا رہی ہے۔ سنہ ۱۹۸۱ء کے موسم ربیع کے نئے نقدی قرضہ جات کی منظوری اور تمام پرانے قرضہ جات کی ادائیگی پر نظرثانی کی جائے گی۔ معاشی امدادی اسکیمں چھوٹی دیہی صنعتوں کو فروغ دینے، بے زمین مزدوروں کو روزگار مہیا کرنے اور چھوٹے کسانوں اور پس ماندہ طبقات کی امداد کے لئے نئے قرضہ جات کی منظوری دی جائے گی۔ متاثرہ لوگوں کے دوسرے طبقات کی امداد کے لئے بھی خاص طور پر مالی اداروں سے خواہش کی جارہی ہے۔ قحط زدہ علاقوں کے کسانوں کو حسب ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

جن لوگوں کو فوری خریف کے قرضہ جات اور پچھلے قرضوں کے بقایاجات نہیں ملے ہیں انہیں ربیع کی فصل کے دوران نئی فصل کے قرضہ جات حاصل ہوں گے۔ قرضداروں کی ادائیگی کی سکت کے مدنظر قلیل مدتی قرضوں کو طویل مدتی قرضوں کی شکل دی جائے گی۔

موجودہ مدتی قرضوں کی ہیئت میں تبدیلی کے علاوہ ترقیاتی مقاصد کے لئے کسانوں کو بنکوں کے ذریعہ تبدلہ جاری قرضہ جات حاصل ہوں گے۔ متاثرہ علاقوں میں موجودہ یا اگلی فصلوں کی کٹوائی کیا خراجات کے مدنظر ہر قرض خواہ کو اخراجات کی موجودہ حد ۷۵ روپے سے بڑھا کر ۲۵۰ روپے کردی گئی ہے متاثرہ علاقوں میں نہ صرف موجودہ قرض خواہوں کو بلکہ دوسرے اہل لوگوں کو بھی ہر بنک کی شاخ سے تقاوی کی امداد ملے گی۔ کمزور طبقات کو زرعی کریڈٹ انجمنوں کے توسط سے اخراجات کے لئے قرضہ جات چھوٹے اور اوسط درجہ کے کسانوں میں تقسیم کئے جائیں گے جس سے وہ آئندہ فصل تک اپنی آپ مدد کرنے کے قابل ہوجائیں گے ۴۲ ہزار میٹرک ٹن غذائی اجناس کی مقدار جو H.R.E.P کے تحت جاری کی گئی ہے اسکو قحط زدہ علاقوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

غذا برائے کام پروگرام کے تحت پچاس ہزار کا اسپیشل کوٹہ جاری کرنے کے لئے بھی ریاستی حکومت نے خواہش کی ہے۔ ●●

آندھرا پردیش میں

حکومت آندھرا پردیش عوام کی ایک بڑی اکثریت کو جو غربت اور محرومیوں کے شکار ہیں قانونی عدالتوں سے انصاف دلانے کے لئے ایک قانونی امداد اسکیم برائے غرباء شروع کر رہی ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اگر کوئی غریب اور ناخواندہ آدمی ناانصافی کے خلاف عدالت تک رسائی کی کوشش کرے تو بھی وہ انصاف حاصل نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق کو منوانے کے لئے جو اخراجات درکار ہوتے ہیں وہ اس کی استطاعت اور سکت سے باہر ہیں۔ اس اسکیم کی بدولت سماج کے کمزور طبقات کو قانون سے استفادہ کے مساوی مواقع ہدست ہوں گے اور دستور ہند کے دفعہ (۱۴) کے تحت جو قانونی تحفظ دیا گیا ہے اس سے بہرہ مند ہونیکی انہیں طمانیت حاصل ہوگی۔ اس طرح دستور ہند کے رہنما اصولوں کے مطابق انصاف پر مبنی سماجی نظام کے قیام کا مقصد مکمل ہوگا۔

ریاستی حکومت نے غریبوں کو قانونی امداد اور مشورے کی فراہمی کیلئے قواعد آندھرا پردیش اسٹیٹ قانونی امداد و مشورہ برائے غرباء بابت سنہ ۱۹۷۹ء کو منسوخ قرار دیکر نئے قواعد آندھرا پردیش اسٹیٹ قانونی امداد و مشورہ برائے غرباء بابت سنہ ۱۹۸۰ء مدون و نافذ کئے ہیں۔

متذکرہ بالا اسکیم کے تحت اعلیٰ سطح پر ایک ریاستی بورڈ کے علاوہ ہائیکورٹ اضلاع اور تعلقوں کی سطح پر قانونی امداد منظور کرنے کی خاطر کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی۔

ہائیکورٹ سطح کی کمیٹی کو فی کیس ۱۰۰۰ روپے تک ضلع کمیٹی کو ۵۰۰ روپے تک اور تعلقہ کمیٹی کو ۲۵۰ روپے تک منظوری دینے کے اختیارات حاصل رہیں گے استثنائی صورتوں میں یہ کمیٹیاں اضافہ رقومات منظور کر سکیں گی جو مذکورہ بالا رقموں کے ۵۰ فی صد سے متجاوز نہیں ہوں گی۔

کوئی درخواست گذار اگر حسب ذیل شرائط کو پورا کرتا ہے تو وہ امداد کا مستحق قرار پائے گا۔

۱۔ آمدنی کی شرط : متعلقہ شخص کی خاندانی آمدنی ۳۰۰ روپے ماہانہ سے زائد نہ ہو یا جائیداد کی مالیت ۶۰۰۰ روپے سے متجاوز نہ ہو۔

۲۔ نوعیت مقدمہ کی شرط : بادی النظر میں مقدمہ کی عدالت میں کامیابی کا امکان ہو۔

۳۔ غرض و غایت کی شرط : درخواست گذار مقدمہ دائر کرنے کے حقیقی اور واجبی اسباب رکھتا ہو یا پھر یہ کہ مقدمہ دائر کرنے اور اسے چلانے سے کسی سماجی مقصد کی تکمیل ہوتی ہو۔

تمام کمیٹیوں بشمول ریاستی بورڈ کو خصوصی صورتوں میں آمدنی کی شرط کا لحاظ کیے بغیر امداد کی منظوری کا اختیار حاصل رہے گا۔ یہ خصوصی صورتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) ایسے مقدمات جن کے فیصلوں کے اثرات سے مدد پانے والوں کی بڑی تعداد کے متاثر ہونے کا امکان ہو۔ یا

(۲) ایسے مقدمات جو عظیم عوامی اہمیت کے حامل ہوں ـــــ یا

(۳) ایسے خصوصی مقدمات جن کو کمیٹی ضبط تحریر میں لائے ہوئے اسباب کی بناء پر امداد منظور کرنے کی ضرورت محسوس کرتی ہو ۔

درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو آمدنی کی شرط پوری کئے بغیر قانونی امداد کا مستحق تصور کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ ذات یا طبقے کا لحاظ کئے بغیر ایسے تمام افراد کو جو بہ حیثیت پیشہ خاکروب [illegible] آمدنی کی شرط سے مستثنا کرتے ہوئے امداد کا مستحق سمجھا جائے گا۔ دوسرے [illegible] اگر اپنی درخواستیں کسی رکن پارلیمنٹ، رکن ریاستی مقننہ، محکمۂ مالگذاری کے عاملانہ عہدہ دار، دوسرے کسی محکمے کے گزیٹیڈ عہدہ دار، گرام پنچایت کے سرپنچ [illegible] یا ڈسٹرکٹ منصف کے دیئے ہوئے صداقت نامہ آمدنی کے ساتھ پیش [illegible] تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ آمدنی کی شرط کی تکمیل کرتے ہیں اور [illegible] انہیں اس سلسلے میں مزید جانچ کے بغیر امداد کا مستحق سمجھا جائے گا۔

قانونی امداد کا خواہشمند کوئی بھی غریب شخص اپنی درخواست دو زائد کاپیوں کے ساتھ تعلقہ کونسل، ضلع کمیٹی یا ہائیکورٹ کمیٹی کو جیسی بھی صورت ہو بالراست روانہ کر سکتا ہے ۔

مقدمات کے ناقابلِ استحقاق زمرے

مقدمات کے بعض زمروں کو امداد کا استحقاق نہیں ہوگا۔ ان [illegible]ون میں حسب ذیل نوعیت کے مقدمے شامل ہیں۔

(۱) انتخابی نزاعات

(۲) ازالۂ حیثیت عرفی کے مقدمات

(۳) سماجی جرائم جیسے غذائی ملاوٹ وغیرہ

(۴) بلدیاتی اور عوامی سہولیات کے دوسرے قوانین کی خلاف ورزیاں۔

(۵) معاشی جرائم

اسکیم کے اہم خدوخال

اعلیٰ ترین سطح پر نگران کار ادارہ ریاستی بورڈ ہوگا جس کے صدر وزیر قانون و عدلیہ ہوں گے۔ چیف جسٹس کے مشورے سے منجانب حکومت نامزد کردہ ہائیکورٹ کے ایک کارگزار جج اس بورڈ کے انتظامی صدر کے فرائض انجام دیں گے اور دوسرے ارکین حسب ذیل ہونگے۔

ارکین بحیثیت عہدہ

۱۔ ایڈوکیٹ جنرل (اگر ایڈوکیٹ جنرل صدرنشین بار کونسل بھی ہیں تو ایسی صورت میں ہندوستان کی بار کونسل میں ریاستی بار کونسل کا نمائندہ)

۲۔ حکومتی محکمہ جات داخلہ، فینانس، قانون اور سماجی بھلائی کے معتمدین۔

۳۔ ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ

۴۔ صدرنشین ریاستی بورڈ برائے سماجی بھلائی۔

نامزد ارکین

۱۔ ریاست سے تعلق رکھنے والے ایک رکن پارلیمان اور ریاستی مقننہ کے تین ارکین (دو اسمبلی سے اور ایک کونسل سے)۔

۲۔ درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل سے ایک ایک نمائندہ

۳۔ انتظامی صدر کے مشورہ سے صدر ریاستی بورڈ کے سفارش کردہ دو ایڈوکیٹس۔

۴۔ ایک خاتون۔

۵۔ ایک سماجی کارکن۔

۶۔ آندھراپردیش اسٹیٹ چیمبر آف پنچایتی راج کے صدرنشین کی جانب سے سفارش کردہ ایک شخص۔

ہائیکورٹ کے رجسٹرار ریاستی بورڈ کے معتمد بحیثیت عہدہ ہوں گے۔ ریاستی بورڈ کم سے کم تین ماہ میں ایک مرتبہ اجلاس منعقد کرے گا۔ نامزد ارکین کی میعاد تین سال ہوگی۔ بورڈ کے کورم کی تکمیل کے لیے حاضر ارکین کی تعداد سات (۷) مقرر کی گئی ہے۔

حکومت کی جانب سے ریاستی کمیٹی کے تصرف میں دی ہوئی رقومات میں سے ریاستی بورڈ، ہائیکورٹ کمیٹی، ضلع کمیٹی اور تعلقہ کونسل کو فنڈس فراہم کریگا ریاستی کمیٹی، قانونی امداد کے کام کو باقاعدہ بنانے اور اس کی نگرانی کے لیے متعدد تدابیر اختیار کرنے کے علاوہ امدادی اسکیمات اور متعلقہ امور کی تشہیر کا بھی اہتمام

کرے گی ۔

قواعد کے تحت تین کمیٹیوں کی تشکیل پیش نظر ہے جو حسب ذیل ہیں ۔

(۱) ریاستی سطح پر ۔ کمیٹی برائے ہائیکورٹ

(۲) ضلع کی سطح پر ۔ ضلع کمیٹی

(۳) تعلقہ کی سطح پر ۔ تعلقہ کونسل

کمیٹی برائے ہائیکورٹ

ہائیکورٹ کمیٹی کے صدر، ہائیکورٹ کے ایک جج (ریاستی بورڈ کے انتظامی صدر کے ماسوا) ہونگے ۔ دوسرے اراکین حسب ذیل ہیں ۔

(۱) پریسیڈنٹ ہائیکورٹ ایڈوکیٹس اسوسی ایشن ۔

(۲) پندرہ سالہ کارگذاری کے حامل دو ایڈوکیٹس ۔

(۳) جونیر ایڈوکیٹس اسوسی ایشن کا ایک نمائندہ ۔

(۴) ایک خاتون ایڈوکیٹ ۔

رجسٹرار بحیثیت عہدہ معتمد کے فرائض انجام دیں گے ۔ ہائیکورٹ کمیٹی کو ۱۰۰۰ روپے تک امداد منظور کرنے کا اختیار ہوگا ۔ استثنائی صورتوں میں یہ کمیٹی اضافہ رقم منظور کرسکتی ہے جو مجموعی طور پر فی کس ۱۵۰۰ روپے سے زائد نہیں ہونی چاہیئے ۔

امداد کے لیے وصول ہونے والی درخواستوں پر مستعدی کے ساتھ غور کرنے اور عاجلانہ طور پر نمٹنے کے لیے ہائیکورٹ کمیٹی کی جانب سے ایک ذیلی عاملانہ کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو حسب ذیل ہوگی ۔

(۱) پریسیڈنٹ ہائیکورٹ بار اسوسی ایشن

(۲) پندرہ سالہ مدت کارگذاری کا حامل ایک ایڈوکیٹ ۔

(۳) ایک جونیر ایڈوکیٹ

عاملانہ ذیلی کمیٹی اُن اختیارات کے استعمال کی مجاز ہوگی جو اصل کمیٹی کو حاصل ہیں عاملانہ ذیلی کمیٹی کی جانب سے تصفیہ شدہ تمام کارروائیاں ہائیکورٹ کمیٹی کے منعقدرشدنی آئندہ اجلاس میں بغرض اطلاع پیش کی جائیں گی ۔

اضلاع میں

ضلع کی سطح پر تشکیل دیجانے والی ضلع کمیٹی کے صدرنشین ڈسٹرکٹ جج ہوں گے اور یہ حسب ذیل اراکین بحیثیت عہدہ اور نامزد اراکین پر مشتمل ہوگی ۔

اراکین بحیثیت عہدہ

(۱) صدر ڈسٹرکٹ بار اسوسی ایشن

(۲) وکیل سرکار ۔

(۳) ڈسٹرکٹ پبلک ریلیشنز آفیسر

نامزد اراکین

(۱) درج فہرست اقوام یا درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے ایک رکن ریاستی مقننہ ۔

(۲) قانونی اکیڈیمک کمیونٹی کا ایک نمائندہ (اگر کوئی ضلع مستقر پر بہ وجود رہو) ۔

(۳) ریاستی بار کونسل کی جانب سے سفارش کردہ ڈسٹرکٹ بار اسوسی ایشن کا ایک نمائندہ ۔

(۴) ایک قانون پیشہ شخص ۔

(۵) ایک خاتون ۔

(۶) ایک سماجی کارکن ۔

اجلاس کے کورم کی تکمیل کے لیے حاضر اراکین کی تعداد تین ہونی چاہیئے ۔

ڈسٹرکٹ جج کی زیرصدارت ضلع کمیٹی کی عاملانہ ذیلی کمیٹی حسب ذیل پر مشتمل ہوگی ۔

(۱) پریسیڈنٹ ڈسٹرکٹ بار اسوسی ایشن ۔

(۲) ایک نامزد ایڈوکیٹ رکن ۔

(۳) ایک سماجی کارکن ۔

عاملانہ ذیلی کمیٹی اُن اختیارات کے استعمال کی مجاز ہوگی جو اصل کمیٹی کو حاصل ہیں ۔ ذیلی کمیٹی کی جانب سے تصفیہ شدہ تمام کارروائیاں ضلع کمیٹی کو بغرض اطلاع پیش کی جائیں گی ۔

عام حالات میں ضلع کمیٹی زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ روپے بطور امداد منظور کرسکتی ہے لیکن استثنائی صورتوں میں مجموعی طور پر فی کس ۷۵۰ روپے تک بھی منظور کیئے جاسکیں گے ۔

تعلقوں میں

تعلقہ کمیٹی ایک منصف مجسٹریٹ کی زیر صدارت کام کرےگی اور اراکین بحیثیت عہدہ و نامزد اراکین پر مشتمل ہوگی۔

اراکین بحیثیت عہدہ

(۱) تعلقہ کے تحصیلدار
(۲) تعلقہ بار اسوسی ایشن کے صدر
(۳) وکیل سرکار

نامزد اراکین

(۱) درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کا ایک نمائندہ
(۲) قانونی اکیڈیمک کمیونٹی کا نمائندہ (اگر تعلقہ مستقر پر بدست د موجود ہو)
(۳) ایک قانون پیشہ شخص۔
(۴) ریاستی بار کونسل کی جانب سے سفارش کردہ تعلقہ بار اسوسی ایشن کا ایک نمائندہ۔
(۶) ایک سماجی کارکن۔

اجلاس کے کورم کی تکمیل کے لیے حاضر اراکین کی تعداد تین ہونی چاہیئے۔

منصف مجسٹریٹ کی زیر صدارت تعلقہ کمیٹی کی عاجلانہ ذیلی کمیٹی حسب ذیل پر مشتمل ہوگی۔

(۱) پریسیڈنٹ تعلقہ بار اسوسی ایشن
(۲) ایک ایڈوکیٹ
(۳) ایک سماجی کارکن۔

عاجلانہ ذیلی کمیٹی اُن اختیارات کے استعمال کی مجاز ہوگی جو اصل کمیٹی کو حاصل ہیں۔

عام حالات میں تعلقہ کمیٹی زیادہ سے زیادہ ۲۵۰ روپیوں کی امداد منظور کرے گی لیکن استثنائی صورتوں میں مجموعی طور پر فی کس ۵۷۳ روپے تک بھی منظور کرسکتی ہے۔

جانچ کمیٹی

ہائیکورٹ کمیٹی، ضلع کمیٹی اور تعلقہ کونسل کے لیے ایک ایک جانچ کمیٹی ہوگی جس کے اراکین کی تعداد تین سے زائد نہیں ہوگی اور وہ ایڈوکیٹس ہونگے۔ جانچ کمیٹی اس سے رجوع کردہ مقدمات کی جانچ اور عدالت میں انہیں پیش کرنے کی معقولیت کے متعلق مشورہ دے گی۔ اس کمیٹی کے اراکین کو معاوضہ دیا جاسکتا ہے جو فی کیس جملہ ۵۰ روپے سے زیادہ نہیں ہوگا۔

قواعد کے عمل درآمد کے لئے تمام سطحوں کی کمیٹیاں (ہائیکورٹ کمیٹی، ضلع کمیٹی اور تعلقہ کونسل) ہر ایک اپنے لیے قانون پیشہ اصحاب کی ایک فہرست تیار رکھے گی جس کی تعداد، معاوضہ اور دوسری تفصیلات سے متعلق تصفیہ ریاستی بورڈ کریگا۔

عطیات کی وصولی کے لئے حکومت کی جانب سے ایک علحدہ ٹرسٹ قائم کیا جائے گا جس کا اثاثہ اور آمدنی ریاستی بورڈ کے قبضے و اختیار میں دے دی جائے گی۔

دستور کی روح کے عین مطابق

حکومت نے قانونی امداد برائے غرباء اسکیم کی تدوین میں دستور ہند کی اصل روح کو پیش نظر رکھا ہے۔ ہمارا دستور صاف اور صریح انداز میں کہتا ہے کہ ہندوستانی عوام نے تمام شہریوں کے لئے انصاف، آزادی، مساوات اور اخوت کے حصول کی خاطر سنجیدگی کے ساتھ طے کیا ہے کہ ایک "مقتدر اعلیٰ، سوشلسٹ، غیر مذہبی عوامی جمہوریہ" کی تشکیل عمل میں لائی جائے۔ نظریۂ سوشلزم کی اساس ہی اس اصول پر ہے کہ مملکت اہم ترین فرض کے طور پر یہ خیال رکھے کہ پیداواری وسائل اور دولت کی تقسیم کا اختیار چند افراد کی تحویل میں جانے نہ پائے۔ سماجی انصاف جس کا مطلب ہے منصفانہ برتاؤ ہے، ہماری فلاحی ریاست میں ایک لازمی امر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر ہمارے قانونی نظام سے سماج میں اکثریت کے حامل کمزور طبقات کی خدمت مقصود ہے تو قانونی امداد کی فراہمی ناگزیر ہے یہی حقیقت اصل میں دفعہ ۳۹ - اے - کی محرک ہے جو دستور میں سنہ ۱۹۷۶ء کی ۴۲ - ویں ترمیم کے ذریعہ شامل کیا گیا۔ اس دفعہ میں مملکت کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ قانونی

امداد کے نظام کے ذریعہ انصاف کو عام کرے اور موزوں و مناسب قانون سازی یا اسکیمات کی تدوین سے مفت قانونی امداد مہیا کرے تاکہ اس امر کی طمانیت حاصل ہو کہ کوئی شہری انصاف سے محروم ہونے نہ پائے ۔

حکومت ہند نے ۱۹۷۲ء میں جسٹس شری وی۔ آر۔ کرشنا ائیر کی زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس کا کام یہ تھا کہ وہ خصوصیت کے ساتھ سماج کے کمزور طبقات محدود ذرائع آمدنی والے اشخاص اور سماجی و تعلیمی طور پر پسماندہ شہریوں کے لیے قانونی امداد کی فراہمی سے متعلق ایک جامع پروگرام کی تیاری اور عمل آوری کے بارے میں سفارشات پیش کرے۔ کمیٹی نے گہرائی کے ساتھ تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ محض روایتی امداد سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا اور حسب ذیل سفارشات پیش کیں۔

● مفت قانونی امداد کا ایک ایسا پروگرام جس کے دائرہ عمل و اثر میں نہ صرف قانونی کارروائی کے لئے امداد شامل ہو بلکہ مقدمے کی عدالت میں پیش کشی سے پہلے ضروری قانونی مشورے کی فراہمی کی گنجائش بھی ہو۔

● کسی شخص کو قانونی امداد کی فراہمی کے لئے تین قسم کی آزمائشات اور شرائط مقرر کی جائیں جو یہ ہوں (۱) آمدنی کی جانچ (۲) مقدمے کی نوعیت اور (۳) مقصد۔

● سماج کے خلاف جرائم کی پاداش میں جن اشخاص پر مقدمات دائر ہیں وہ کسی قسم کی قانونی امداد کے مستحق نہیں ہیں۔

● مرکزی حکومت نے پھر مئی ۱۹۷۶ء میں جسٹس شری پی۔ این بھگوتی جج سپریم کورٹ کی صدارت میں مفت قانونی امداد کی فراہمی کے مسئلے کی تحقیق اور اس سلسلے میں عمل درآمد کے لئے ٹھوس تجاویز کی پیشکشی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے جسٹس شری کرشنا ایر کے ظاہر کردہ خیالات سے سفارشات پر مشتمل مسودہ پیش کیا۔

● مختلف ریاستوں میں قانونی امداد کی اسکیمات کے عمل درآمد کی نگرانی اور تال میل کے لئے مرکز میں ایک نیشنل اتھارٹی کی تشکیل اور ریاستوں کی سطح پر آزاد و خود مختار قانونی امداد بورڈز کا قیام

● غریبوں اور حاجتمندوں کو موثر انداز میں قانونی امداد کی فراہمی کی خاطر ضلع اور تعلقہ کی سطح پر کمیٹیوں کی تشکیل۔

● ریاستی بورڈز کے صدور ہائیکورٹ کے جج ہوں اور ضلع و تعلقہ کمیٹیوں، عہدہ داران عدلیہ کی صدارت میں قائم کی جائیں۔

جسٹس بھگوتی کمیٹی کی سفارشات کی مطابقت میں ریاستی حکومت نے موجودہ قواعد جاری کیے ہیں اور اس سے پہلے ۱۹۷۹ء میں بنائے ہوئے قواعد کو منسوخ کردیا گیا ہے۔

غزل — رفیق جعفر

مکتبہ ہم سخن
۱۲/۶۱ جال دل کالونی
نمبر ۶ کھرودی
بمبئی ۴۰۰۰۹۵

خوابوں کی سازشوں کا تھا محشر تمام رات
چلتے رہے ہیں وقت کے خنجر تمام رات

گوہر تلاش کرنے کو آئے تھے چند لوگ
بے چین ہو رہا تھا سمندر تمام رات

دیوانہ پھر رہا تھا کوئی اپنی کھوج میں
برسا کئے ہیں راہ کے پتھر تمام رات

جیسے کہ میکشی کو نیا موڑ مل گیا!
خوشیاں منا رہا تھا وہ ساغر تمام رات

دیکھا جو ڈوبتے ہوئے دن کے وجود کو
آنکھوں میں گھومتا رہا منظر تمام رات

پاگل بنا کے چھوڑ دیا جب خداؤں نے
سر پیٹتا رہا ہے مقدر تمام رات

اپنی زباں سے نکلے ہوئے شعر کو لئے
غالب کو ڈھونڈتا رہا جعفر تمام رات

آندھرا پردیش میں

معذوروں کی بہبود بھلائی کا پروگرام

۱۹۸۱ء کا سال معذوروں کا سال ہے۔ اس سال ہمیں معذوروں کی طرف توجہ دینا ہے۔ اور انہیں بھی کچھ کام کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ آپ ان معذوروں میں سے کسی سے بھی پوچھئے وہ آپ کو بتائیں گے کہ اگر ان کو صحیح راستہ پر گامزن کیا جائے تو وہ بھی سوسائٹی کا ایک مفید جز و بن سکتے ہیں۔ انہیں بہتر تعلیم اور بہتر کام دیکر صحیح راستہ پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں ان میں سے کوئی روز ویلٹ، کوئی بیتھوون یا ایڈیسن مل جائے یا خود بھگت سورداس نکلے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہم انہیں اس نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ سمجھیں کہ وہ معذور اور بیکار ہیں۔

اندھے، بہرے، گونگے اور جنکی دماغی صلاحیت کم ہے۔ وہ لوگ جو اپنے ہاتھ نہیں ہلا سکتے اور وہ لوگ جو چل پھر نہیں سکتے۔ دوڑ نہیں سکتے کھیل نہیں سکتے ان میں بچے بھی ہیں جوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قدرت نے ایسا بنایا ہے اور پھر وہ بھی ہیں جنھیں تقدیر نے ایسا بنایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سب اتنے ہی ہوشیار ہیں جتنے کہ دوسرے لوگ ہیں۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ انہیں کوئی موقع نہیں دیتا ہے جیسے ہمیں اور آپ کو دیا جاتا ہے۔

حکومت ان کا معیار زندگی اونچا کرنے کے لئے از حد کوشش کر رہی ہے اور اس سال حکومت آندھرا پردیش میں ان کی بہبود کے لئے ۱۵۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جو پچھلے سال کا چھ گنا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ناکافی ہو کیونکہ اہم چیز اس کام میں عوام کا تعاون ہے تاکہ ہم سب ملکر ان معذوروں کو کام کے آدمی بنا سکیں۔

I آندھرا پردیش میں معذوروں کی بھلائی کے لئے حسب ذیل پروگرام تیار کئے گئے ہیں۔

۱۔ تعلیم و تربیت کے پروگرام کے تحت ٹریننگ اور پروڈکشن کے مراکز کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے اور ان مراکز میں جسمانی طور پر معذور لوگوں کو ٹرنر، بلڈر اسسٹنٹ، خیاطی، ریڈیو اور ٹی وی سرونگ اور ٹائپ رائٹنگ سکھایا جاتا ہے۔

۲۔ نویں جماعت کے طلباء کو چالیس روپے مہینے سے ۱۲۰ روپے مہینہ تک وظائف دیئے جاتے ہیں

II ۱۔ بازآبادکاری پروگرام میں شخصی بہبودی کی اسکیمات کے تحت وہیل چیر، مصنوعی اعضاء، بریل کا سامان اور سننے کے آلات مہیا کئے جاتے ہیں۔

۲۔ معاشی امداد کی اسکیمات کے تحت اپنا روزگار خود کمانے کے قابل بنانے کے لئے جو گرانٹ دیئے جاتے ہیں ان میں ٹائپ رائٹرس، سلائی کی مشین دودھ دینے والے جانور، بھیڑوں کی پونٹیں سوروں کی پرورش اور ریادلیاں کھولنے کے لئے امداد بھی شامل ہے

III ۱۔ دوسری سہولتوں میں ملازم سرکار نابینا اور ہڈی کے امراض کے معذوروں کے لئے الاؤنس برضمن آمد و رفت بھی دیا جاتا ہے۔

۲۔ موٹر سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنیوالوں کو پٹرول یا ڈیزل کے خرچ میں نصف کی حد تک رعایت دی جاتی ہے۔

IV ۱۔ اداروں کے تحت اندھوں، بہروں اور گونگوں

محسن جلگانوی

جگمگاتے ہوئے چارمینار کو دیکھ کر

چارمینار ۔۔۔ دعاؤں کے تقدس کی دمکتی ہوئی عظمت کا نشاں

ملگجے جذبوں کی تسکین

نگاہوں کا قرار

امتزاجِ فنِ تعمیر دکن ــــــ اور ــــ ایراں

اس کے سینے میں دھڑکتا ہے قطب شاہ کا دل

اسکی باہوں سے نکلتی ہوئی اجلی کرنیں

جذبِ تقدیس کی عظمت کا اجالا لے کر

مندروں، مسجدوں، ایوانوں سے جا ملتی ہیں

اس کی تعمیر نفاست کا حسیں تحفہ

اس کی زیبائشِ فن ایک بڑا سرمایہ

چارمینار کے سرتاپا حسیں چہرے پر

روشنی کا حسیں آنچل جو سمٹ آیا ہے

حُسن برستا تھا جہاں رنگ چھلکتے ہیں وہاں

اس کے جھومر میں کئی چاند نظر آتے ہیں

شاہراہوں سے گذر کر یہ اجالا پھیلے

کوچوں میں، راہوں میں، گلیوں میں، حرم خانوں میں

مندروں اور طرب خانوں میں

دلِ انساں پہ بھی چڑھ جائے اجالے کا غلاف ۔۔ ●●

وطن کے ذرے ذرے میں ہے تیرا بانکپن اندرا

بنی تو صبر و استقلال سے بھارت رتن اندرا

ستم سہہ کر بھی شانِ کج کلاہی پر نہ آنچ آئی

ہے تجھ میں عزم و ہمت، آگہی کا بانکپن اندرا

تجھے ہر موڑ پر لوگوں نے ٹھکرانے کی کوشش کی

کسی جا بھی نہ رک کے سے رُکا تیرا چلن اندرا

وطن والوں نے چاہا بے وطن کرنا تجھے لیکن

رہی ہندوستان کے سر پہ تو سایہ فگن اندرا

ترا جو مرتبہ ہے تجھ کو حاصل ہو گیا آخر

سر آنکھوں پر تجھے لیتی ہے اب ہر انجمن اندرا

جدھر دیکھو بہاریں ہیں منیر اندرا کی بھارت میں

گلستاں در گلستاں ہے چمن اندر چمن اندرا

کے لئے اسپیشل اسکول اور اس اسکول سے متعلقہ ہاسٹل کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔

۲ ۔ دارالمعمرین و معذورین (ہوم فار دی ایجڈ اینڈ ڈِس ایبلڈ) اور نابیناؤں کے لئے رہائش کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

علاوہ ازیں جسمانی طور پر معذور یتیموں کے لئے رہائش گاہ بھی تعمیر کی جا رہی ہے۔

OO

درج فہرست اقوام کے ساتھ بہتر سلوک

ریاست کی آبادی سنہ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۴۳۵ لاکھ ہے اس تعداد میں درج فہرست اقوام کی آبادی ۵۷٫۷۵ لاکھ ہے۔ یعنی ریاست کی کُل آبادی میں درج فہرست اقوام کا فی صد ۱۳٫۳ ہے۔ ریاستی آبادی کے اس طبقے کی فلاح و بہبود کے لیے سرگرمیوں کا آغاز پہلے پانچ سالہ منصوبے سے ہوا۔ منصوبے کی مدت کے دوران ان کے فائدے کے لئے تعلیمی اسکیمات، اقتصادی بہتری اسکیمات صحت و اسکنہ کی اسکیمات، سماجی تحفظ کی اسکیمات اور دوسری فلاحی اسکیمات روبہ عمل لائی گئیں۔

سماجی بہبود کی سرگرمیوں کے لیے سنہ ۱۹۷۸ء اور سنہ ۱۹۸۳ء کی درمیانی برسوں میں وسط مدتی منصوبے کے تحت ۹۹۹۹٫۸۰ لاکھ روپیوں کی گنجائش فراہم کی گئی ہے جس میں سے سال سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے لئے ۳۷۰ لاکھ روپے ہیں۔ اس طرح جاریہ سال کے لئے اخراجات میں قابلِ لحاظ اضافہ عمل میں لایا گیا ہے تاکہ کم سے کم اُن کے ۵۰ فی صد خاندانوں کو غریبی کی سطح سے اوپر لایا جائے۔ اُن کی اہم ترین ضروریات جیسے پینے کے پانی کی فراہمی، بے گھر درکار مند کے لیے رہائشی جگہ، حفظانِ صحت، تغذیہ اور ہریجن واڑوں میں برقی روشنی کی فراہمی سے متعلق اقدامات شد و مد کے ساتھ روبہ عمل لائے جائیں گے۔

سال سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران میں منصوبے کے تحت اور مرکزی حکومت کی اسکیمات کے تحت بشمول اُن اخراجات کے جو حصولِ اراضی کے لئے اور اے پی شیڈولڈ کاسٹس کارپوریشن کے توسط سے اقتصادی بہتری کی اسکیمات کے لیے ہیں جملہ ۱۴۹۲٫۲۰ لاکھ روپے فراہم کیے گئے ہیں۔ اس رقم میں سے ۳۷ لاکھ روپے سالانہ منصوبے میں شامل اسکیمات کے لیے ہیں جن کی تعداد بشمول مرکزی اسکیمات کے ۴۹ ہے۔ ان ۴۹ اسکیمات میں ۲۶ ایسی ہیں جو ضلع کی سطح پر پہلے سے جاری ہیں جن کے لیے موازنہ جاتی گنجائش برائے ۸۱-۱۹۸۰ء میں ۱۸۶٫۷۶ لاکھ روپے رکھی گئی ہے نئی اسکیمات ۹ ہیں جن کے لئے جملہ ۲۸٫۵۹ لاکھ روپیوں کی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔ ریاست گیر نوعیت کی (۱۶) اسکیمات پہلے سے جاری ہیں جن کے لیے موازنہ میں جملہ ۱۸۵٫۸۴ لاکھ روپیوں کی گنجائش ہے۔

تعلیمی اسکیمات

درج فہرست اقوام کی بہتری کے لیے کیے جانے والی مساعی میں تعلیمی اسکیمات کو عظیم اہمیت حاصل ہے۔ ان اسکیمات میں حسب ذیل اقدامات شامل ہیں۔ سرکاری اقامت خانوں کا قیام و انتظام۔ اقامت خانوں کے لیے عمارات کی تعمیر۔ مقیم طلبأ کو ملبوسات کی فراہمی۔ بچوں کو اسکولوں میں داخلے کے لیے ترغیبات۔ تعلیمی وظائف کی منظوری۔ آئی۔ ٹی۔ آئی، پالیٹکنک اور پری میٹرک طلبأ کے لئے امدادی وظائف۔ پالی ٹکنک، آئی ٹی آئی، ایم ڈی، ایم ایس اور ایم ای نصابات کے طلبأ کو کتابوں اور آلات کی فراہمی۔ ٹرسٹ بکس کی سربراہی۔ نامی اور مشہور اسکولوں میں زیر تعلیم طلبأ کی تعلیمی فیس کی واپسی۔ ذہین طلبأ کے لئے پبلک اسکولوں میں داخلے کا انتظام اور درج فہرست اقوام سے تعلق رکھنے والے ریسرچ اسکالرس کی مالی امداد۔

درج فہرست اقوام کے طلبأ کو آئی۔ اے۔ ایس۔ امتحان کے لئے تیار کرنے حیدرآباد میں ایک تربیتی مرکز قائم کیا گیا ہے۔ اس مرکز میں تربیت دینے

کے لئے سال ۱۹۸۰-۸۱ء کے واسطے ۲۶ طلباء منتخب کئے گئے ہیں۔ ان اقوام کے لئے روزگار کے مواقع میں اضافے کی خاطر مختلف نوعیت کے تربیتی پروگراموں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ طبابت اور انجینیرنگ کے طلباء کے لئے کتابوں کے بینک قائم ہیں اور پوسٹ گریجویٹ طلباء کے واسطے انگریزی بول چال کی صلاحیت میں اضافے کے لیے تربیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ انجینیرنگ اور ایم بی بی ایس داخلوں کے خواہشمند طلباء کو خصوصی کوچنگ دی جارہی ہے اور درج فہرست اقوام کے لڑکوں کو اسکولوں اور کالجوں میں داخلے فیاضانہ طور پر دیئے جارہے ہیں۔

اقتصادی بہتری کی اسکیمات

درج فہرست اقوام کی اقتصادی بھلائی کے لئے حکومت نے شیڈولڈ کاسٹس فینانس کارپوریشن قائم کیا ہے جو ان اقوام کو امدادی شرح پر قرضے فراہم کرتا ہے۔ قیام کے بعد سے اب تک اس کارپوریشن سے (۲۱۲۱۹۰) افراد مستفید ہوئے ہیں۔ سال ۱۹۸۰-۸۱ء کے لئے اس کارپوریشن نے ۵۰ لاکھ روپیوں کی رقم امدادی قرضوں کے لیے مختص کی ہے۔ توقع ہے کہ حکومت کی جانب سے کارپوریشن کو ۳۷۰ لاکھ روپے فراہم کیے جائیں گے اس رقم کی دستیابی کی بدولت کارپوریشن مزید افراد کی مدد کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس کارپوریشن کی جانب سے درج فہرست اقوام کی بہبود اور ترقی کے لیے جو اہم اسکیمات روبہ عمل لائی جارہی ہیں وہ یہ ہیں۔ امدادی شرحوں پر قرضوں کی فراہمی۔ صنعت و حرفت کا فروغ۔ گندے پیشوں میں مصروف اشخاص کے لئے متبادل پیشوں کا انتظام۔ بکفول مزدوروں کی بازآبادکاری اور اقتصادی امداد کے پروگرام۔ درج فہرست اقوام کے ایڈوکیٹس کے لئے مالی امداد۔ مفوضہ اراضیات میں آبپاشی باولیوں کی کھدائی۔ زرعی اراضیات کی خریدی۔ ناریل کے درختوں املی کے درختوں اور مچھلیوں کے تالابوں کا ٹھیکہ وغیرہ۔ ان اسکیمات سے تقریباً ۲۶۵ لاکھ خاندانوں کو فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔

صحت و اکنہ سے متعلق اسکیمات

حکومت کی جانب سے درجِ فہرست اقوام کو رہائشی جگہوں کی فراہمی کے لئے حصول اراضیات کا ایک عظیم اور وسیع پروگرام روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ ضلع کی سطح پر ضلع کلکٹروں کو اس امر کی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ ضلع سوشل ویلفیر آفیسر کے تعاون سے اس پروگرام کے تحت اسکیمات کو روبہ عمل لائیں۔ سال ۱۹۷۹-۸۰ء کے ختم تک ۱۱۳۱۷۸۹ خاندانوں کو رہائشی جگہیں دی جاچکی ہیں۔

سال ۱۹۸۰-۸۱ء کے موازنے میں رہائشی جگہوں کی فراہمی کی خاطر اراضیات کے حصول کے لئے ۸۰۰ لاکھ روپیوں کی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں فراہمی اکنہ کی اسکیمات کے لیے مزید ۴۰۰ لاکھ روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے۔ ان اسکیمات میں رہائشی اراضیات کی بہتری کے کام اور مکانات کی تعمیر شامل ہے جو محکمہ ہاؤزنگ پروگرام برائے کمزور طبقات کی جانب روبہ عمل لائی جائیں گی۔

ہریجن وارڈوں میں بلدی سہولیات

ہریجن وارڈوں میں ضروری سہولیات جیسے سڑکوں اور نالیوں کی تعمیر، باولیوں کی کھدائی اور برقی روشنی کی فراہمی کے لئے سال ۱۹۸۰-۸۱ء میں خاطر خواہ گنجائش فراہم کی گئی ہے۔ قدیم طرز کے پاخانوں کو ختم کرکے جدید پاخانوں کی تعمیر بھی ان اسکیمات میں شامل ہے۔ مزید براں نیم شہری علاقوں میں درجِ فہرست کے استعمال کے لئے کمیونٹی ہالس کی تعمیر کے واسطے بھی ۲ لاکھ روپیوں کی رقم فراہم کی گئی ہے۔

سماجی تحفظ کی اسکیمات

گونگے، بہرے، اندھے اور دوسرے جسمانی معذورین کی اعانت و امداد سے متعلق جاریہ اسکیم سے سال ۱۹۷۹-۸۰ء کے دوران میں (۵۸۷) افراد بہرہ مند ہوئے۔ جسمانی معذورین کے لیے مصنوعی اعضاء اور سماعتی آلے کی خریدی کے واسطے مالی امداد کی گنجائش بھی فراہم کی گئی۔ منصوبے کے تحت ۱۹۸۰-۸۱ء میں ۶۶۷۵ لاکھ روپے اس اسکیم کے لیے فراہم کئے گئے جن سے تقریباً (۱۸۰) اشخاص مستفید ہونگے۔ گندے پیشوں میں مصروف لوگوں کو باعزت متبادل پیشوں کے اختیار کرنے میں مدد دی جائے گی اور اس بات کا خیال رکھا جائیگا کہ انہیں پیشوں سے معقول اور موزوں معاوضہ حاصل ہو۔

گداگروں کی بازآبادکاری اور معذوروں و معمروں کی نگہداشت سے متعلق انتظامات محکمہ سماجی بھلائی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ یہ محکمہ حیدرآباد میں ایک "ہوم" چلا رہا ہے جس میں (۳۰۰) افراد کو رکھنے کی گنجائش ہے۔ رضاکارانہ تنظیموں کی جانب چلائے جانے والے ایسے اداروں کے لیے ایک سوشلفیر فنڈ قائم کیا گیا ہے جو سماجی بھلائی، بہبودئ خواتین و اطفال اور علاج و معالجہ کی خدمات انجام دیتے ہیں اس فنڈ کے لئے سال ۸۱-۱۹۸۰ء میں ۱۶ لاکھ روپیوں کی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔

مرکزی امداد سے درج فہرست اقوام کی فلاح و بہبود کے لیے روبہ عمل لائی جانے والی اسکیمات یہ ہیں۔ اقامت خانوں کی عمارتوں کی تعمیر۔ میڈیکل اور انجینئرنگ کے طلباء کے لیے کتابوں کے بینک۔ مکفول مزدوروں کی بازآبادکاری۔ تحدید اراضی سے حاصل ہونے والی اراضیات کی ترقی۔ پی سی آر ایکٹ بابت ۱۹۵۵ء کے دفعات کی عمل آوری۔ متحرک عدالتوں کا قیام۔ بین فرقہ جاتی شادیوں کی ہمت افزائی اور مابعد میٹرک نصابات کے طلباء کو تعلیمی وظائف۔ ●●

غزل

نارسائی کی کچی کلی کی طرح۔
موت ہم سے ملی زندگی کی طرح
رشتۂ زندگی ہم سے ہے استوار
ایک چھوٹی سی وابستگی کی طرح
لمحہ لمحہ بکھرتے، سمٹتے ہیں ہم
زندگی کی طرح، روشنی کی طرح
گمشدہ خواب اچانک کسی موڑ پر
آ کے ملتے ہیں اک اجنبی کی طرح
غم کی فصلیں اگاتی رہی تیری یاد
گنگناتی ہوئی اک ندی کی طرح
دل میں اتری فراموشیوں کی کثار
گدگداتی ہوئی چاندنی کی طرح
سانس کی ڈور کٹ کٹ کے گرتی رہی
موتیوں کی ڈھلکتی لڑی کی طرح
کنوارے جذبوں کا تقدس ہے پھیلا ہوا
کوچۂ دل ہے، رسوا گلی کی طرح

حسن فرخ

۱۶۰-۳-۱۰ ہمایوں نگر، حیدرآباد - ۵۰۰۰۲۸

عیاں ہوا دل پہ رازِ پنہاں، شکستِ فتح و ظفر سے پہلے
فروغِ ظلمت، سحر سے پہلے کمالِ شمس و قمر سے پہلے
دلِ صداقت الم سہے گا، جبینِ حق سے لہو بہے گا
عروجِ اہلِ ستم رہے گا طلوعِ نورِ سحر سے پہلے
مجھے یہ ڈر دل ٹھہر نہ جائے، رہِ الم ختم ہو نہ جائے
تجھے تمنائے قربِ منزل جہاد و عزم کرنے سے پہلے
کچھ ایسے بکھر بھی ہیں چمن میں گلوں کے رنگین پیرہن میں
کہ پھونک دیتے ہیں آشیانہ عتابِ برق و شرر سے پہلے
حدودِ کون و مکاں گراں ہیں مرے تخیل کی وسعتوں پر
الٰہی! یہ بندشیں ہٹا دے عطائے فکر و نظر سے پہلے
مرے جگر کا لہو مسلسل فغاں میں تحلیل ہو رہا ہے
زباں بیگانۂ سخن بھی عطائے سوزِ جگر سے پہلے

فغاں ہے بے سود اس چمن میں سکوت بہتر ہے انجمن میں
ہے رسمِ گلشن کہ اہلِ حق کی زباں کٹتی ہے سر سے پہلے

سیدہ مجیدہ حیدرآباد

پولٹری فارمنگ میں آندھرا پردیش کو سبقت

پروفیسر مجید بیدار، مولانا آزاد کالج آف آرٹس سائنس اینڈ کامرس، پوسٹ باکس نمبر ۲۷
روضہ باغ، اورنگ آباد ۴۳۱۰۰۱

ہندوستان میں متعدد صنعتیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ اگرچہ کہ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے لیکن یہاں کی عوام کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ایسی صنعتیں بھی شروع کی گئیں جن کی وجہ سے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ بھاری اور چھوٹی صنعتوں کے ذریعہ ملک کی معیشت کو سدھارنے میں نہ صرف جدوجہد کی گئی بلکہ حکومت نے مختلف منصوبوں کے ذریعہ صنعت کاری پر توجہ دی جس کی وجہ سے ملک میں صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔

ہندوستان کی تمام ریاستوں میں صنعتوں کے قیام کے ذریعہ مرکزی حکومت نے ریاستی ترقی پر خصوصی توجہ کی جس کے ساتھ ہی ریاستی حکومتوں نے بھی صنعتوں کے قیام کے ذریعہ عوام کی بھلائی کے کاموں میں حصہ لیا۔ ہندوستان میں چلائی جانے والی تمام صنعتوں میں بھاری صنعتیں، چھوٹی صنعتیں اور گھریلو صنعتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ کہ صنعتوں کے ذریعہ معاشی ترقی کے لئے سازگار ماحول پیدا کیا گیا لیکن ملک میں ایک ایسی جدوجہد بھی روبہ عمل لائی گئی جسے صنعت کا درجہ تو نہیں دیا جاسکتا لیکن قومی سرمایہ کو بڑھانے میں اس جدوجہد نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور روزگار کے نئے ذرائع فراہم کردیئے۔

پالتو جانوروں کی نگہداشت اور ان کی نسل بڑھانے کے علاوہ انکی پرورش کے لئے ساری دنیا میں اصول مدون کئے گئے اور ان پر عمل آوری بھی شروع ہوئی۔ ہندوستان میں بھی پالتو جانوروں کی پرورش کے جدید طریقوں کو اپنا کر مختلف کاروبار شروع کئے گئے جن میں ڈائری، پولٹری اور بھیڑ بکریوں کی پرورش پر خصوصی توجہ دی گئی لیکن جس کاروبار نے سب سے زیادہ نفع اور کم سرمایہ پر کاروبار کے آغاز کی روایت رکھی وہ پولٹری کا ہے۔

پولٹری فارمنگ ہندوستان میں کسی صنعت کے طور پر شروع نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کاروبار میں سب سے پہلے حکومت نے توجہ دی بلکہ عوامی سطح سے اس کاروبار کا احیاء ہوا اور پھر رفتہ رفتہ اس کی افادیت نے حکومت کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کاروبار کو حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی۔

مرغی نہ صرف ایک پالتو جانور ہے بلکہ اس کے ذریعہ دو فائدے بھی ہوتے ہیں۔ جب تک یہ تاحیات رہتی ہے انڈوں کے ذریعہ [illegible] فراہم کرتی ہے اس کے علاوہ گوشت کا حصول بھی ممکن ہے۔ مرغی اس وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ یہ کم زرخرچ پر حاصل ہونے والا پرندہ ہے۔ اور اس کی پرورش پر لاگت بھی کم [illegible] ہے۔ گائے، بھینس، بکریاں اور بھیڑ جیسے جانوروں کی پرورش میں مرغی کی پرورش نہ صرف آسان ہے بلکہ کم خرچ بالانشین والا نسخہ ہے۔ [illegible] سب سے اہم فرق یہی ہے کہ اس کی حیثیت ایک پرندے کی ہے اور دوسرے جانور چوپائے [illegible]

میں شمار ہوتے ہیں مرغی کا شمار چونکہ پرندوں میں ہوتا ہے اسی لئے اس کی پرورش پر خرچ بھی کم ہوتا ہے جس کے ساتھ ہی نفع کے بھی روشن امکانات ہیں یہی وجہ ہے کہ پولٹری فارمنگ کے کاروبار کو ترقی مل رہی ہے۔

ہندوستان میں پولٹری فارمنگ مختلف ریاستوں میں مروّج ہے اور ہر سال ملک میں ۸ کروڑ مرغیاں پالی جاتی ہیں۔ مختلف پولٹری فارمنگ سنٹرس میں ان کی یہ تعداد نہ صرف ملک کی ضرورت پوری کر رہی ہے بلکہ اب یہ کاروبار اس قدر وسعت حاصل کر گئے ہیں کہ انڈوں کی سربراہی ملک کے باہر بھی کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کی تمام ریاستوں میں آندھرا پردیش کو یہ افضلیت حاصل ہے کہ ملک کے ۸ کروڑ مرغیوں میں سے ایک کروڑ سے زیادہ پرندوں کی پرورش اسی ریاست میں کی جاتی ہے جس سے ثبوت ملتا ہے کہ آندھرا پردیش کو پولٹری فارمنگ کے کاروبار میں دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں سبقت حاصل ہے۔

آندھرا پردیش میں پولٹری فارمنگ کو ترقی دینے والے افراد کی تعداد ۸ ہزار سے زیادہ ہے۔ ریاست میں ان ۲ ہزار افراد کو پولٹری فارمرس یا کاشتکار کا درجہ دیا گیا ہے جو ریاست کے مختلف علاقوں میں اپنے کاروبار کو وسعت دینے میں منہمک ہیں۔ اس کاروبار کو ترقی دینے کے لیے پولٹری کاشتکاروں نے ریاست میں ایک فیڈریشن قائم کی ہے جو مسائل کو حل کرنے اور حکومت سے مطالبات منوانے کا کام انجام دیتی ہے۔

آندھرا پردیش سے انڈوں کا تبادلہ کرناٹک اور مہاراشٹرا کے مختلف علاقوں میں کیا جاتا ہے۔ ہر سال انڈوں کی پیداوار کا اوسط ۲۵۰ کروڑ ہے ملک کی آبادی کے لحاظ سے ۱۰۸ کروڑ انڈے ہر سال اضافہ پیدا ہو رہے ہیں جنہیں دیگر معاملات میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے چنانچہ پولٹری فارمنگ فیڈریشن نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ باقی ماندہ انڈوں کی تجارت کو بیرونی ممالک روانہ کرنے کا اہتمام کرے جس کی وجہ سے نہ صرف تبادلہ کا حق ادا ہوگا بلکہ حکومت کو بیرونی سرمایہ بھی حاصل ہوگا۔

پولٹری فارمنگ فیڈریشن نے حکومت کے روبرو انڈوں کی درآمد کا بہتر اصول انڈوں کو خلیجی ممالک میں تبادلہ کے طور پر استعمال کرے تو نہ صرف مناسب قیمتوں پر انڈوں کی فروخت ہو سکے گی بلکہ تیل کا حصول بھی ممکن ہو سکے گا۔ فیڈریشن نے حکومت کو ترغیب دلائی ہے کہ وہ انڈوں کے عوض تیل برآمد کرنے پر توجہ دے۔

پولٹری کے کاروبار کو "درآمدات و برآمدات" کے لیے استعمال کرنے کی حد تک فروغ دینے میں آندھرا پردیش کے کاشتکاروں کی کوششوں کو خاص دخل ہے۔ ہندوستان میں پولٹری کی کاشتکاری مہاراشٹرا۔ تامل ناڈو۔ کرناٹک پنجاب اور ہریانہ کے علاوہ دیگر ریاستوں میں عام حیثیت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام ریاستوں میں آندھرا پردیش کو ہر سال ایک کروڑ سے زیادہ مرغیوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے سبقت حاصل ہے۔

ریاست آندھرا پردیش کے "شعبۂ علاج حیوانات" میں ایسے ماہر ڈاکٹرس موجود ہیں کہ ان کے مشوروں نے اس کاروبار کو ترقی دینے میں نمایاں حصہ ادا کیا۔ اگر زر مبادلہ کی صورت نکل آئے اور آندھرا پردیش سے مرغی کا گوشت اور انڈے درآمد کرنے کی سہولت مل جائے تو امکانات روشن ہو جائیں گے کہ ہندوستان کو ساری دنیا میں انڈے فراہم کرنے والے واحد ملک کی حیثیت حاصل ہو جائے۔

آندھرا پردیش میں روز افزوں انڈوں کی پیداوار میں اضافے سے ہندوستان میں نہ صرف اس ریاست کو ناموری مل رہی ہے بلکہ سارے ملک میں اس کے کارنامے مشہور ہوتے جا رہے ہیں۔ ●●

کنبہ اگر چھوٹا ہوگا تو کنبے کے ہر فرد کیلئے زیادہ خرچ کیا جا سکے گا۔ خاندانی منصوبہ بندی دراصل خواتین اور بچوں کی صحت کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح قوم بحیثیت مجموعی زیادہ طاقتور اور فعال بن سکے گی۔

ہمارا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے اور میں پھر اس کا اعادہ کرتی ہوں کہ یہ پروگرام بالکل رضاکارانہ ہوگا۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے کنبوں کو محدود رکھیں۔ اگر اس کیلئے مناسب طریقے سے لوگوں سے رابطہ پیدا کیا جائے تو ان کو راضی کر لینا مشکل نہ ہوگا۔

—— شریمتی اندرا گاندھی

شاہراہ ترقی میں ایک اہم سنگِ میل

ایم اے حمید جونیر لکچرر
گورنمنٹ جونیر کالج ناگر کرنول، ضلع محبوب نگر اے پی

۹ رجولائی ۱۹۶۹ء کو ہمارے ملک کی چودہ[۱۴] اہم کمرشیل بینکوں کو قومیایا گیا تھا۔ علاوہ اُن مقاصد کے جنکا تعلق انتظامی امور سے تھا، بینکوں کو قومیانے کا اہم مقصد یہ تھا کہ کمرشیل بینک ملک کی زرعی و دیہی ترقی میں بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لیں

ہندوستان کی آبادی کا تقریباً اسّی (۸۰) فیصد حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے اور یہاں کے ستر (۷۰) فیصد عوام کا پیشہ زراعت ہے۔ ہماری قومی آمدنی کا پچاس فیصد ٪50 سے زائد حصہ زرعی شعبے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس قدر اہم شعبے کو قرضوں کی سہولتیں بہم پہنچانے کا کام ۱۹۶۹ء تک کچھ کمرشیل بینکوں کے ذمہ اور کچھ امداد باہمی بینکوں کے ذمہ تھا۔ لیکن تحقیقات سے پتہ چلا کہ کمرشیل بینکوں کی امداد زرعی شعبہ میں برائے نام ہی رہی۔ جبکہ امداد باہمی بینکوں کی امداد پچاس فیصد تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ بہرکیف دیہی زرعی شعبے کو خانگی سود خوار ساہوکاروں کے چنگل سے چھڑانے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

بینکوں کو قومیانے کے بعد سے اُن کی کارکردگی میں نمایاں تبدیلی واقع ہونا شروع ہوگئی۔ چھوٹی صنعتوں خاص کر دیہی علاقوں کی گھریلو صنعتوں اور دستہ کاری کی صنعت کے شعبے کو اور زرعی شعبے کو ان قومیائے ہوئے کمرشیل بینکوں سے قرض کی سہولتیں ترجیحی طور پر مہیا ہونی شروع ہوئیں۔ اس مقصد کے لئے دیہی علاقوں میں بینکوں کی کئی ایک شاخیں کھولی جانے لگیں، جس کے نتیجہ میں دیہی علاقوں میں کام کرنے والی بینکوں کی شاخوں کی تعداد ۱۹۶۹ء کے مقابلہ میں آج آٹھ گنی سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت دیہی و زرعی اور کمزور طبقات کی پسماندگی دور کرنے اور انکی ترقی میں کس قدر خواہاں و کوشاں ہے۔

۱۹۷۲ء کے بینکنگ کمیشن BANKING COMMISSION (1972) نے اپنی رپورٹ میں دیہی بینکوں کے قیام کی سفارش کی تھی۔ جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ دیہی کاشتکاروں کو خانگی ساہوکاروں اور سود خوار قرض داروں سے نجات دلائی جائے۔ ۱۹۷۵ء میں مرکزی حکومت نے دیہی بینکوں کے قیام کے احکام جاری کئے جسے بعد میں ۱۹۷۶ء میں قانونی شکل دی گئی جس کے بعد مختلف دیہی بینکوں کے قیام کی کارروائی شروع کی۔

ان دیہی بینکوں کو مرکزی حکومت کی جانب سے پچاس فیصد (50٪) سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔ مابقی پچاس فیصد میں ریاستی حکومت پندرہ فیصد (15٪) اور ضامن دنگران کار بینک پینتیس فیصد (35٪) سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ دیہی بینکوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ انکا حلقہ کارکردگی ایک یا دو اضلاع سے زیادہ نہیں ہوتا۔

ہماری ریاست آندھرا پردیش میں پہلی دفعہ ۳۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو پسماندہ اضلاع نلگنڈہ اور کھمم کے دیہی عوام اور کاشتکاروں کی غربت کے خاتمہ کی غرض کے تحت اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے زیر نگرانی مستقر ضلع کھمم میں "ناگار جنا گرامینا بینک" کا افتتاح عمل میں آیا۔

ناگارجنا گرامینا بینک کے قیام کا مقصد نہایت ہی شاندار طریقہ پر کامیاب رہا۔ قیام کے اندرون تین سال کی قلیل مدت میں ہی اسکی شاخوں کی تعداد سو (۱۰۰) سے زائد ہوگئی۔ اب تک قریب از دوہزار (۲,۰۰۰) دیہاتوں کے کوئی ڈیڑھ لاکھ عوام اس بینک کے قرضوں سے استفادہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس لحاظ سے اب تک کوئی پچیس کروڑ روپوں کے قرضوں سے استفادہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس لحاظ سے اب تک کوئی پچیس کروڑ روپوں کے قرضوں کو جاری کیا گیا ہے۔ جن میں سے انہیں ۱۹ تا ۲۰ کروڑ روپے صرف زرعی مقاصد کے تحت دئیے گئے ہیں۔ ناگارجنا گرامینا بینک نے اب تک ایک لاکھ اسی ہزار ڈپازٹ داروں سے تقریباً پانچ کروڑ روپوں کی بچت کرانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان ڈپازٹوں پر دوسری بینکوں کی بہ نسبت ½۲٪ زائد سود دیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی جانب سے ڈپازٹ ہولڈروں کو گیارنٹی بھی دی گئی ہے علاوہ ازیں پچھڑے ہوئے طبقات کے عوام کی ترقی کی غرض کے تحت گریجن علاقوں میں اب تک زائد از بیس شاخیں کھولی جا چکی ہیں۔

ناگارجنا گرامینا بینک کا امدادی و ترقیاتی پروگرام نہایت دلچسپ اور عدیم المثال ہے۔ چھوٹے اور غریب کسانوں کو نئی باولیاں کھدوانے اور کرنٹ موٹر یا آئیل انجن کی تنصیب کے لئے ضمانت پر دس ہزار روپے منظور کئے جاتے ہیں۔ جبکہ پرانی باولیوں کی مرمت وغیرہ کیلئے پانچسو تا پندرہ سو روپے منظور کئے جاتے ہیں اسکے علاوہ مویشیوں کی خریدی، زرعی آلات، تخم اور کیمیائی کھاد وغیرہ کی خریدی کے لئے بھی قرضوں کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس سے ہٹ کر دیہی غیر زرعی شعبہ کو قرضوں کی فراہمی میں بھی گرامینا بینک پیش پیش ہے۔ پولٹری فارم یا ڈیری فارم کھولنے کے لئے دس تا پچیس ہزار روپوں کے قرضے منظور کئے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ گھریلو اور چھوٹی صنعتوں اور دستکاری کے شعبے میں دلچسپی رکھنے والے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان مرد و خواتین کی بھی بھرپور ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر گھریلو سلائی مشین، چپل سازی کی صنعت، ہوٹل، پان شاپ، سائیکل ریپیرنگ، آئیل انجن میکانک، کرنٹ موٹر میکانک، پاپڑ سازی، بسکٹ سازی اور اسی طرح کی بے شمار چھوٹی صنعتوں اور پیشوں کے لئے پانچ سو تا پندرہ ہزار روپوں کے قرضے منظور کئے جاتے ہیں اور سب سے بڑھکر خاص بات یہ ہے کہ ناگارجنا گرامینا بینک اور اسکے قرضوں سے استفادہ حاصل کرنے والوں کے ساتھ ریاستی حکومت کا بھرپور اور فراخدلانہ تعاون ہے یعنی گرامینا بینک سے جاری کئے جانے والے زرعی و صنعتی قرضوں پر ریاستی حکومت کی جانب سے ۳۵٪ معافی (SUBSIDY) دی جاتی ہے۔ اگر واقعی ان قرضوں اور سہولتوں کو بجا طور پر استعمال کیا گیا تو کچھ عجب نہیں کہ دیہی بے روزگاری اور غربت و افلاس کا چند ہی دنوں میں ڈرامائی انداز میں خاتمہ و قلع قمع ہو جائے۔

ناگارجنا گرامینا بینک کی جانب سے قرضوں کی تقسیم کے سلسلہ میں یہاں اس امر کا تذکرہ قطعی بے جا نہ ہوگا کہ گرام پنچایت سطح پر متعلقہ بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر کی سرکردگی میں برانچ مینجر گرامینا بینک اور دیگر صنعتی و زرعی عہدہ داروں پر مشتمل کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں۔ قبل ازیں آں مجوزہ کیمپ اور اسکی تاریخ کی باقاعدہ تشہیر ہوتی ہے۔ یہ کام متعلقہ بی۔ڈی۔او۔ کے ذمہ ہوتا ہے۔ ان کیمپوں میں قرض خواہوں کو برسر موقع قرضے جاری کئے جاتے ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ کاشتکار اور دیہی عوام بینک کی سیڑھیاں چڑھنے کے تصور سے گھبراتے تھے اور بینک سے قرض حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک زمانہ یہ ہے کہ گھر بیٹھے معمولی سی خانہ پری پر قرضے برسر موقع دئیے جارہے ہیں ایسی مثال آندھرا پردیش کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ ناگارجنا گرامینا بینک کے قیام کے تھوڑے ہی عرصہ بعد علاقہ رائلسیما میں سنڈیکیٹ بینک کے زیر نگرانی "رائلسیما گرامینا بینک" اور علاقہ آندھرا میں سریکاکلم ضلع میں اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی نگرانی میں "شری وشاکھا گرامینا بینک" کا بھی قیام عمل میں لایا گیا ●●

یہ حُسنِ عمرِ دو روزہ تغیرات سے ہے
ثباتِ رنگ اِسی رنگِ بے ثبات سے ہے

مجھے بھی نسبتِ دیرینہ کائنات سے ہے
مگر یہ ذوقِ تماشہ تو میری ذات سے ہے

یہ دردِ ذات بہت کچھ سہی مگر پھر بھی
تمام دردِ بشر دردِ کائنات سے ہے

پُر دے لئے مرے آنسو سحر کی کرنوں سے
مگر وہ درد جو پہلو میں پچھلی رات سے ہے

یہ کائناتِ محبت چلا رہا ہے کون؟
نہ تری جیت سے قائم نہ میری مات سے ہے

ہر اک سراب سے چمکا ہے ظرفِ سیرابی
ہر ایک سلسلۂ تشنگی فرات سے ہے

تعلقات کی گہرائیوں کا اندازہ
خدا گواہ کہ ترکِ تعلقات سے ہے

ہنوز سنگ میں رقصاں ہے جُوئے شیر اے شاذ
ہنوز امید کسی تیشہ زن کے ہات سے ہے

شاذ تمکنت
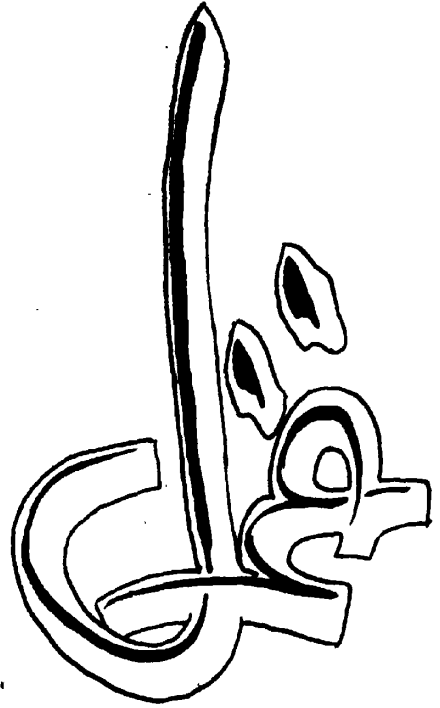
A/173,
معظم پورہ،
حبیب نگر
حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ اے پی

(افسانہ)

ایک ہمدرد

نوآدم
9-11-110/1 قلعہ گولکنڈہ
حیدرآباد - اے پی

رات کافی گزر چکی ہے اور گزرتی ہی چلی جارہی ہے
پریا اسی طرح گم سم سی گھٹنوں پر اپنی ٹھوڑی رکھے بیٹھی ہے پرکاش چندر بھی جاگ رہا ہے
نیند دونوں کی آنکھوں سے کوسوں دور ہے
ابھی دو تین گھنٹے پہلے ہی کی بات ہے دو لوگ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک دروازہ پر دستک ہوئی۔
پریا سوالیہ نظروں سے اپنے شوہر پرکاش چندر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو اس وقت کون ہوسکتا ہے۔؟
اور پھر پرکاش چندر نے اٹھکر دروازہ کھول دیا سامنے ایک بھکارن سخت سردی کی وجہ سے سکڑ رہی تھی اس کے جسم پر
پھٹا پرانا چیتھڑا تھا۔
بھکارن اندر آنا چاہتی تھی تاکہ سخت سردی سے بچ سکے۔ لیکن پرکاش چندر نے اُسکے منہ پر دروازہ بند کردیا اور
سونے کی کوشش کرنے لگے۔ بستر پر کروٹیں بدلتے بدلتے نہ جانے کب وہ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔
صبح کا سورج نمودار ہوا تو لوگوں نے دیکھا پرکاش چندر کے مکان کے دروازہ کے پاس ایک بھکارن مری پڑی ہے۔ بھکارن کی موت پر
سب ہی لوگ افسوس کر رہے تھے جسمیں پرکاش چندر بھی شامل تھے۔
سب محلے والوں نے ملکر اُس کے کریا کرم کے لئے چندہ مانگنا شروع کیا تو
پرکاش چندر نے بھی جھٹ سے دو روپے کا نوٹ دیتے ہوئے کہنے لگے
"کاش کہ مجھے معلوم پڑتا کہ میرے دروازہ پر ایک بھکارن سردی سے سکڑ رہی ہے تو میں اُسے اندر بلوالیتا' اُسے موت
سے تو بچا سکتا تھا
مجھے کیا پتہ کہ وہ میرے دروازہ پر ٹھیری تھی"
"بھگوان کی مرضی پرکاش بابو'
اس میں ہم کیا کرسکتے ہیں اُسے مرنا تھا سو وہ مرگئی ---!

OO

شادی سے قبل میں نے کیا کیا سہانے خواب دیکھے تھے۔ کیا خوابوں کی تعبیر ایسی ہی بھیانک ہوتی ہے۔ آہ! میں چھ سال میں ہی بیوہ ہوگئی۔ میری کلائی جو ہمیشہ کانچ کی چوڑیوں سے سجی رہتی تھی سونی پڑگئی۔ وہ اپنے پیچھے چار بچوں کو چھوڑ گئے ہیں۔ کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں کہ ان کے بعد ہمارا گذر بسر ہوسکے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں میٹرک کامیاب ہوں۔ بڑی ہی کوششوں سے ایک خانگی اسکول میں ٹیچر کی جگہ مل گئی۔ کچھ ٹیوشن بھی لیا کرتی ہوں۔ کسی طرح گذارا ہو ہی جاتا ہے۔ اتنی قلیل آمدنی اس پر گرانی کا یہ عالم توبہ! مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ اس سرما کے موسم میں اپنے بچوں کے اوڑھنے کے لئے سستی ہی سہی بلانکٹ خرید سکوں۔ تیسرے سے چوتھا کپڑوں کا جوڑا نہیں۔ صبح دس سے شام چار بجے تک اسکول میں رہنے کی وجہ سے میں اپنے بچوں کی تربیت بھی ٹھیک سے نہیں کر پا رہی ہوں۔ پڑوس والے بچوں کی شان و شوکت کو دیکھتی ہوں تو اپنے بچوں کے لئے ایک آہ نکل جاتی ہے۔ اپنے بچوں کے حال پر سوائے افسوس کے کر بھی کیا سکتی ہوں، یہ کیسی مجبوری ہے خدایا! کیا ہماری زندگی یوں ہی آنسو بہاتے گذر جائے گی۔؟

نسیمہ اپنی اداس زندگی پر آنسو بہاتی باورچی خانہ کی دیوار سے سر لٹکائے بیٹھی تھی اور سامنے چولھے پر ہانڈی چڑھی ہوئی تھی جس میں دال اسکی زندگی کی مانند گل رہی تھی۔ وہ پکوان سے بے خبر سوچوں کے سمندر میں غرق تھی۔ لکڑیاں تمام جل چکی تھیں اور اب آگ اسکی ساڑی کے آنچل کو چھو رہی تھی۔ جو کہ لکڑیوں پر اس کے کندھے سے سرک کر گر گیا تھا۔ جب اس کے ہاتھوں کو کچھ گرمی سی محسوس ہوئی تو وہ اپنے سر کو دیوار سے بیزارگی سے ہٹائی۔ دفعتاً ایک ہولناک چیخ اسکے منہ سے نکل گئی۔ مگر پھر وہ خود ہی ہنس پڑی۔ اس کے ہونٹ تبسم کی کلیاں بکھیر رہے تھے۔ وہ بے انتہا خوش ہو رہی تھی۔ جیسے وہ منجدھار سے نکل کر ساحل پر پہونچ گئی ہو۔ اس اچانک حادثہ نے اسکی سوچوں کے دھارے کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ جلتے ہوئے آنچل کو وہ بغور دیکھ رہی تھی۔ اس نے چاہا کہ یوں ہی یہ آگ بڑھتے بڑھتے اس کو جھلس کر رکھ دے تاکہ اسے ابدی سکون مل سکے۔ تمام مشکلات کا حل اسی میں تھا کہ وہ یونہی جل جائے لیکن دفعتاً گلی سے اس کے چاروں بچے بھاگتے ہوئے آگئے۔ ان تمام بچوں کے ہاتھ مٹی سے بھرے تھے۔ ان کے شگفتہ چہرے یکایک اپنی ماں کو اسطرح

شکل

(افسانہ)

سیدہ نصرت جہاں منیر
۲۵۸ ' بی کلاس نیو ملے پلی حیدرآباد

جلتے دیکھکر سہم گئے۔ بچے ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑتے ہوئے اپنی ماں سے بے تحاشہ لپٹ گئے۔

ابھی ابھی تک تو وہ چاہ رہی تھی کہ اسی طرح مر جائے لیکن بچوں کا خیال تیر کی طرح اس کے دماغ پر چلا۔ اس کو ایسا لگا۔ جیسے بچے ہاتھوں میں کشکول لئے اس سے درخواست کر رہے ہوں۔ "ماں"! ابھی ہم کھلتی کلیاں ہیں، ہمیں چھوڑ کر یوں نہ جاؤ ورنہ یہ بے درد زمانہ ہمیں روند دے گا اپنے آپ کو بچاؤ ماں! اپنے آپ پر نہیں تو کم از کم ہم معصوموں پر ہی رحم کھاؤ۔ اس کشکول میں چند سکے اپنی جان کے صدقے کے ڈال دو۔ ڈال بھی دو ماں!"

اپنے جھلسے ہوئے ہاتھوں سے وہ دیوانگی کے عالم میں، اپنے بچوں کو پرے ڈھکیلتے ہوئے پاس پڑے ہوئے ٹاٹ کو اپنے اطراف لپٹ لیا۔ یہ وہی ٹاٹ تھا جس پر سب بچے بیٹھے کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس ٹاٹ کو لپیٹے وہ زمین پر لوٹنے لگی اس امید پر کہ آج کے معصوم بچے کل اسکو سہارا دینگے۔ آج ان بچوں کی اس کی سخت ضرورت ہے۔ آج نہیں تو کل اس کی قسمت کا بھی سورج طلوع ہوگا۔ ایک دن تو اس کے چمن میں بھی بہار آئے گی۔ نشاط کی کلیوں سے وہ اپنے دامن کو بھر سکے گی۔ اس کے دل کا کشکول اپنی امیدوں کی کلیوں سے بھر گیا۔

●●

قومی یکجہتی

آندھرا پردیش، امن و آشتی کا ہے نگر
اس پہ کوئی آنچ ہم آنے نہ دینگے جیتے جی
اس کے ہر خطے پہ ہم پہونچینگے کرنوں کی طرح
آفتابِ امن، گہنانے نہ پائے گا کبھی

باہمی نفرت، سکھاتا ہی نہیں مذہب کوئی
پارسی، عیسائی، سکھ، ہندو، مسلماں ایک ہیں
کس طرح مخلوق کی نظروں میں جائز ہو دوئی
جب کہ خالق کی نظر میں سارے انساں ایک ہیں

خواہ ہندو ہو کہ مسلم، دونوں بھارت کے سپوت
گرچہ ہیں کردار دو۔ لیکن کہانی ایک ہے
مذہبی تفریق، قدرت کے وسائل میں نہیں
چاہے گنگا ہو کہ جہلم، سب کا پانی ایک ہے

جہل و نادانی میں جو کچھ بھی ہوا، وہ ہو گیا
اب یہی بہتر ہے آپس میں قریب آ جائیں ہم
اتحادِ باہمی کا بن کے اک روشن چراغ
آنے والوں کو دنیا کا راستہ دکھلائیں ہم

دل میں گر اترے تو پھر سارا بدن سڑ جائیگا
راز یہ فرقہ پرستی وہ بھیانک زہر ہے
اے نئی نسلو، جہاں تک ہو سکے اس سے بچو
آپسی نفرت، حقیقت میں خدا کا قہر ہے

راز عابدی
- خلوت مبارک - بیگی خانہ
مکان نمبر ۲۰-۴-۵۵۱/۴/۷
حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

رئیس اختر

تری تصویر آویزاں ہوئی آئینۂ دل میں
رہے گی روشنی ہی روشنی آئینۂ دل میں

کسی نے غالباً زخمی کیا چہرہ وفاؤں کا
اداسی یہ کہاں سے آگئی آئینۂ دل میں

ہوئی ہے جذب شاید مسکراہٹ تیرے ہونٹوں کی
نظر آنے لگی ہے زندگی آئینۂ دل میں

کئی رنگوں میں بٹتی ہے جلا آئینۂ دل کی
جب اپنے آپ کو دیکھے کوئی آئینۂ دل میں

چھپا کر رکھ لیا ہے جب سے تیرے عکسِ قامت کو
سمٹ آئی ہے کتنی دلکشی آئینۂ دل میں

مرے ماضی کو شاید پھر کوئی آواز دیتا ہے
نظر آتی ہے زخموں کی ہنسی آئینۂ دل میں

گماں ہوتا ہے شاید آپ ادھر آکر گئے ہونگے
کوئی بجلی سی چمکی تھی ابھی آئینۂ دل میں

غمِ دل بھی رہے اور کچھ غمِ دوراں کی تلخی بھی
[illegible] کبھی آئینۂ دل میں

حسنیٰ سرور

۵۹ "خواب زار" مین آر محلہ ۔ میسور

آنکھ میں لَو بھی نہیں ہونٹوں پہ نغمہ بھی نہیں
کوئی امید نہیں کوئی تمنا بھی نہیں

وہ جو اپنا بھی نہیں اور پرایا بھی نہیں
کون سا نام دوں اس سے کوئی رشتہ بھی نہیں

آتی جاتی ہوئی سانسوں میں مہکتا ہے سدا
جانے وہ کون ہے جگ نے اسے دیکھا بھی نہیں

راستے گونگے ہیں منزل کا نشاں کون کہے
کوئی مشعل بھی نہیں صبح کا تارا بھی نہیں

درد کے ساز پہ کیا زیست کا نغمہ چھیڑوں
ہونٹ ہلتے تو ہیں اور گیت ابھرتا بھی نہیں

کسی پیپل کے تلے پھوس کی اک کٹیا میں
روز جلتا ہے دیا آس کا بجھتا بھی نہیں

زرد پتوں کی طرح لوگ بکھر جاتے ہیں
سوکھے پتوں کے مقدر میں سمٹنا بھی نہیں

دل کے آنگن میں صبا چلنے لگی یادوں کی
شاخ امید پہ لیکن کوئی غنچہ بھی نہیں

جسم گھائل ہو تو حسنیٰ نظر آجاتا ہے
روح کا زخم کچھ ایسا ہے کہ دکھتا بھی نہیں

دریچے کھول دیں سارے تو پھر مزہ آئے
گلوں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوا آئے

ہمیں جو اپنے خنک سائے میں بلاتا تھا
ہم اپنی راہ کا وہ پیڑ بھی گرا آئے

اسی مقام پہ خوابوں کا ساتھ چھوٹے گا
لبوں پہ تجھ کو بھلانے کی جب دعا آئے

بدن کو موسمِ رفتہ کی خوشبوئیں چھیڑیں
چہکتی بولتی چڑیوں کی جب صدا آئے

اسے ڈرائے گی تنہائی اب بہت فکری
سکوتِ دشت کو وہ حادثہ سنا آئے

پرکاش فکری

پراسس ٹولی دیوادا
رانچی ۸۳۴۰۰۲

برق کا کوندا تو لپکا تھا نشیمن کی طرف
ہم نے دیکھا ہے مگر گھبرا کے گلشن کی طرف

تیغ ہو یا خنجرِ عریاں ہو یا نوکِ سناں
سب کے سجدوں کا ہے قبلہ میری گردن کی طرف

منزلِ حدِ جنوں سے بڑھ گئی وحشت مری
اب گریباں سے سفر اسکا ہے دامن کی طرف

ایک دنیا اس جگہ خوابیدہ و خاموش ہے
دیکھنے والے ذرا تو دیکھ مدفن کی طرف

خون کے دھبوں کو شاید مل گئی ہو گی زباں
ورنہ قاتل دیکھتا کیوں اپنے دامن کی طرف

خضرِ منزل کون ہے ہم کیا کہیں کس سے کہیں
قافلے کا قافلہ ہے اب تو رہزن کی طرف

جب سے روشن ہیں سرِ مژگاں ترے غم کے چراغ
رقص کرتے ہیں اجالے دل کے آنگن کی طرف

دوستوں کی آستیں الہام الٹ جانے کے بعد
ہم نے مخلص کی طرح دیکھا ہے دشمن کی طرف

الہام واحدی ایم اے (عثمانیہ)

پڑا ہوں شوقِ پابوسی میں خاکِ رہگزر ہو کر
یقیں یہ ہے کسی دن تو وہ گذرینگے ادھر ہو کر

میری گمراہیوں میں رہنمائی کار فرما تھی
فریبِ جستجو دیتے رہے وہ ہم سفر ہو کر

میرا دردِ محبت آج اس منزل پہ جا پہنچا
جہاں اُن کی تسلی رہ گئی ہے بے اثر ہو کر

وہ سنتے بھی تو ہم کچھ کہہ نہ پاتے حالِ دل اپنا
سرِ مژگاں نظر آتا نہ مختصر ہو کر

نہ الجھا میں کبھی دیر و حرم کی اصطلاحوں میں
مقاماتِ محبت ہی ملے گذرا جدھر ہو کر

سراج اک راز ہے انکی تجلی کا نظر کیا ہے
پسِ پردہ رہا کرتے ہیں جو پیشِ نظر ہو کر

سراج حیدرآبادی ۴-۳-۲۳ سلطان شاہی، حیدرآباد

خونِ دل سے دامن پر پھول ہم بنا لیں گے
زندگی کے صحرا میں گلستاں کھلا لیں گے

تجھ سے دور رہ کر بھی تیرے ساتھ گزرے گی
ہم ترے خیالوں کی انجمن سجا لیں گے

جام و مئے سے اے ساقی کچھ غرض نہیں ہم کو
ہم تو اشک پی پی کر تشنگی بجھا لیں گے

شمعِ دل جلا کر ہی آؤ روشنی کر لیں
تیرگی مقدر کی اس طرح مٹا لیں گے

اشک جس گھڑی نادر جھلملائیں پلکوں پر
قہقہوں کے پردے میں رازِ غم چھپا لیں گے

محمد منظور احمد نادر
بی۔اے (عثمانیہ)
پوسٹ، بھینسہ ضلع عادل آباد

فریب کھا کے بھی تجھ سے لگاؤ ایسا تھا
نباہتا ہی رہا رکھ رکھاؤ ایسا تھا

میں سن رہا تھا ترے دل کی دھڑکنیں خط میں
ترا خلوص تھا ایسا لگاؤ ایسا تھا

کسی نے حال جو پوچھا ٹپک پڑے آنسو
کچھ ایسا درد تھا سینے میں گھاؤ ایسا تھا

کھنچا کھنچا سا ہو ہر تار ساز کا جیسے
کھنک تھی ایسی بدن میں کساؤ ایسا تھا

لپک رہے تھے اُن آنچل سے آگ کے شعلے
میں ہاتھ تاپ رہا تھا الاؤ ایسا تھا

جھپک گئی تھیں ستاروں کی آنکھ بھی اُٹھ کر
ترا اُبھار تھا ایسا لبھاؤ ایسا تھا

لجا کے بام پہ وہ اِک حسیں تبسّم ناز
ترے سلام سے پہلے دکھاؤ ایسا تھا

اَجل تھی سر پہ کھڑی پھر بھی گیت گاتا رہا
اے زندگی مرا تجھ سے لگاؤ ایسا تھا

کھڑے ہوئے تھے جو سُن کر اکھڑ گئے جڑ سے
کل اس زمیں پہ ہوا کا بہاؤ ایسا تھا

گُلوں کی طرح لٹا کر چلے گئے خوشبو
ہمارا باغِ جہاں میں پڑاؤ ایسا تھا

تراش دے کسی ہیرے کو جس طرح کوئی
تراشِ جسم تھی ایسی کٹاؤ ایسا تھا

ہم اس جہان سے کس درجہ سرسری گذرے
ٹھہر سکے نہ کہیں چل چلاؤ ایسا تھا

خیال خاطرِ احباب تھا وگرنہ شہاب
کبھی نہ جاتے وہاں ہم تناؤ ایسا تھا

شہاب اشرف ۶-بی - اماہیہ کوارٹرس، ریوا، مدھیہ پردیش

اِس بیوفا کے عشق کا دعویٰ کروں تو کیوں
بے سود اپنے ذوق کا چرچا کروں تو کیوں

میں نقشِ پائے غیر پہ سجدا کروں تو کیوں
اتنا تو بے خبر نہیں ایسا کروں تو کیوں

اُن سے قریب ہونے کا دعویٰ کروں تو کیوں
ایسا خیال ایسا ارادہ کروں تو کیوں

تہذیبِ حسن و عشق سے بیگانہ میں نہیں
بے سود اپنے عشق کا چرچا کروں تو کیوں

دیوانگی میں بھی مجھے اتنا شعور ہے
جو مل سکے نہ اُسکی تمنّا کروں تو کیوں

افشائے رازِ عشق کا کھٹکا ہے ہر گھڑی
مُڑ مُڑ کے اُنکے چہرے کو دیکھا کروں تو کیوں

پُرسانِ حال اپنا پرایا کوئی نہیں
پھر اپنے درد و غم کا تماشا کروں تو کیوں

آزاد لب کشائی کا جب حکم ہی نہیں
آزادیٔ خیال کو رسوا کروں تو کیوں

آزاد گورداسپوری پلانٹ انجنیئر، تھمس اَپ باٹلنگ پلانٹ، پوسٹ بکس نمبر (۲) جمشید پور I

انتساب

مظفر ایرج

وہ ایک لمحہ
کہ لم یزل نے ازل کی خوشنما بخت ساعتوں کا خمیر لیکر
ہمارے اور پھر تمہارے
خون کی رطوبتوں میں بھگو کے
اک منحنی سے پیکر میں ڈھال کر
دھیرے دھیرے ہی
آزمائشوں کے مرحلوں سے گذار کر
جس کو دم کیا تھا
وہ ایک لمحہ
کہ جس کی تخلیق
سمندروں کی ردائتوں سے
ہواؤں کی سنسناہٹوں کی حکایتوں سے
خلیق مٹی کی سوندھی سوندھی امانتوں سے
جھلستے سورج کی برگزیدہ تمازتوں سے
عمل میں آئی ——— کہ سب حقائق
اسیر کر کے وہ ایک لمحہ
زماں کی یک رنگ سرحدوں کو پھلانگ کر ہی
مکاں کی پیچیدہ وسعتوں پر رقم ہوا تھا
وہ ایک لمحہ
امیں ہے سچی عبادتوں کا
ہمارے ماتھے پہ جو لکھی ہیں
حلیف ہے ساری عظمتوں کا، صداقتوں کا
ہمارے خوں میں جو رچ گئی ہیں
حریف ہے ان کدورتوں کا، عداوتوں کا، صعوبتوں کا
ہماری بنجر زمیں کے سینے سے جو اُگی ہیں
عظیم مرکز ہے ناشنیدہ عنائتوں کا، محبتوں کا، رفاقتوں کا، مروتوں کا
ہماری روحوں میں جو بسی ہیں
ہم
اپنے خالق کی کونسی نعمتوں سے انکار کرسکیں گے
کہ
سجدہ گاہِ یقیں سے پھوٹی ہوئی کرن میں اسیر ہیں ہم
بلندیوں کے سفیر ہیں ہم
گذشتہ صدیوں کے معجزوں کی نظیر ہیں ہم
عظیم دانش کو ہم نے حرف و نوا کی رنگیں ادا عطا کی
ضرورتوں کی قبا عطا کی
وہ ایک لمحہ
کہ آرزو میں ازل سے جس کی
وجود کی کہنہ زندگی کی جھلستی دہلیز پہ ہم نے تم نے
مباشرت کے تمام آسن ہی آزمائے
وہ ایک لمحہ اگر ہمارے دلوں میں دیوارِ جاں اٹھائے
مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے
کہ ہم محبت کے بیج بوئیں عداوتوں کے شجر اگائیں
جو ایک لمحہ ——— ہم اپنے خالق کے نام منسوب کر چکے ہیں
وہ ایک لمحہ اگر نہ آئے
مگر یہ امکاں کی سرحدوں سے گریز ہوگا
گریز
جو آسماں سے اترے کسی صحیفے کی واجبیں پر رقم نہیں ہے
ہم
اپنے خالق کی کونسی نعمتوں سے انکار کرسکیں گے
●●

تیاگ راجہ گورنمنٹ کالج آف میوزک اینڈ ڈانس

تیاگ راجہ گورنمنٹ کالج رقص و موسیقی حیدرآباد اور کالج کا دسواں میوزک فیسٹیول نیز بھگت رام داس گورنمنٹ کالج رقص و موسیقی سکندرآباد کی ۲۲ فروری سے سلور جوبلی تقاریب ایک ساتھ منائی گئیں۔

رقص و موسیقی کے ایک اسکول کی حیثیت سے یہ کالج ۱۹۵۲ء میں کرایے کے ایک چھوٹے سے رہائشی مکان میں قائم کیا گیا تھا جس میں ۳ ٹیچر اور ۲۶ طلباء تھے۔ اس ادارے میں اس وقت ۳۲ ٹیچر اور ۸۰۰ طلباء ہیں۔ اسی مدت کے دوران میں ۱۹۵۴ میں اس کا نام بدل کر گورنمنٹ اسکول آف میوزک اینڈ ڈانس رکھا گیا ۱۹۵۹ء سے کالج حکومت کی جانب سے خریدی ہوئی ایک وسیع عمارت میں کام کر رہا ہے۔

اس کالج میں رقص و موسیقی کے ۱۱ شعبوں میں ڈپلوما سرٹیفکیٹس کی تعلیم دی جاتی ہے جن کے نام یہ ہیں۔ کرناٹک صوتی موسیقی، کرناٹک وائلن، وینا مردانگم، ہندوستانی صوتی موسیقی، ہندوستانی وائلن، ستار، طبلہ، بھارت ناٹیم، کوچی پوڈی اور کتھک ناچ۔ اس کالج میں ہندوستانی لوک رقص کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہندوستان بھر میں یہ واحد ادارہ جس میں کرناٹک اور ہندوستانی موسیقی کے ۱۱ شعبوں کی سرٹیفکیٹس اور مکمل ڈپلوما نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ موسیقی کے صرف ۵ اسازوں سے اس ادارے کی ابتدا ہوئی اب یہاں مختلف قسم کے ۱۰۰ موسیقی کے آلات موجود ہیں۔ لائبریری میں صرف ۲۰ کتابیں تھیں اس وقت یہاں رقص و موسیقی کے موضوع پر مختلف زبانوں میں ۱۲۰۰ کتابیں ہیں۔ کالج میں ایک بہت بڑا اور خوبصورت اسٹیج سجا ہوا ہے۔

اس ادارے کے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہونے والے چند طلباء یہ ہیں۔ ین۔ جیا لکشمی (کرناٹک صوتی موسیقی) ادشا پلے (ستار) داسومتی ونالے (ہندوستانی صوتی موسیقی) وجیندر آشرت (ہندوستانی صوتی موسیقی) گوپال راج بھٹے (کتھک ناچ) اور گوپال راؤ (کتھک) یہ تمام اس وقت کالج میں لیکچرر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ان طلبا نے نہ صرف اپنی پیشہ وارانہ خصوصیات بلکہ تعلیم دینے کی مہارت اور اعلیٰ فنکار پیدا کرنے میں نام حاصل کیا۔

ان ۲۸ برسوں میں کالج سے رقص و موسیقی کی تعلیم سے فارغ ہو کر کئی طلباء نکلے جنہوں نے اپنے فن میں سیکھنے سکھانے اور انتظامی میدان میں اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ موسیقی اور رقص کی دنیا میں اس ادارے نے اپنے وجود کا احساس دلایا ہے۔ کئی مخیر اشخاص اور فنونِ لطیفہ سے دلچسپی رکھنے والوں نے ہمہ اقسام کے عطیوں کے ذریعے اس کالج کو ترقی دینے میں مدد کی ہے۔

۲۲ فروری ۱۹۸۱ء کو گورنر آندھرا پردیش مسٹر کے۔ سی۔ ابراہام نے دسویں میوزک اینڈ ڈانس فیسٹیول کا افتتاح کیا۔

مسٹر جی۔ ایم۔ ونالے اس کالج کے پہلے پرنسپل تھے جو ۲۳ برس تک اس عہدے پر فائز رہے اور وہ اپنی "جل ترنگ" موسیقی کے لئے بہت مشہور تھے۔ موجودہ پرنسپل مسٹر نوکلا چنا ستیہ نارائنہ جو اس عہدے پر ۱۹۷۸ء سے فائز ہیں اس سے پہلے گورنمنٹ کالج رقص و موسیقی سکندرآباد پھر بعد میں وجئے واڑہ اسکے بعد دوبارہ سکندرآباد پر پرنسپل رہے۔ موصوف کرناٹک صوتی موسیقی کے ماہر، لائق و مخلص ٹیچر بہترین انتظامی صلاحیت کے حامل ہیں۔

کالج پر موجودہ وزیر مسٹر ٹی ہیگریوا چاری کا بڑا احسان ہے جنہوں نے اپنے خاموش انداز میں دانشمندی سے کئی انتظامی اور فنی مسائل کو حل کیا۔ وزیر موصوف کی مستقل مزاجی کی بدولت اس سال کالج میں پہلے ہی سے موجود ڈپلوما سرٹیفکیٹس کے علاوہ موسیقی میں ڈگری تعلیم کو رائج کیا گیا۔ یہ کالج اب عثمانیہ یونیورسٹی کے تحت ہے۔

●●

تبصرہ نگار: سرتاج احمد جلیلی ایم اے
۳۸۶ نیو آغا پورہ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱

نام کتاب : **برگ زرد**
مصنف : طالب چکوالی
ناشر : منوہر پرکاش۔ جے ۳۲ لاجپت نگر نمبر ۳، نئی دہلی ۲۴-۱۱
اشاعت : اکتوبر ۱۹۸۰ء
قیمت : ۱۵ روپے

حضرت طالب چکوالی کے نام سے نئی اور پرانی دونوں ہی نسلیں واقف ہیں۔ آپ کا نام کئی دہائیوں سے اردو کے ادبی رسائل میں شائع ہوتا چلا آیا ہے پہلے آپ سرزمین پنجاب کی ادبی و شعری محفلوں میں اپنے سحر خیز نغمے الاپتے رہے اور اب دلّی کی شعری و ادبی محفلوں میں آپ کے نغمے گونج رہے ہیں۔ زیر نظر شعری مجموعہ "برگ زرد" طالب چکوالی کی گرانقدر اور بلند پایہ نظموں، غزلوں، قطعات اور چند پنجابی نظموں پر مشتمل ہے جس کا مقدمہ نامور ادیب و شاعر جناب سید علی جواد زیدی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ زیدی صاحب مقدمہ کی شروعات میں فرماتے ہیں " اس کے پہلے ان کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور ارباب نظر کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا چکے ہیں۔ اب یہ تازہ افکار کا حامل مجموعہ آپ کے سامنے ہے۔ اس میں طالب کی شخصیت اور نکھری ہے اور ان کی فکر میں بزرگی کی ٹھہری ہوئی اور سنجیدہ توانائی ابھری ہے۔ وہ بیباک ہو کر سوچتے ہیں اور اسی بے باکی سے اظہار خیال بھی کرتے ہیں۔ روحانیت اور اخلاقیات کی باتیں ہوں یا حسن و عشق کی وہ چبا چبا کر باتیں کرنے کے عادی نہیں ہیں جو سادگی ان کی زندگی میں ہے وہی ان کے اشعار میں بھی نمایاں ہے۔"

"برگ زرد" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طالب جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہیں وطنیت اور اہل وطن سے پیار کا عنصر آپ کی نظموں میں نمایاں ہے غزل ہو یا نظم آپ کا رنگ منفرد ہے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس کے جملہ مراحل کو بحسن و خوبی طے کیا ہے۔ اکثر مقامات پر تو آپ کی باریک بین نظریں وہاں پہونچی ہیں جہاں عام نگاہیں نہ پہونچ سکیں۔ ان کے کلام کا سرسری مطالعہ کرنے سے بھی اس بات کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شعر برائے شعر کہنے کے قائل نہیں انہوں نے بلاشبہ فرسودگی سے اپنے کلام کو پاک کر لیا ہے۔ ان کے کلام میں عصری رجحانات اور عصر جدید کے تقاضوں کی پرچھائیاں بہت ہیں طالب نے خارجی اثرات و کیفیات کو شعری سانچے میں اس خوبی سے ڈھالا ہے کہ اس میں خطیبانہ رنگ ابھرنے نہیں پایا۔ سادگی، سلاست، روانی اور خلوص ان کے کلام کا جوہر ہیں ان کی غزلوں میں غم جاناں کے ساتھ ساتھ غم دوراں کی حسین آمیزش بھی ہے قوتِ فکر کے ساتھ ساتھ قوت پرواز بھی ہے۔ آپ کی غزلوں کے چند اشعار جو مجھے بہت پسند آئے درج ذیل ہیں۔

جانے کیسے لوگ ہیں وہ جو پی کے بہکنے لگتے ہیں
ان کے ظرف کو کیا کہیے گا جن کو ایک ہی جام بہت

فکر کے بدلے ہوئے دھاروں سے طالب پوچھ لو
غازیِ گفتار تھے یا غازیٔ کردار ہم

لاکھوں کی بھیڑ میں بھی ہوں سب سے الگ تھلگ
اس شہر میں غریب کا غم خوار ہے کہاں

دہکے ہوئے گلاب ہیں جلتے ہوئے کنول
جلوے چھلک پڑے ہیں کسی کے ایاغ سے

آؤ دنیائے حقیقت کی ذرا سیر کریں
خواب اور خواب کی تعبیر کہاں تک آخر

آئینۂ حیات مرا علم و فن رہا
بجھ کر بھی یہ چراغ سرِ انجمن رہا

غربت میں بھی اداس نہ ہونے دیا مجھے
دن رات میرے ساتھ خیالِ وطن رہا

ساغرِ نگاہِ ناز کا چھلکا رہے ہو کیوں
آنچلِ بہارِ حسن کا لہرا رہے ہو کیوں
کن مشکلوں سے میں نے بجھائی تھی دل کی آگ
اس کو ہوائے شوق سے بھڑکا رہے ہو کیوں

حُسن کا رعب احساس پہ چھا گیا
میں یہ سمجھا مرے گھر خدا آ گیا

من کے مندر میں جلے جوت ترے جوبن کی
تری خوشبو سے مہکتی مری روداد رہے
اہلِ دنیا میں رہے پھر بھی رہے سب سے الگ
رہ کے زنداں میں بھی ہم قید سے آزاد رہے

غرض طالب کی غزلیں عصرِ حاضر کے مسائل کے لطیف اشاروں سے پُر ہیں ان کا اندازِ بیان جذباتی مگر پرخلوص ہے آپ کی نظمیں ہوں یا غزلیں کمالِ غور و فکر کے بعد کہی گئی ہیں بات میں سے بات پیدا کرنے میں شاعر خاص دستِ گاہ رکھتے ہیں۔ کلام میں سلاست و روانی بدرجہ احسن موجود ہے فلسفیانہ خیالات کو ادا کرنے میں بھی روانی پوری طرح برقرار رہتی ہے۔ یہ مجموعہ آپ کی خوش فکری اور خوش مذاجی پر دال ہے۔ حسن گویائی اور اظہارِ خیال پر کہنہ مشقی کی مہر ہے۔ طالب نے قدیم و جدید کا حسنِ امتزاج اپنے کلام میں پیش کیا ہے "برگِ زرد" آپ کی کہنہ مشقی قادر الکلامی اور پختہ گوئی کی بین دلیل ہے۔

خوبصورت جلد اور حسین گرد پوش کتاب کی خوبیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔ کتابت و طباعت پر مزید توجہ دی جاتی تو مناسب تھا۔ صفحات ۱۶۲ اور قیمت ۱۵ روپے ہے۔ حسب ذیل مقامات سے یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے

- جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ ● اردو بازار، دہلی ۱۱۰۰۰۶
- پرنسس بلڈنگ بمبئی ۴۰۰۰۰۲ ● یونیورسٹی مارکٹ علی گڈھ ۲۰۲۰۰۱
- مینجر نارتھ ایسٹ انڈسٹریز، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۵

"رامائن — جدید دنیا کے لئے"

ترجمہ : ایس۔ نارائن راؤ ایم۔ اے۔ بی ایڈ
لیکچرر اردو گورنمنٹ کالج سدی پیٹ، میدک

قوموں کی معاشی اور سماجی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ذخیرہ علوم اُن کی اپنی زبانوں میں دستیاب ہو۔ اردو والوں کی ذہنی اُپج، فکری بالیدگی اور اُن کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے بھی ضروری ہے کہ اردو زبان میں عصری علوم اور فنون سے متعلق بنیادی اور معیاری کتابیں شائع ہوں۔ چنانچہ عصری ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کا اردو ترجمہ امید ہے کہ علمی اور ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔

فی زمانہ اس مقصد کے لئے کہ اس ملک کے مختلف مذہبوں کے ماننے والوں میں ایک دوسرے کی سچی محبت جاگے، یہ ضروری ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو سمجھیں۔ اسلئے الگ الگ مذہب کے لوگوں میں دوسرے مذہبوں اور ان کی مذہبی کتابوں سے واقفیت پیدا کرنا ہمارے لئے ایک نہایت اہم اور ضروری کام ہے۔ بدقسمتی سے اس نیک کام کی طرف ابھی تک بہت کم لوگوں کا دھیان گیا ہے۔ اردو میں رامائن کے بہت سے ترجمے ہیں مگر اس ترجمہ کی ایک خصوصی اہمیت یہ ہے کہ اس میں تمام کرداروں پر سیر حاصل تبصرہ اور تنقید بھی ایک جگہ پڑھنے

کو مل جاتی ہے بلکہ دوستی اور بھائی چارگی ، خدمت گزاری ، حقارت ، نفرت بغض اور حسد ، رفاقت زندگی ، دھوکہ دہی ، اطاعت گزاری ، وفاداری ، ایمانداری وفاشعاری ، عصمت ، پاکیزگی ، طہارت ، وغیرہ خوبیوں اور خامیوں کی وجہ سے ہماری روزمرہ زندگی میں کس طرح آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور اُن کے نتائج ہمیں صبر و ہمت کے ساتھ بھگتنے پڑتے ہیں اسکو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ساتھ سات ابواب میں رامائن کی اصل کہانی کو بھی مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے تاکہ پڑھتے وقت اصل کہانی کا پس منظر آنکھوں کے سامنے موجود رہے۔

اردو پڑھنے والوں کو خاص کر مذہبی جیوان بین کی خواہش رکھنے والوں اور ان لوگوں کو جو ملک کے رہنے والوں میں ایک دوسرے کی ٹھیک جانکاری ، محبت اور میلاپ کو بڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں انہیں اس کوشش سے بڑی خوشی حاصل ہوگی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی مذہب تعصب دشمنی کی تعلیم نہیں دیتا۔ بہ ایں ہمہ اگر سب انسان وسیع النظری سے ایک دوسرے کے مسلک کو سمجھنے کی کوشش کریں تو اختلافات کے باوجود انسانیت خود نفرت اور بغض و عناد کا سدباب ہو سکتا ہے اور انسان آپس میں میل جول کر رہ سکتے ہیں۔ اختلاف اصول و عقائد کے باوجود باہمی تعاون عمل کا نام ہی تہذیب و تمدن ہے۔ نہ زمانہ کتنے ایسے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں جنہوں نے رامائن کا مطالعہ کیا ہے۔ آج بھی حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر ، دربار اکبری کے ابوالفضل ، داراشکوہ فرزند شاہجہاں ، ابوریحان البیرونی اور دیگر آن مشاہیر کی مثال ہمارے لئے شمع ہدایت ہونی چاہئیے جنہوں نے رامائن ، مہابھارت ، گیتا وغیرہ کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا۔

اردو کے برگزیدہ شاعروں صوفیوں اور بزرگوں نے نہ صرف اسلامی عقائد پر مبنی کتابیں لکھی ہیں بلکہ انہوں نے رامائن ، مہابھارت ، گیتا ، رگ وید ، یوگ وشسٹ اور یوگ شاستر وغیرہ جیسی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اکبر کے دربار سے وابستہ ملّا عبدالقادر بدایونی نے رامائن کا ترجمہ نہایت بہترین انداز میں کیا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ آگرہ اور اکبر اعظم : انتظام اللہ شہابی

اہلِ قلم حضرات کی خدمت میں

آندھرا پردیش کی معاشی ، زرعی صنعتی ، تعلیمی اور سماجی ترقی پر اپنے موضوعاتی مضامین اور نظمیں ماہنامہ "آندھرا پردیش" (اردو) میں اشاعت کے لئے روانہ فرمائیے۔ ہم بخوشی شائع کریں گے۔ اپنی تخلیقات صاف و خوش خط کاغذ کے ایک رُخ پر مناسب حاشیہ چھوڑتے ہوئے تحریر فرمائیں۔ ہمیشہ غیر مطبوعہ تخلیقات ہی روانہ کیجئے اور مضمون کے خاتمہ پر "غیر مطبوعہ" تحریر فرمائیں۔ ناقابلِ اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جاتے "ایڈیٹر"

سن ۱۹۲۱) منشی کالکا پرشاد سورج پرشاد اختر نے بھی رامائن کا ترجمہ بخوبی کیا ہے۔ اردو زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کا ناقابلِ تقسیم ترکہ ہے۔ اردو کی تنظیم و ترتیب میں اگر ہندوؤں کی شرکت نہ ہوتی تو یہ وجود میں ہی نہیں آسکتی تھی بقول شاعر ؎

ہم ہیں ہندو، تم مسلمان دونوں باہم ایک ہیں
جس طرح امداد جمنا اور زمزم ایک ہیں

کتاب کی قیمت بہت کم یعنی صرف ۱۵ روپیے ہے اور یہ راست مترجم موصوف سے منگائی جاسکتی ہے۔

خبریں تصویروں میں

نئی دھلی میں یومِ جمہوریہ کی تقریبات میں آندھرا پردیش نے اپنی جھانکی کے ذریعہ بتکمّا تہوار کا مظاہرہ کیا۔

گورنر آندھرا پردیش جناب کے۔سی۔ ابراہام کل ہند صنعتی نمائش کے اختتام پر انعامات تقسیم کرنے سے قبل نمائش سوسائٹی کے اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں۔ جناب ایم۔ باگا ریڈی صدر نشین سوسائٹی بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔
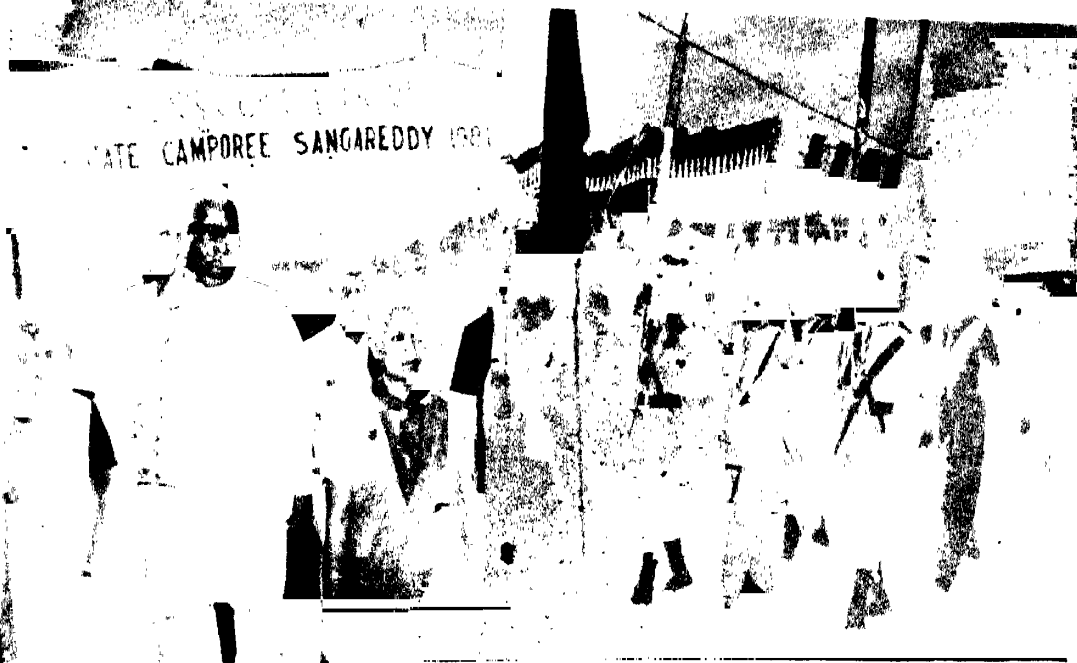
وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا سنگا ریڈی میں منعقدہ اسکاؤٹس کے چودھویں اسٹیٹ کیمپوری میں سلامی لے رہے ہیں۔ تصویر میں شریمتی سمیلتا بلیا اور شریمتی دکا جانکا وتسلم بھی چیف منسٹر کے ساتھ ہیں۔

جناب مکتر شاہ کے صدر نشین لیجلیٹو کونسل منتخب ہونے پر وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا، وزیر ٹرانسپورٹ جناب کے روشیا اور دوسروں نے مبارک باد دی ۔

SILVER JUBILEE CELEBRATIONS
ANNUAL FESTIVEL OF MUSIC AND DA
HYDERABAD & SECUNDRABAD

تھیاگ راجہ گورنمنٹ کالج آف میوزک و ڈانس کی سلور جوبلی کے موقع پر دسویں سالانہ تقریب کا گورنر آندھرا پردیش جناب کے سی ابراہام نے افتتاح کیا۔ جناب ٹی ہیگریوا اچاری وزیر فنی تعلیم اور بھٹم سری رام مورتی وزیر ثقافتی امور بھی تصویر میں دیکھے جا سکتے ہیں

وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی حیدرآباد میں انڈو عرب [illegible] کے زیر اہتمام منعقدہ پندرھویں صدی ہجری تقاریب [illegible] سے خطاب کر رہی ہیں۔ وزیراعلیٰ جناب ٹی انجیا اور عرب سفراء کو بھی دیکھا جا سکتا ہے

وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی دیویئے سدا انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ کلچر رام کرشنا مٹھ میں جلسہ سے خطاب کر رہی ہیں
گورنر آندھرا پردیش جناب کے۔سی۔ابراہام اور وزیراعلیٰ جناب ٹی انجیا اس موقع پر موجود ہیں۔

جناب کے یسی ۔ ابراھام گورنر آندھرا پردیش ریاستی مجلس مقننہ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کررہے ھیں ۔ جس کا آغاز ۲۰ رفروری سے ھوا ہے ۔

جناب جے۔ راجہ رام وزیر برقی و اسپورٹس پہلی علاقائی انٹر یونیورسل کارپوریشن چیمپئن شپ کے موقع پر سلامی لے رہے ہیں
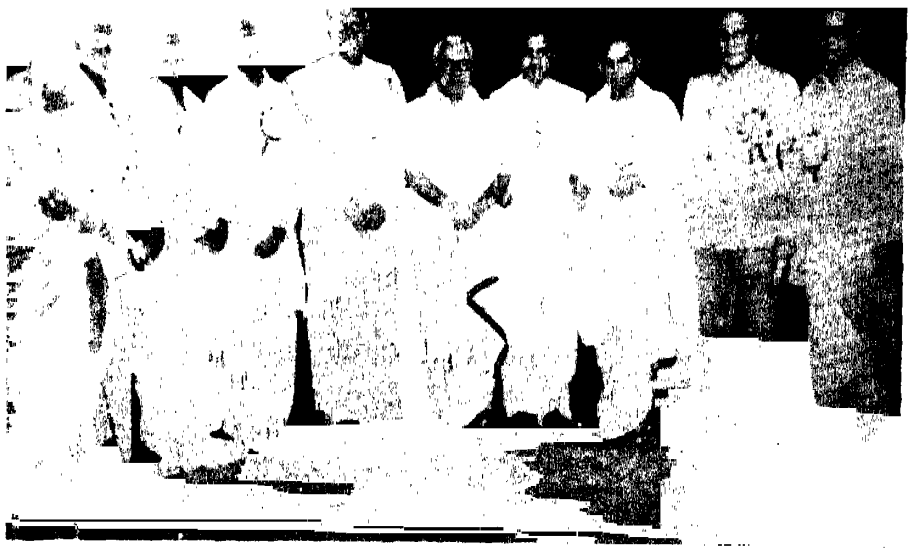
۱۰ فروری کو ریاستی وزرائے برقی کا اجلاس حیدرآباد میں منعقد ہوا۔ جناب کے سی ابراہام گورنر آندھرا پردیش نے افتتاح کیا۔ چیف منسٹر ٹی انجیا، مسٹر اے بی غنی چودھری مرکزی وزیر توانائی، مسٹر وکرم مہاجن مرکزی وزیر اسٹیٹ، جناب اے ویر یا وزیر برقی دیکھے جا سکتے ہیں۔
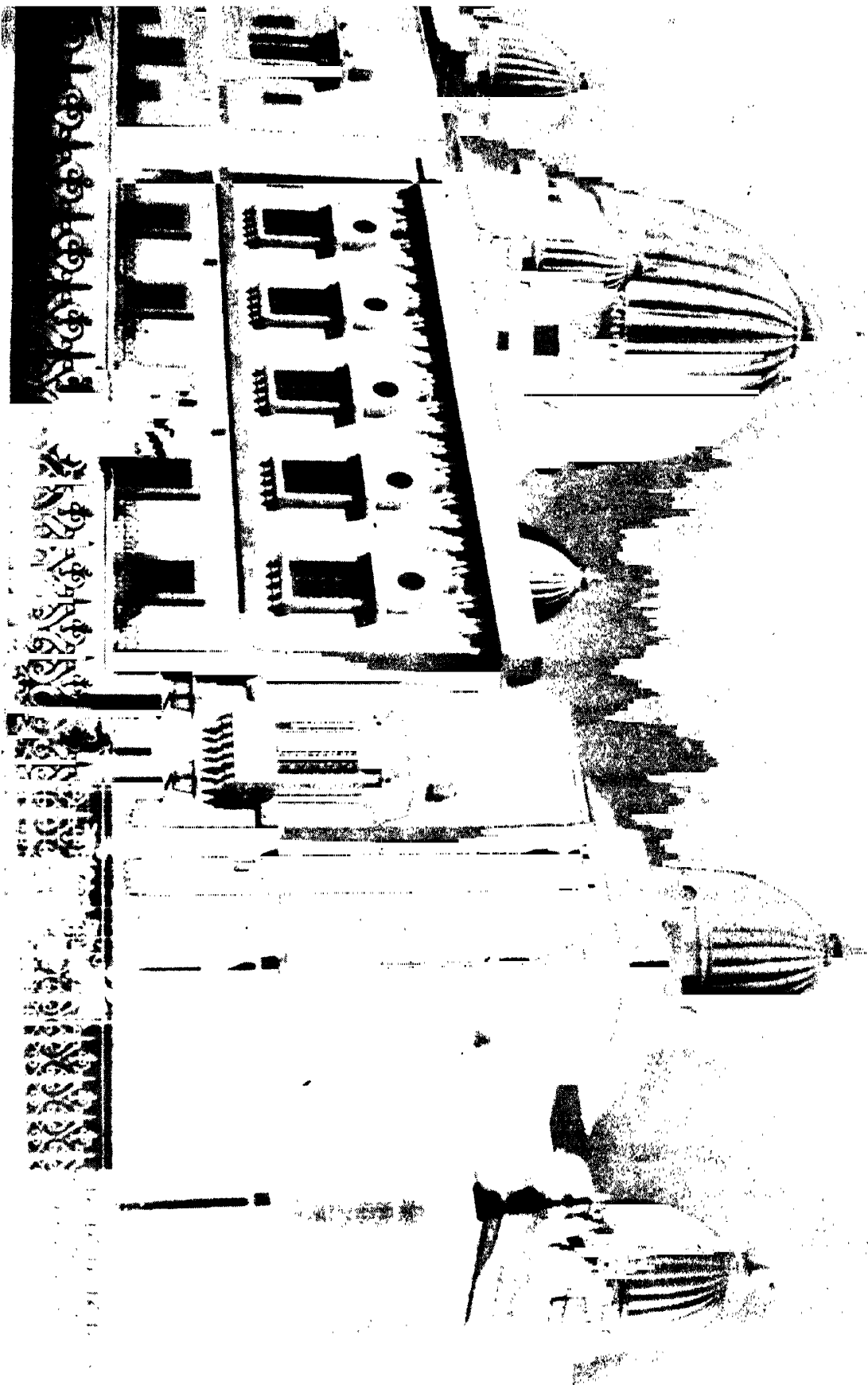
اردو ماہنامہ

آندھرا پردیش

چیف ایڈیٹر

وی۔ وی مانکیالا راؤ

ایڈیٹر

ملک محمد علی خان

مئی۔ جون سنہ ۱۹۸۱ء

(مشترکہ شمارہ)

• اشاعت کا ۲۶ واں سال • شمارہ : ۵

فہرست

• اس شمارہ میں اہلِ قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے • زرِ سالانہ ۶ روپے فی پرچہ ۵۰ پیسے ۔ زرِ سالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے ۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ کے نام روانہ کیجئے • مضامین بھیجنے کا پتہ : ایڈیٹر (اردو) ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ گرہ کلپا مکرم جاہی روڈ ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے۔ پی) • ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا • طباعت : گورنمنٹ سنٹرل پریس ، چنچلگوڑہ حیدرآباد • تزئین و کتابت : الیاس حمید

جواھرلال نہرو ۔ جن کی ۱۷ ویں برسی گذشتہ ماہ منائی گئی۔

جناب جی۔ راجہ رام

ریاستی وزیر فینانس جناب جی راجہ رام جن کا ۱۰ ر مئی ۱۹۸۱ء کو کار کے حادثے میں انتقال ہوگیا۔ وہ صف اول کے سیاستدانوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی عمر ۵۷ برس تھی۔ جناب جی راجہ رام ۲۷ ر اگست ۱۹۲۴ء کو موضع ارگل ضلع نظام آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے کامرس میں گریجویشن کیا۔

اسٹوڈنٹ لیڈر کی حیثیت سے جناب راجہ رام نے سابق ریاست حیدرآباد کی آزادی کے لئے "کالج چھوڑدو تحریک" میں سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۴۸ء میں انہوں نے کانگریس پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ اور ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کی زیر قیادت سوشلسٹ پارٹی میں شریک ہوگئے۔ پھر انہوں نے تلنگانہ پرجا سمیتی کے ذریعہ کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ مسٹر راجہ رام ہند مزدور سبھا کے نائب صدر بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۵۷ء سے وہ مسلسل ریاستی اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے چلے آرہے تھے۔ وہ مسٹر وینگل راؤ اور ڈاکٹر ایم چنا ریڈی کی وزارت میں وزیر رہ چکے ہیں۔ ان کے پسماندگان میں، بیوہ کے علاوہ دو بھائی اور ایک بہن ہیں۔

موصوف نے ریاست میں گیمس اور اسپورٹس کی ترقی کے لئے نمایاں خدمات انجام دی تھیں ان کی موت سے ریاست میں کھیل کی سرگرمیوں کو دھکا لگا ہے۔ ان کی اس میدان میں نمایاں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت آندھرا پردیش نے سکندرآباد میں ایک اسٹیڈیم ان کے نام سے تعمیر کرنے کا اعلان کیا ہے۔

(ادارہ)

شمالی امریکہ شکاگو میں

تلگو کانفرنس

००० چیف منسٹر کا پیام ००٥

شمالی امریکہ شکاگو میں منعقد ہونے والی تلگو کانفرنس کو میں اپنی طرف سے حکومت نیز ریاستی عوام کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شمالی امریکہ میں رہنے والے تلگو عوام کو اس بات کی مبارکباد دی جانی چاہیئے کہ وہ اپنے مادر وطن سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی اپنی زبان اور تہذیب سے محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ملائیشیا کے تلگو عوام نے نہایت ہی کامیابی کے ساتھ دوسری عالمی تلگو کانفرنس منعقد کی۔ مجھے یقین ہے کہ شمالی امریکہ میں منعقد ہونے والی تلگو کانفرنس کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔

گذشتہ چند ماہ کے دوران جب سے میں نے بحیثیت چیف منسٹر جائزہ حاصل کیا آندھرا پردیش میں کئی ترقیاتی پروگراموں کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ آندھرا پردیش کے کسان ریاست کی خوشحالی میں بہت بڑا حصہ ادا کر رہے ہیں۔ اور اناپورنا کی حیثیت سے ریاست کی شہرت کو برقرار رکھنے میں معاون بنے ہوئے ہیں ان کسانوں کو جو ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کے برابر ہیں ہم نے کئی سہولتیں مہیا کی ہیں۔ پانچ ایکر تری یا دس ایکر خشکی کے مالک کسانوں کو محصول مالگذاری کی ادائیگی سے چھوٹ دیدی گئی ہے۔ انکی پیداوار کے لئے واجبی امدادی قیمتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔

خشک سالی اور سیلاب سے متاثر ہونے والے کسانوں کو کئی رعایتیں دی گئی ہیں ریاست کی تاریخ میں ہم نے پہلی دفعہ فصل کی بیمہ اسکیم اور کھیت مزدوروں کے لئے وظیفہ پیرانہ سالی کی اسکیم کو نافذ کیا ہے۔ تجربہ کے طور پر ہم نے روزگار ضمانت کی اسکیم رائج کی ہے۔ اس اسکیم کی بدولت کھیت مزدوروں کو خشک موسم کے دوران روزگار حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

کھیتوں کو درکار پانی کی سربراہی کے لئے آندھرا پردیش میں کئی بڑے آبپاشی پراجکٹ زیر تعمیر ہیں۔ حال ہی میں ہم نے نئے پراجکٹ جوراالا اور پولادرم کی تعمیر کا آغاز کیا ہے۔ ان پراجکٹوں کی مدد سے لاکھوں ایکر زمین کاشت کے قابل بن گئی ہے جس سے نہ صرف غذائی فصلوں بلکہ کئی تجارتی فصلوں کی کاشت میں اضافہ ہورہا ہے۔ آندھرا پردیش غذا کے معاملے میں نہ صرف خود مکتفی بن گیا ہے بلکہ چاول برآمد کرنے کے موقف میں بھی آگیا ہے۔ حالیہ برسوں کے دوران ریاست کے مختلف حصوں میں زراعت پر مبنی کئی صنعتوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ دیہی اور شہری علاقوں میں بے روزگاری ختم کرنے کے لئے روزگار کی خصوصی اور خود روزگار اسکیمات کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام

پر پورے عزم کے ساتھ عمل آوری کی جا رہی ہے۔ کمزور طبقات کی فلاح کے لئے کئی اسکیمات کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ ان تمام اقدامات کی بدولت دیہی علاقوں میں رہنے والے غریب اور کمزور طبقات میں ایک نیا جوش اور اشتیاق پیدا ہوا ہے۔

ہمارے لئے یہہ باعث فخر ہے شریمتی اندرا گاندھی ہماری ریاست کے انتخابی حلقہ میدک سے پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوئی ہیں بلاشبہ ہماری وزیراعظم کی رہبری اور تعاون سے آندھرا پردیش کو ہمہ جہتی ترقی حاصل ہوگی۔

۱۲ سال کی طویل مدت کے بعد آندھرا پردیش میں پنچایت راج اداروں کے انتخابات منعقد کئے جا رہے ہیں۔ ان انتخابات کی اہم خصوصیت یہہ ہے کہ اس میں ۱۸ سال کی عمر والے بھی حق رائے دہی کا استعمال کریں گے۔ اس طرح رائے دہی کی عمر کو گھٹا دیا گیا ہے۔ اس طرح ہمارے لاکھوں نوجوان مرد اور عورتیں پنچائت راج امور میں جوش و خروش سے حصہ لینے کے قابل ہو جائیں گے اور ان اداروں کو کامیابی سے ہمکنار کرینگے ان انتخابات کی ایک اور اہم خصوصیت یہہ ہے کہ سینکڑوں مواضعات میں پنچایت ممبروں اور سرپنچوں کا متفقہ طور پر انتخاب عمل میں آیا ہے۔ پنچایتوں میں کچھ نشستیں ہریجنوں اور گریجنوں کے لئے محفوظ کر دی گئی ہیں۔

آج بھی آندھرا پردیش کے عوام کا بہت بڑا حصہ زراعت پر اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ ریاست کی آبادی کے بیشتر حصہ کو سال تمام کے دوران روزگار فراہم کرنے کے لئے صنعتوں کا قیام ضروری ہے۔ صنعتوں کے قیام کے لئے یہاں بے پناہ قدرتی وسائل موجود ہیں۔ برقی قوت خام اشیا اور پانی کی کمی نہیں ہے۔ آبپاشی پراجکٹوں سے پیدا ہونے والی برقی قوت کی کمی کو پورا کرنے تھرمل پاور اسٹیشن کے ذریعہ برقی قوت پیدا کرنے کے لئے ہمارے یہاں کوئلے کے وافر ذخائر موجود ہیں۔ رام گنڈم میں سوپر تھرمل پاور اسٹیشن کی تعمیر کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے ہماری ریاست کو ایک اور سوپر تھرمل پاور اسٹیشن منظور کئے جانے کے امکانات ہیں۔ ریاستی حکومت کی جانب سے ریاست میں صنعتوں کو قیام کے لئے آگے آنے والے سرمایہ کاروں کی ترغیبات دی جا رہی ہیں۔ ریاست کو تیزی سے صنعتیانے کی ریاستی حکومت کی جانب سے کی جانے والی کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے صنعت کاروں کے تعاون کی ضرورت ہے

اسی طرح دولت مند ممالک

خاص طور پر شمالی امریکہ میں رہنے والے تلگو عوام کو چاہیئے کہ وہ آندھرا پردیش میں صنعتوں کے قیام کے لئے آگے بڑھیں۔ میں انہیں تیقن دیتا ہوں کہ ریاستی حکومت کی جانب سے اس سلسلے میں درکار مدد و تعاون ان کو حاصل رہیگا ایک اور شعبہ زندگی ہے جہاں بیرون ملک رہنے والے تلگو عوام آندھرا پردیش کی مدد کر سکتے ہیں۔ ہماری ریاست میں طبی سہولتیں ہیں جن میں بے مثال اضافہ ہوا ہے۔ اسکے باوجود دیہاتوں میں کئی علاقے ایسے ہیں جہاں پوری طرح طبی سہولتیں دستیاب نہیں ہیں۔ ہماری ریاست کے کئی میڈیکل گریجویٹس دوسرے ممالک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں یہہ ممکن نہیں کہ تمام کے تمام واپس ہوکر ہماری ریاست کے دیہی عوام کو طبی سہولتیں پہنچانے میں مدد کریں۔ تاہم وہ اور دوسرے تلگو عوام ہمارے دیہاتوں میں دواخانوں کے قیام میں مدد کر سکتے ہیں اگر وہ اپنی کمائی کا ایک حصہ اس مقصد کے لئے خرچ کریں تو اس سے لاکھوں دیہاتوں کی مدد ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ اس کو ایک حقیقت کا روپ دینے میں مدد کرینگے۔ تلگو عوام ایک عظیم الشان ماضی رکھتے ہیں۔ قدیم زمانے میں بھی تلگو عوام نے اپنی عظمت کو دور دراز ملکوں تک پھیلایا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ شکاگو میں منعقد ہونے والی تلگو کانفرنس جیسی کانفرنسوں کی بدولت ہم پھر سے قدیم عظمت کی بلندیوں کو پہنچ سکتے ہیں حکومت آندھرا پردیش تلگو زبان، تہذیب اور ادب کی ترقی اور فروغ کے لئے انتھک کوشش کر رہی ہے۔ ان کوششوں کو کامیاب بنانے کے لئے بیرون اور اندرون ملک رہنے والے تلگو عوام کے تعاون کی ضرورت ہے۔

بین الاقوامی سال برائے معذورین

ایم اے حمید
ایم اے [illegible]
لکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج جڑچرلہ
ضلع محبوب نگر (اے پی)

اقوام متحدہ نے ۱۹۸۱ء کو بین الاقوامی سال برائے معذورین قرار دیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس سال کے دوران جسمانی کمزور و معذور اور اپاہج افراد کو سماج میں سب کے ساتھ مساویانہ حقوق دلوائے جائیں، عام لوگوں کے ذہنوں سے ان کے تئیں نفرت کے جذبہ کو دور کیا جائے، زندگی کے مختلف شعبوں جیسے تعلیم، ملازمت وغیرہ میں انہیں بھی نمائندگی کے مواقع فراہم کئے جائیں، ان کی فلاح و بہبود کی خاطر ضروری اقدامات روبعمل لائے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان وجوہات و اسباب کا بھی گہرا مطالعہ کیا جائے جن کے زیر اثر آدمی میں طبعی و ذہنی معذوری وقوع پذیر ہوتی ہے تاکہ اس پر نہ صرف قابو حاصل کیا جا سکے بلکہ اس کا تدارک بھی ممکن ہو سکے۔

آج کے سماج میں جسمانی اپاہج و معذورین کی فلاح و بہبود کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ جون ۱۹۸۱ء میں مادام ہیلن کیلر کی صد سالہ تقریب میں جس کا اہتمام یونیسیف UNICEF نے کیا تھا اور جس میں تیس (۳۰) سے زائد ممالک کے نمائندوں نے حصہ لیا تھا ایک ایسے طویل مدتی لائحہ عمل کو قطعیت دی گئی جس کے تحت عام جسمانی و ذہنی کمزوریوں کی روک تھام کی جائے گی۔

مادام ہیلن کیلر ۲۷ر جون ۱۸۸۰ء کو امریکہ کی ریاست الباما کے شہر ٹسکمبیا TUSCUMBIA میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ پیدائشی نابینا اور بہری ہونے کے باوجود غیر معمولی ذہانت کی مالک تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ معذوروں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود میں صرف کیا تھا، اور اس طرح آج ان کا شمار دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں ہوتا ہے۔

۱۹۸۰ء میں ہی کینیڈا میں منعقدہ ری ہیبلیٹیشن انٹرنیشنل کانفرنس میں اسّی (۸۰) سے زائد ممالک کے نمائندوں نے اس بات کا حلفیہ اقرار لیا کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں اپاہج و معذور افراد کی فلاح و بہبودی کے پروگراموں کو روبعمل لانے میں کسی قسم کی تساہلی نہیں کریں گے۔

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں کوئی پچاس کروڑ افراد کسی نہ کسی معذوری کی مصیبت سے دوچار ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں چھ کروڑ سے زائد افراد اس اذیت میں مبتلا ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہندوستان کی کُل آبادی کا دس فیصد حصہ معذور افراد پر مشتمل ہے۔

ہماری مرکزی حکومت ایک ایسے پروگرام کے بارے میں غور کر رہی ہے جس کے تحت تعلیمی اداروں میں جسمانی معذور طلباء کی تعلیم و تربیت کے لئے ایسے اساتذہ متعین کئے جائیں گے جو اس میدان میں خصوصی مہارت اور تربیت یافتہ ہوں۔ ہمارے ملک میں جسمانی معذور افراد کے لئے فراہمی روزگار کے اس وقت اٹھارہ مراکز کام کر رہے ہیں۔ عام ایمپلائمنٹ ایکسچینجوں میں بھی اس کام کے لئے خصوصی عہدہ داروں کا تعین عمل میں لایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں گیارہ پیشہ وارانہ تربیتی ادارے برائے معذورین قائم کئے جانے والے ہیں۔ دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے جسمانی معذور افراد کو بھی ان مراکز سے خاطر خواہ استفادہ بہم پہنچانے کا بھی پروگرام زیر غور ہے۔ تربیت کے بعد ایسے افراد کو بھی ان مراکز سے خاطر خواہ استفادہ بہم پہنچانے کا بھی پروگرام زیر غور ہے تربیت

کے بعد ایسے افراد کو دیہی علاقوں میں ہی روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

حکومت نے پہلے ہی جسمانی معذور افراد کی ملازمت کے لئے سرکاری محکمہ جات اور عوامی شعبہ کے اداروں میں ۳ فیصد کے ریزرویشن کے امکانات جاری کئے ہیں۔ اس فیصد میں مزید اضافہ کئے جانے کا امکان ہے۔ اب تک حکومت ۵ لاکھ جسمانی معذور بچوں کو مختلف مدارس میں تعلیم دلوارہی ہے۔ ان بچوں کو ماہانہ بیس[20] روپے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اور ایسے بچے جو چلنے پھرنے سے معذور ہیں انہیں آمد ورفت کے اخراجات کے لئے بھی ماہانہ بیس[20] روپے مقرر ہیں۔

جسمانی معذور افراد کے لئے ایسے شلٹرڈ ورکشاپ (SHELTERED WORK SHOPS) کا قیام بھی عمل میں لایا جاچکا ہے جن میں ہمہ اقسام کے اپاہجین کو ایسے ہی کام سونپے جاتے ہیں جنہیں وہ بہ حسن خوبی انجام دے سکتے ہیں۔ یہاں ان اقدامات کا ذکر بے جا نہ ہوگا جو جسمانی معذوری کو مصنوعی طریقہ سے دور کرنے کے سلسلہ میں کئے جارہے ہیں۔ مثال کے طور پر مرکزی حکومت کے تحت کانپور میں ایک ایسا ادارہ ہے جو مصنوعی اعضاء تیار کرتا ہے۔ اگرچہ کہ یہ اعضاءً کافی مہنگے ہوتے ہیں لیکن انکی خریدی کے لئے ریاستی حکومتیں معذور افراد کو مالی سہولتیں بہم پہنچارہی ہیں ۱۹۸۱ء چونکہ معذوروں کا ہی بین الاقوامی سال ہے، اس لئے توقع ہے کہ اس سال کے دوران انکی فلاح وبہبودی کے لئے زیادہ سے زیادہ اقدامات روبعمل لائے جائیں گے۔ محض اس ضمن میں ایک قانون بھی مرتب کیا جانے والا ہے۔ اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ معذور افراد کے لئے حصول تعلیم اور ملازمت میں اس وقت جو فیصد ہے اس میں بھی اضافہ کیا جائے گا۔

حکومت آندھراپردیش نے اس سال معذوروں کی فلاح وبہبودی کے لئے ۱۵۰ لاکھ روپیوں کی منظوری دی ہے جو سال گذشتہ اس مقصد کے تحت جاری کی گئی رقم سے چھ گنا زیادہ ہے۔ ایسے ادارے بھی قائم کئے جانے والے ہیں جن میں معذورین کی تربیت کے ساتھ ساتھ مختلف اشیاء کی تیاری بھی عمل میں لائی جائے گی۔ ان اداروں میں ٹرنر، ویلڈنگ، خیاطی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی سرویسنگ وغیرہ کی تربیت دی جائیگی۔

اس وقت نویں جماعت سے معذور طلباء کو ماہانہ چالیس[40] روپے تا ایک سو بیس[(120)] تک کے اسکالرشپس دیئے جارہے ہیں۔ معذور افراد کو حسب ضرورت مصنوعی اعضاءً، پہیوں والی کرسیاں وغیرہ منظور کرنے کے علاوہ مالی امداد بھی فراہم کی جارہی ہے۔ نابینا، گونگے اور بہرے بچوں کے لئے خصوصی اقامتی درسگاہیں اور معمر افراد کے لئے رہائشی سہولتیں اور طبی ادارے چلائے جارہے ہیں، دیگر تمام دواخانوں میں بھی انکے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کا انتظام کیا جارہا ہے۔

اگرچہ کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معذورین کی فلاح وبہبودی کے لئے بہت کچھ کیا جارہا ہے اور کیا جانے والا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ اس امر کی اہمیت کو محسوس کریں۔ معذوروں کے ساتھ شفقت آمیز اور ہمدردانہ سلوک کریں۔ کسی قسم کا نازیبا سلوک یا تحقیر وتضحیک آمیز گفتگو ان کے ساتھ نہ کریں کہ جس سے وہ مایوسی واحساس کمتری کا شکار ہوکر پست ہمت ہوجائیں۔ بلکہ ہم ان میں کسی ملٹن یا روز ولٹ، ریڈلسن یا بھگت سورداس یا خود میڈیم ہیلن کیلر کو تلاش کرنیکی کوشش کریں

کنبہ اگر چھوٹا ہوگا تو کنبے کے ہر فرد کے لئے زیادہ خرچ کیا جاسکے گا۔ خاندانی منصوبہ بندی دراصل خواتین اور بچوں کی صحت کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح قوم بحیثیت مجموعی زیادہ طاقتور اور فعال بن سکے گی۔

ہمارا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے اور میں پھر اس کا اعادہ کرتی ہوں کہ یہ پروگرام بالکل رضاکارانہ ہوگا۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے کنبوں کو محدود رکھیں۔ اگر اس کیلئے مناسب طریقے سے لوگوں سے رابطہ پیدا کیا جائے تو ان کو راضی کرلینا مشکل نہ ہوگا۔"

"اندرا گاندھی"

آندھرا پردیش
عظیم ترقیات کا موقع

از: جناب ٹی انجیا وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش

ہمارے ملک کی پہلی لسانی ریاست آندھرا پردیش میں تیز رفتاری کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور یہ ریاست اہم واقعات سے معمور تاریخ کے زائد از بیس سالہ دور میں پہلی مرتبہ ملک کی بڑی صنعتی ریاستوں میں شامل ہو جانے کے قریب ہے۔ ہماری حکومت کمزور طبقات کے حالات سدھارنے اور سماج میں انہیں انصاف پر مبنی موقف دلانے کا عزم صمیم کر چکی ہے ہماری یہ کوشش ہے کہ دیہی عوام کی اقل ترین ضروریات کی پابجائی کی جائے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ خیال رکھا جا رہا ہے کہ شہریوں کی ضروریات سے تطع نظری نہ ہونے پائے۔ تمام علاقوں اور منطقوں کی متوازن ترقی کو خصوصیت کے ساتھ برسہا برس سے پسماندہ چلے آنے والے علاقوں کو ہماری مرتب کردہ ترجیحات میں بلند ترین مقام فراہم کیا گیا ہے۔ سماج میں بے توجہی اور بے رخی کے شکار طبقات کو مسرت وانبساط سے ہمکنار کرنے کی غرض سے ہم نے بہت سے ترقیاتی اقدامات شروع کئے ہیں۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہم طوفانوں اور خشک سالی جیسی قدرتی آفات کے باوجود ایک کامیابی کے بعد دوسری کامیابی کے حصول کے لئے اپنی پیش رفت جاری رکھیں گے۔ اسلئے کہ ہمیں عوام کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ زراعت ہماری ریاست کی معیشت کا پہلے بھی سب سے بڑا سہارا تھی اور اب بھی اسکا یہ موقف برقرار رہے گا۔

گو کہ ہمارا یہ مطمع نظر ہے کہ دیہی علاقوں میں زراعت پر تکیہ اور انحصار کرنے کے رجحان میں تبدیلی لائی جائے۔ اس سلسلے میں ہم نے زراعت کے اس اہم کردار کو نظر انداز نہیں کیا ہے جو ہماری اقتصادیات میں اس شعبہ کو حاصل ہے۔ موسمی ناہمواریوں اور قدرت کی نیرنگیوں سے ہم آہنگ ہو جانے۔ اور مطابقت پیدا کر لینے کی صفت ہمارے کسانوں میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ علاوہ ازیں جنوبی ہند کے غلہ گودام کا جو جائز اور برحق لقب حاصل کیا ہے اس کی برقراری کے لئے حکومت کے عزم کی بدولت اور انتظامیہ کی جانب سے صحیح رہنمائی، ضروری اشیائے زراعت کی سربراہی اور بروقت زرعی قرض کی فراہمی کے نتیجے میں منفعت بخش ثمرات برآمد ہوئے ہیں اور یہ ریاست غذائی پیداوار میں ریکارڈ قائم کرتی آرہی ہے۔

ہمارے جفاکش اور محنتی کسانوں کا مفاد ہمیں ہمیشہ دل سے عزیز رہا ہے ہم نے ان کے فائدے اور بھلائی کے لئے دور رس اثرات کی حامل تدابیر اختیار کی ہیں۔ ریاست کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فصلوں کی بیمہ اسکیم رائج کی جا رہی ہے۔ پہلے مرحلہ میں اس اسکیم کو دھان، جوار اور مونگ پھلی کی فصلوں تک محدود رکھا جائے گا۔ دس ایکر خشکی اور پانچ ایکر تری کی حد تک مالکین اراضی کو محصول اراضی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ریاست کے کچھ حصوں میں جاری شدید

خشک سالی کی صورت حال کے پیش نظر کسانوں کی جانب سے اداشدنی قرضوں کی میعاد ادائی پر فراخدلانہ نظرثانی کی گئی ہے۔ ۵۶۸ فیصد رس حاصل ہونے کی صورت میں گنے کی امدادی قیمت ۱۸۵ روپے فی ٹن تک بڑھا دی گئی ہے۔ دھان کی امدادی قیمت میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ کاٹن کارپوریشن آف انڈیا کی جانب سے واجبی قیمتوں پر کسانوں سے کپاس خریدی جائے گی۔

فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کی جانب سے قائم کئے ہوئے خریدی مراکز کے ماسوا ریاستی سیول سپلائز کارپوریشن بھی اسی طرح انتظامات کرنے والا ہے زائد از ۶۵ سالہ عمر والے کھیت مزدوروں کے لئے وظائف شروع کئے گئے ہیں۔ خشک سالی سے متاثر ہونے والے علاقوں میں کھیتوں کو پانی کی ضمانت فراہم کرنے کی غرض سے ایک جامع اسکیم مرتب کی گئی ہے جسے مستقبل قریب میں روبہ عمل لایا جائے گا۔

ریاست میں کمزور طبقات کی معاشی بھلائی میں اعانت کی خاطر تحریک امداد باہمی سے بھرپور استفادہ کیا جارہا ہے۔ روایتی پیشے انجام دینے والوں کے لئے امداد باہمی انجمنیں تشکیل دی گئی ہیں۔ ایسے پیشہ وروں میں حجام دھوبی اور کمہار وغیرہ شامل ہیں۔ رکشا رانوں، ٹیکسی ڈرائیوروں اور بیل گاڑی چلانے والوں کو بھی امداد باہمی شعبہ سے متعلق کیا جارہا ہے۔ بہبودیٔ خواتین کی انجمنیں بے سہارا خواتین کو سلائی مشینوں، دودھیارے مویشیوں کی فراہمی اور چھوٹے کاروباروں کے ذریعہ اپنی روزی آپ کمانے کے قابل بنا رہی ہیں۔ اب تقریباً تمام مواضعات میں امداد باہمی انجمنیں قائم ہوچکی ہیں۔ امداد باہمی مارکٹنگ سوسائٹیاں فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کی ایجنسیوں کی حیثیت سے دھان کے ساتھ ساتھ کپاس، تمباکو اور "میسٹا" بھی کسانوں سے حاصل کررہی ہیں۔ فی الوقت ریاست میں ۱۳۷ پرائمری مارکٹنگ سوسائٹیاں، ۲۱ ضلع سوسائٹیاں اور ایک ایپکس مارکٹنگ فیڈریشن کسانوں کے فائدے کے لئے خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ امداد باہمی کے تحت ایک ہزار سے زائد گودام موجود ہیں۔ جن میں ۳۶۷۷ لاکھ ٹن اشیائے ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے۔ دیہی قرضہ جاتی امداد باہمی انجمنوں میں شریک اراکین کی تعداد چھیالیس لاکھ سے زیادہ ہے اور ان انجمنوں کی جانب سے سالانہ زائد از بہتر کروڑ روپے مالیت کے قرضے اجرا کئے جاتے ہیں۔ ہماری حکومت ریاستی معیشت کی ترقی کے لئے اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری کے مسئلہ سے نمٹنے کے لئے تیز رفتار صنعتی فروغ کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے۔ ہماری ریاست کا مقام ایک طویل عرصہ تک ملک کے صنعتی نقشہ میں سب سے نچلی سطح پر تھا لیکن آج یہ صنعتی ترقی کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر، فراہمی روزگار کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر، اور پیداواری لحاظ سے ساتویں نمبر پر ہے۔ ریاست میں بڑی اور اوسط درجے کی ۴۰۳ صنعتیں قائم ہیں جن میں مصروف سرمایہ کی مقدار ۸۹۶۸۵۶۵۹ لاکھ روپے ہے اور ۲۶۳۱ لاکھ افراد کو روزگار فراہم ہے۔ لیکن ایک ایسی ریاست کے لئے جس میں کوئلہ کے وسیع ذخائر اور دوسرے قدرتی وسائل بافراط موجود ہیں۔ صنعتوں کی یہ تعداد ناکافی ہے۔ ہماری ریاست میں ابھی بہت سی بڑی اور اوسط صنعتوں کے قیام کی اور چھوٹے صنعتوں کے شعبہ کو وسعت دینے کی عظیم گنجائش موجود ہے۔

بڑی صنعتی یونٹوں کے محل وقوع اب تک صرف بڑے بڑے شہروں میں حیدرآباد، سکندرآباد اور وشاکھاپٹنم کے مضافات کی حد تک محدود تھے۔ یہ رجحان [illegible] نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس طرح کے تمام علاقوں کی متوازن ترقی میں مدد نہیں مل سکتی۔ اس لئے ہماری یہ خواہش ہے کہ اندرون و بیرون ریاست کے صنعت کاروں کو خصوصیت کے ساتھ پسماندہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی دعوت دی جائے۔ ہمارے پاس نئی صنعتوں کے لئے درکار برقی قوت اور بنیادی لوازمات موجود ہیں۔ چنانچہ ہماری ریاست میں صنعتی یونٹوں کے قیام کے خواہشمندوں کو بڑی تعداد میں ترغیبات پیش کی جارہی ہیں۔ وشاکھاپٹنم میں دیوقامت اسٹیل پلانٹ، راما گنڈم اور کاکناڈا میں کیمیاوی کھادوں کے کارخانوں اور راجل سیما میں کاغذ اور سمنٹ کی فیکٹریوں اور دوسرے متعدد صنعتی اداروں کے قیام کی بدولت نہ صرف ریاستی معیشت کے فروغ میں اضافہ ہوگا بلکہ ان سے بے روزگاری کو کم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

ریاست میں قائم کئے ہوئے مختلف کارپوریشن صنعتی فروغ و ارتقاء کے سلسلہ میں نمایاں اور با وصف کارگذاری انجام دے رہے ہیں اس قسم کے کارپوریشنوں میں خصوصیت کے ساتھ یہ نام لئے جاسکتے ہیں

آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈولپمنٹ کارپوریشن، آندھرا پردیش اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈولپمنٹ کارپوریشن اور اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن ریاستی حکومت کی ان کارپوریشنوں کی کوششوں کے نتیجہ میں تقریباً ایک سو ستاسی (۱۸۷) نئی صنعتی یونٹیں ریاست میں ابھر رہی ہیں۔ ان یونٹوں کے محل وقوع کا انتخاب کچھ اس طرح کیا گیا ہے کہ علاقہ واری عدم توازن کا بڑی حد تک ازالہ ہو جائے گا۔ ان ۱۸۷ یونٹوں میں سے ۹۸ یونٹیں ۴۲۸ کروڑ روپے لاگت سے علاقہ تلنگانہ میں قائم ہو رہی ہیں۔ ۷۱ یونٹیں ساحلی علاقے کیلئے ہیں جن میں ۴۵۰ کروڑ روپوں کا سرمایہ مصروف کیا جائے گا۔ ان صنعتی یونٹوں کی بدولت علاقہ تلنگانہ میں (۳۶۲۰۰) افراد کو ساحلی علاقے میں (۱۸۰۰۲) افراد کو اور علاقہ رائلسیما میں (۶۴۰۰) افراد کو روزگار میسر ہوگا۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ وسیع جنگلات اور زرعی پیداوار کے موزوں ومناسب استعمال اور استفادہ سے روزگار کے مواقع پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ دیہی عوام کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ عمل میں آئے گا۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم جنگلات اور زراعت پر مبنی صنعتوں کے قیام کی ہمت افزائی کر رہے ہیں جنگلاتی پیداوار پر مبنی صنعتوں میں یہ یونٹیں شامل ہیں۔ بھدراچلم پیپر بورڈس کھمم، آندھرا پردیش ریانس ورنگل اور نودا پیان انڈیا میدک۔ ان یونٹوں کی تنصیب کے سلسلہ میں ۹۰ کروڑ روپوں کا سرمایہ مصروف کیا جائیگا۔

اے۔ پی۔ ای۔ ڈی۔ سی کو لکڑی سے یومیہ ۳۰۰ ٹن گودا (پلپ) تیار کرنے کا کاکناڈا سے قریب ایک کارخانہ قائم کرنے کا اجازت نامہ بھی جاری کیا گیا ہے۔ یہ کارخانہ پورے ملک میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا کامپلکس ہوگا۔

چھوٹی صنعتوں کو فروغ دینے کی اسکیم کے ایک جز کے طور پر ہم نے خصوصیت کے ساتھ دیہی علاقوں میں آنے والے مہینوں کے دوران ہر اسمبلی حلقہ انتخاب میں چار یونٹیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جاریہ سال کے لئے اس میں ہمارا نشانہ ۴۰۰۰ چھوٹی صنعتی یونٹوں کا قیام ہے۔ کمزور طبقات کی فلاح و بہبود ہماری حکمت عملی کا ایک اہم حصہ رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ ہمارا مقصد ایک ایسے سماجی اور معاشی نظام کی تخلیق ہے جس میں تمام لوگوں کو انصاف مسرت اور روزگار کے مواقع مساوی طور پر حاصل ہوں۔ ہماری ریاست میں کمزور طبقات پوری آبادی کے نصف پر مشتمل ہیں۔ اس لئے سماجی بھلائی کے پروگراموں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ وظیفہ پیرانہ سالی اور تعلیمی اداروں و سرکاری ملازمتوں میں تحفظ جیسے معاملات میں ہماری ریاست اولین ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ انکی بہتری اور بھلائی کے لئے بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان اقدامات میں رہائشی جگہوں کی فراہمی، مکانات کی تعمیر، دودھیارو مویشیوں کی ابرائی کے لئے گنجائشات، حفظ صحت کی سہولیات، فاضل اراضیات کی تفویض اور بھلائی اسکیمات کی عمل آوری وغیرہ جیسے کام شامل ہیں۔

درج فہرست اقوام، قبائل اور پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے بچوں میں خواندگی کی شرح بڑھانے کی غرض سے متعدد تدابیر روبہ عمل لائی جا رہی ہیں۔ انہیں تعلیمی وظائف اجرا کئے جاتے ہیں۔ نصابی کتابیں اور نوٹ بکس مفت دیجاتی ہیں۔ ہاسٹلوں کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے آشرم اسکول کھولے گئے ہیں۔ مسابقتی امتحانات میں شرکت کے خواہشمندوں کے لئے مفت درس وتدریس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان کی اقتصادی بہتری کے لئے کئے جانے والے ان اقدامات کے ساتھ ساتھ ان طبقات کو سماج میں ضم کرنے اور انہیں اصل قومی دھارے میں شامل کرنے کی مساعی بھی جاری ہے۔

بین ذرقہ جاتی شادیوں کے لئے ترغیبی ایوارڈس کی ادائی اور اندرون مواضعات درج فہرست اقوام کو رہائشی جگہوں کی تفویض ان مساعی کی اہم کڑیاں ہیں۔

سات اضلاع میں جہاں قابل لحاظ آبادی ہے انٹیگریٹیڈ ٹرائبل ڈولپمنٹ ایجنسیز کام کر رہی ہیں۔ ان ایجنسیوں کا مقصد قبائلیوں کو مختلف کاروباری پیشوں جیسے زراعت، ڈیری ڈولپمنٹ، افزائش مویشیاں اور آبپاشی وغیرہ میں رہنمائی فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ان پیشوں میں اختیار کئے جانے والے عصری اور جدید طور طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے قابل ہو جائیں۔

تعلیم کو روزگار کے حصول میں معاون بنانے کی خاطر منتخبہ جونیر کالجوں میں پیشہ ورانہ تربیت کی فراہمی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آنے والے

ہیں۔ شری دیمانے اپنے شتک میں جو مکٹ استعمال کیا ہے وہ یہ ہے۔

"اے پیارے دیما شنا" اور دیمانے ہر بند خود کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ان کے بعض بندوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

۱ ۔ بھگوان کی لیلا (قدرت) دیکھئے کہ وہ بہت سے آدمیوں کو دھن تو دیتا ہے مگر انہیں سخاوت کا مادہ نہیں دیتا اور بہت سوں کو سخاوت کا جذبہ تو دیتا ہے مگر دھن نہیں دیتا۔

اسی خیال کو ایک شاعر نے نظم کیا ہے :۔

دیا دست تہی کے ساتھ طینت میں کرم یارب

میں قرباں تیری قدرت کے کیا اچھی تماشا ہے

۲ ۔ ایک شخص کے پاس کافی زمین رہے وہ اس پر گھمنڈ کرتا ہے تو گھر بنانے والے پر زمین ہنستی ہے۔ کنجوس آدمی پر اس کی دولت ہنستی ہے اور جو میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں ان پر موت ہنستی ہے۔

۳ ۔ بھگوان کی لیلا دیکھئے کہ اس نے پھولوں کو کم قیمت بنا کر ان میں خوشبو پیدا کی مگر سونے کو زیادہ قیمت کا بنا کر اسے خوشبو سے محروم رکھا۔

۴ ۔ سچا جوگی اپنے دل ہی میں بھگوان کو دیکھ لیتا ہے جیسے کہ ڈبے میں بند مرغ کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ صبح ہو گئی ہے اور وہ بانگ دینے لگتا ہے۔

۵ ۔ دس آدمیوں کی غلط بھی بات تسلیم کر لی جاتی ہے اکیلے آدمی کی بات نہیں مانی جاتی خواہ وہ کتنی ہی سچ کیوں نہ ہو۔

۶ ۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بھگوان دل میں بسا ہوا ہے لوگ اسے ڈھونڈنے مختلف مقامات دریاؤں پہاڑوں جنگلوں اور گپھاؤں میں جاتے ہیں۔

۷ ۔ اگر بیوی فرمانبردار نہ ہو تو بیکار ہے اگر اولاد میں نیک چلنی نہ ہو تو وہ اولاد بیکار ہے اسی طرح اگر علم حاصل کرنے کے بعد کردار نہ بنے تو وہ علم بیکار ہے۔

۸ ۔ دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور جسم مٹ جانے والا ہے۔ یہ نصیحت دوسروں کو تو بہت آسانی سے کی جا سکتی ہے مگر خود اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

۹ ۔ جسم پر راکھ لگانے سے کوئی فائدہ نہیں بھگوان میں دھیان لگانا چاہئے یوں تو گدھا بھی راکھ میں لوٹ کر اپنے جسم پر راکھ لگا لیتا ہے۔

۱۰ ۔ دولت کا زیادہ ہونا مستی کو بڑھا دیتا ہے اور مستی برائیوں کو بڑھا دیتی ہے۔ دولت کے کم ہونے سے مستی بھی کم ہو جاتی ہے اور مستی کے کم ہونے سے برائیاں بھی کم ہو جاتی ہیں۔

۱۱ ۔ اگر کسی تعلیم یافتہ آدمی میں انکسار نہ ہو تو وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک سہاگن لاکھوں روپے کے زیورات و جواہرات پہنی ہوئی ہے مگر اس کے گلے میں منگل سوتر نہیں ہے۔

۱۲ ۔ اگر کسی متمول کو زراسی کھانسی ہو جائے تو اس کی کیفیت تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے مگر غریب کے گھر میں شادی بھی ہو تو اس کی کسی کو خبر تک نہیں ہوتی

۱۳ ۔ دھوبی کپڑوں کو پتھر پر مارتا ہے اور نچوڑتا ہے تاکہ ان کا میل صاف ہو جائے اسی طرح استاد اپنے شاگردوں کو اچھا بنانے کے لئے سزائیں دیتے ہیں۔

۱۴ ۔ اچھے سے اچھے بھی آدمیوں کو کمینوں کی صحبت بگاڑ دیتی ہے جیسے کہ پیٹ میں قیمتی اور لذیذ ترین کھانا ہو مگر ایک بھی مکھی اندر پہنچ جائے تو قے کرا دیتی ہے۔

۱۵ ۔ کسی کنجوس کو مارنے کے لئے زہر کی ضرورت نہیں اس کو مارنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس سے پیسہ مانگئے وہ جل بھن کر خود مر جاتا ہے۔

۱۶ ۔ دوسروں کے عیبوں کو تلاش کرنے والے بہت ملیں گے مگر ایسے بہت کم ملیں گے جو اپنے ہی عیبوں کو تلاش کریں۔

۱۷ ۔ اونچ اور نیچ کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے وہ اونچ ہے اور جو اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا وہ نیچ ہے۔

۱۸ ۔ لوگ ترستے اور تڑپتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہو لیکن یہ کسے معلوم اور وہ بیٹا بڑا ہو کر خاندان کی عزت میں چار چاند لگائے گا یا اس کو مٹی میں ملائے گا۔

۱۹ ۔ آدمی میں اگر وویک نہ ہو تو وہ کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو بیکار ہے۔

۲۰ ۔ وہ تمام پوجائیں بیکار ہیں جن میں بھگتی نہ ہو۔ شردھا اور بھگتی سے کی گئی ایک ہی پوجا کافی ہے۔

○ ○ ○

رشید قریشی

میری فوقانی تعلیم کا ایک سال دارالشفا ہائی اسکول میں گزرا۔ اس وقت فانی صاحب اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور چونکہ ہیڈ ماسٹر کو بھی کچھ نہ کچھ پڑھائی کا کام کرنا پڑتا تھا وہ فوقانی جماعتوں کو اردو پڑھاتے تھے۔ وہ نہ صرف ہیڈ ماسٹر تھے بلکہ ایک مشہور شاعر بھی تھے۔ اسلئے انکے گھنٹہ میں ایک پرعرب خاموشی طاری رہتی۔ وہ جب کمرہ میں داخل ہوتے سب کھڑے ہوجاتے اور وہ کرسی پر بیٹھ جاتے تب ہی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے۔ یہ عمل اس احتیاط اور خشوع و خضوع کے ساتھ ہوتا جیسے نماز کے ارکان ادا ہو رہے ہیں۔ فانی صاحب سیپ کی گھنڈیاں لگی سلک کی شیروانی پہنتے اور سر پر ہلکے سرخ رنگ کی رومی ٹوپی ہوتی۔ ان کا چہرہ خاص طور پر بہت متاثر کن تھا۔ پیلی پیلی افسردہ رنگت، ستواں ناک، سوچتی ہوئی سوجھی سوجھی آنکھیں۔ ان سے کبھی آنکھیں چار ہوتیں تو یہ محسوس ہوتا وہ دیکھ تو رہے ہیں لیکن جسکو دیکھ رہے ہیں وہ انکو نظر نہیں آرہا ہے۔ وہ پڑھاتے بھی اس طرح تھے جیسے اس کام میں انہیں دلچسپی نہیں۔ بس ایک فرض ہے جو ادا ہو رہا ہے۔

فانی صاحب سنبھل کر پوری جماعت پر ایک اچٹتی نظر ڈالتے اور اسی وقت جماعت کا مانیٹر کھڑے ہوکر کتاب کھولتا اور اس دن کے سبق کی نشاندھی کرتا یہ مانیٹر پورا چھ فٹ اونچا چوڑا چکلا اور کافی عمر کا طالب علم تھا اور اسکول میں اس کا مصرف یہ کام تھا کہ فٹ بال کے میچوں میں گول کیپر بنا رہے اور ہر امتحان میں ناکام ہوتا رہے وہ مسلسل چار سال سے اسی جماعت میں تھا لیکن اکثر تاثر تھا کہ مانیٹری کی خاطر ناکام ہونا پڑ رہا ہے ورنہ کامیاب ہونا کونسا مشکل کام ہے۔ جونہی مانیٹر کھڑا ہوجاتا فانی صاحب دھیمے خشک لہجہ میں کہتے "افضال الدین تمہیں کھڑے رہنے کی ضرورت نہیں۔ بیٹھے بیٹھے ہی جو کچھ کہنا ہو کہدیا کرو۔" لیکن فانی صاحب ذرہ برابر بھی مسکراتے نہ تھے۔ ایک دن مانیٹر نے جماعت میں اعلان کیا کل سب کو حاضر رہنا ہے کل فانی صاحب اپنی غزل

حالِ سوزِ تمہائے نہانی دیکھتے جاؤ
بھڑک اٹھی ہے شمع زندگانی دیکھتے جاؤ

کا مطلب سمجھانے والے ہیں۔

جس زمانہ کی یہ بات ہے اس وقت شاعری کو عام طور پر طربیہ محفلوں میں گانے کی "چیز" سمجھا جاتا تھا اور کسی شاعر کی مقبولیت کا معیار یہی تھا کہ اس کا کلام طوائفیں گاتی ہیں یا نہ۔ مجھے یاد ہے شادی کی ایک صبح نصف النہار دعوت میں طالینہ کا انتظام تھا۔ دولہا مسند پر بیٹھا تھا اور اس کے اطراف اسکے خوش مزاج نوجوان دوست شوخ نقرہ بازیوں اور شریر حرکتوں سے دھوم مچا رہے تھے کسی کی فرمائش پر گانے والی نے فانی صاحب کی یہی غزل چھیڑی، گانے والی بہت خوش آواز اور بہت زیادہ خوبصورت تھی جب وہ اس شعر پر پہنچی

اک اٹھا شور ماتم آخری دیدار میت پہ
اب اٹھا چاہتی ہے لاشِ فانی دیکھتے جاؤ

تو ایک منچلے نے دولہے کی دستار میں دس کا نوٹ پھنسا دیا۔ گانے والی اشارہ پاکر ایک انداز مستی میں بل کھاتی اٹھ کھڑی ہوئی اور اٹھلاتی دولہے کی طرف بڑھنے لگی۔ سارنگی نواز بھی سارنگی اٹھایا ہوا اسکے پیچھے چلنے لگا "اب اٹھا چاہتی ہے لاشِ فانی .... اور گانے والی دلہا کے مقابل لیٹ گئی اور اپنے چہرہ

کی حیثیت سے ان کا انتخاب کیا۔ پرتاپ ریڈی ان اداروں کے سکریٹری کی حیثیت سے ۱۹۲۴ء تک منسلک رہے۔ یہ ادارے جو آج کام کر رہے ہیں ان ہی کے قابلِ تحسین کارناموں کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے ریڈی ہاسٹل لائبریری کے لئے کافی تعداد میں اچھی کتابیں فراہم کیں۔

بہت جلد انہوں نے ایک تلگو اخبار کو جاری کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اخبار گولکنڈہ پتریکا جاری کیا جس کے وہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۸ء تک مدیر رہے۔ سابق ریاست حیدرآباد میں لوگوں کو اظہارِ خیال اور اشاعت کی بمشکل آزادی حاصل تھی۔ انہوں نے مظلوم تلنگانہ کے بے زبان عوام کی ترجمانی کے لئے گولکنڈہ پتریکا کے ذریعہ عوام کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی اور لوگوں نے گولکنڈہ پتریکا میں اپنی جدوجہد کے لئے نڈر اور دہلا دینے والی آواز محسوس کی۔ پرتاپ ریڈی ایک نڈر اور بے خوف آدمی تھے انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے حکومت پر بالواسطہ تنقید کی۔ انہوں نے اداریوں (ایڈیٹوریلس) کے ذریعہ اپنے گہرے معلومات، زبان وادب کا موزوں استعمال کیا اور اپنے مخصوص طرزِ تحریر کے ذریعہ جو دقیق مسائل پر اداریے لکھے وہ انکی صاف گوئی، طنز و مزاح اور ذہانت کے ترجمان تھے جو تلگو ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کے طنز کی چبھن اور تنقید کے تیر کبھی خالی نہیں گئے اور اپنے مخالفوں کو پریشان ہی رکھے۔ بہرکیف پرتاپ ریڈی نے کبھی بھی کسی فرد کے خلاف بُرا خیال یا بغض نہیں رکھا۔ وہ گولکنڈہ پتریکا کو ایک پاک صاف ادارہ بناکر کئی سرگرم نوجوانوں کو سماجی اور ادبی میدان میں کام کرنے کا موقع دیا۔ پولیس ایکشن کے بعد پرتاپ ریڈی نے گولکنڈہ پتریکا کو چھوڑ کر ۱۹۵۱ء میں ایک سہ ہفتہ واری "پرجاوانی" جاری کیا لیکن وہ چند دنوں تک ہی جاری رہا۔

پدما بھوشن ماڈپاتی ہنمنت راؤ کے ساتھ تلنگانہ کی سیاسی سرگرمیوں میں پرتاپ ریڈی بھی سرگرم حصہ لیتے رہے اور وہ بھی اس خطہ کے اہم سیاستدانوں میں سے ایک تھے۔ وہ آندھرا مہا سبھا کے پہلے صدر تھے جو ۱۹۳۰ء میں ضلع میدک کے مقام جوگی پیٹ میں قائم کی گئی تھی۔ وہ ترقی پسند گروپ کے رہنما تھے جس کا قیام نظام آباد آندھرا مہا سبھا میں عمل میں آیا تھا۔ بہرکیف ان کی سیاسی سرگرمیاں مختصر رہیں لیکن انہوں نے اپنا زیادہ وقت ادب اور سماجی اصلاح کے لئے صحافت کے روپ میں وقف کر دیا جسکو وہ ایک موثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کے مزاج کی بے باکی، صاف گوئی اور رازداری کی عدم صلاحیتوں نے انہیں سیاسی میدان میں ناموزوں قرار دیا۔ تلنگانہ میں ایسا کوئی ادارہ نہیں تھا جس سے وہ منسلک نہیں رہے ہوں اور سب نے ان کی رہبری و رہنمائی حاصل کی۔ خاص طور پر قابلِ ذکر آندھرا کی سب سے پرانی لائبریری سری کرشنا دیورایا آندھرا بھاشا نیلائم اور لکشمی نارایا وجنانا پری شودھکا منڈلی ہے جو ان دنوں اپنی طرز کا تحقیقاتی ادارہ تھا۔ لائبریری تحریک انہیں بہت عزیز تھی اور وہ ۲۳ ویں آندھرا ودیت گرنتھالیا مہاسبھا کے صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے وجنانا وردھنی پریشت" ریسرچ سوسائٹی بھی قائم کی۔

پرتاپ ریڈی ادب اور قدیم عمارات کے ذہین طالب علم تھے۔ انہوں نے ایلی نڈ غاروں کو دیکھنے کے بعد جو کتاب لکھی وہ تلگو زبان میں اس مضمون پر بہترین کتاب قرار دی گئی۔ انہوں نے مغلیہ مصوری کے بہت سے نمونے جمع کئے۔ پرتاپ ریڈی نے ہمارے عظیم تاریخ مجاہدوں کی صحیح ترجمانی کی اور انہوں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ جدید مصوری کرشنا کی بہادری، حیاتی قوت اور ذہنی چالاکی کی ترجمانی میں ناکام رہی جو مہابھارت میں پیش کی گئی تھی۔ انہوں نے ہمیشہ کرشنا کو مونچھوں والا انسان ہی بتلایا ہوا دیکھا۔ انہوں نے کرشنا کی ایک خاص شبیہ رنگوں سے تیار کروائی جس میں قوت ارادی، شخصیت کا رعب اور ذہنی گہرائیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

آندھرا کے لوگوں اور خاص طور پر تلنگانہ کے عوام کے رسم و رواج اور روایات پر پرتاپ ریڈی کی تحقیقاتی کوششوں نے موجودہ سماجی اصلاحات پر نئی روشنی ڈالی اور نہ صرف وہ سماج کے محقق و مصلح قرار دیئے گئے بلکہ انہیں سماجی تحقیقات میں کومراجو لکشمن راؤ، ادی راجو ویرا بھدر راؤ اور ملم پلی شیکھر راؤ جیسے عظیم محققوں کا مقام حاصل ہوا۔ آندھرا سنگھا چرترا (آندھرا کی سماجی تاریخ) کتاب ان ہی کی سماجی تحقیقاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ان کے دوسرے قابل ذکر کاموں میں رامائن بشیشا مولو" ہندو ولا پنڈوگلو" اور گولکنڈہ کاولا چترا بھی ہیں۔ سوراوم پرتاپ ریڈی کا انتقال ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ ●●

آندھرا پردیش میں اگادی تقاریب

۱۲۰ ممتاز شخصیتوں کو اعزازات، سماجی خدمات، ادب، آرٹ، کلچر کی ممتاز شخصیتیں اعزاز حاصل کرنیوالوں میں شامل

افتتاحی تقریب سے گورنر مسٹر کے سی ابراہام اور چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا کی مخاطبت

حیدرآباد: آندھرا پردیش کے گورنر مسٹر کے سی ابراہام نے اگادی تہوار کو ایک ایسا موقعہ قرار دیا جس میں ہم ماضی کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں۔ تجزیہ قلوب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پھر سے وقف کردینے کا عہد کرتے ہوئے تلگو عوام کے شاندار ورثہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ رویندرا بھارتی میں ریاستی حکومت کے زیر اہتمام اگادی تلگو تہذیبی تقاریب کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہماری سرزمین تہذیب و تمدن کے لئے ساری دنیا میں شہرت رکھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں کئی ایک زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور ہم سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا ہے۔ انہی زبانوں کے اتحاد سے ہندستان کا اتحاد قائم ہے۔ گورنر نے تلگو عوام سے اپیل کی کہ وہ نہ صرف تلگو زبان کی ترقی کے لئے بلکہ دوسری زبانوں اور مذاہب کے فروغ کے لئے بھی اپنے آپ کو وقف کردیں۔ گورنر نے کہا کہ اگادی تہوار ہندوؤں کے دوسرے تہواروں کے مقابلہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اور ایک نئی سماجی سمت کی نشاندھی کرتا ہے۔ یہ تہوار ہندوؤں کی ڈھائی ہزار سالہ قدیم تہذیب و تمدن کی عکاسی کرتا ہے۔ چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے خیر مقدمی تقریر میں کہا کہ اس سال ہم آندھرا پردیش کی سلور جوبلی تقاریب منا رہے ہیں۔ اسی دوران ملیشیا میں دوسری عالمی تلگو کانفرنس بھی منعقد کی جارہی ہے۔ اسی اثنا میں اگادی کا تہوار بھی آگیا ہے۔ اس پس منظر میں تقریب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست آندھرا پردیش بنیادی طور پر ایک زرعی ریاست ہے۔ لیکن ریاست میں صنعتی ترقی کی رفتار بھی اطمینان بخش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست سے بیروزگاری کے انسداد کے لئے ممکنہ کوشش کی جارہی ہے۔ شہر اور مواضعات میں خود روزگار اسکیم کے تحت کئی کاروبار شروع کئے گئے ہیں۔ اور ان کاروبار میں حکومت مدد کررہی ہے۔ وزیر تہذیبی امور مسٹر بھشم سری رام مورتی نے اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا کہ آندھرا پردیش کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا صرف ایک کا کام نہیں ہے، جن میں فنکار مصور، اداکار، دانشور، سیاستداں، تاجرین صحیفہ نگار شامل ہیں۔ شریمتی کملا دیوی چٹوپادھیائے نے ساونیر کی رسم اجراء انجام دی۔ ملک الشعراء ڈاکٹر داسرتھی نے نظم سنائی۔

آندھرا پردیش میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ۱۲۰، ممتاز شخصیتوں کو رویندرا بھارتی میں منعقدہ ایک رنگا رنگ تقریب میں اعزازات عطا کئے گئے۔ تلگو سال نو اگادی کے موقعہ پر محکمہ تہذیبی امور کے زیر اہتمام یہ تقریب منعقد کی گئی تھی۔ جن ممتاز شخصیتوں کو اعزازات عطا کئے گئے ہیں ان میں ممتاز موسیقار مسٹر بالا مرلی کرشنا، ملک الشعراء داسرتھی اور مسٹر بی گوپال ریڈی سابق چیف منسٹر آندھرا پردیش، مسٹر عابد علی خان ایڈیٹر سیاست، مسٹر این تاتا راؤ صدر نشین اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ شامل ہیں۔ چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے آج تلگو کے نامور کلاسیکی موسیقاروں مسٹر ایمانی شنکرا شاستری اور ڈاکٹر منگل پلی بالا مرلی کرشنا کو "راشٹر آستھانہ سنگیت ودوان" کے سرکاری اعزازات دیئے، سرخ زرین

شال پہنائی اور تمغہ بھی پیش کیا۔ چیف منسٹر نے اردو کے نامور شاعر حضرت اوج یعقوبی کو زریں سرخ شال پہنا کر اردو کے ملک الشعراء کا سرکاری اعزاز عطا کیا تو سارا رویندرا بھارتی تالیوں سے گونج اٹھا

ریاستی حکومت نے تلگو سال نو اگادی کے موقع پر آندھرا پردیش کے تمام اضلاع اور عظیم تر حیدرآباد کے دانشوروں چوٹی کے صحیفہ نگاروں، فنکاروں، موسیقاروں شعراء، ادیبوں، سائنسدانوں اور دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ممتاز اصحاب کو کشمیری شال پہنا کر اور توصیفی اسناد پیش کر کے ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ حکومت کی جانب سے اعلان کردہ ۱۶۸ اصحاب میں سے جن اصحاب نے چیف منسٹر کے ہاتھوں اعزازات لئے ان میں ڈاکٹر بی گوپال ریڈی سابق چیف منسٹر آندھرا پردیش نواب میر اکبر علی خاں سابق گورنر اڈیسہ، مسٹر جنٹس گوپال راؤ اکبوٹے ڈاکٹر جی ایس ملکوٹے، عالمی شہرت یافتہ سائنسداں ڈاکٹر اے ایس راؤ مسز اندرا دھنراج گیرجی نامور آرٹسٹ سید بن محمد نقش، مشہور موسیقار مسٹر عزیز احمد خاں وارثی، مشہور کیرم مسٹر غلام احمد، پدم شری این ٹی راما راؤ، شریمتی انجلی دیوی، شریمتی جمنا رمنا راؤ، سری رام کشن دھرت، مسٹر بی بی بھیمنا، مسٹر روی نارائن ریڈی، مسٹر گورا شاستری ایڈیٹر آندھرا بھومی، ڈاکٹر نائیڈو اما، مسٹر ٹوکری لال جی کپاڈیہ، کرکٹ کھلاڑی مسٹر نرسمہا راؤ، ڈاکٹر سی نارائن ریڈی، والی بال کی ارجن ایوارڈ یافتہ کھلاڑی یافتہ کھلاڑی مسز مولینی ریڈی، ڈائرکٹر پروڈیوسر ایل وی پرشاد، مسٹر دینو مادھو بھی شامل ہیں۔ اس موقعہ پر چیرمین قانون ساز کونسل مسٹر سید مکرم شاہ کے علاوہ وزیر تہذیبی امور مسٹر بھشم سری راما مورتی اور عمائدین شہر کی بھاری تعداد موجود تھی۔

اگادی کی مسرت میں تلگو مشاعرہ کا انعقاد

حیدرآباد: تلگو سال نو اگادی کی مسرت میں آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈیمی کی طرف سے ایک تلگو کوی سمیلن جوبلی ہال میں ہوا۔ تلگو کے ملک الشعراء ڈاکٹر داسرتی نے صدارت کی۔ اس تلگو سمیلن کے مہمان خصوصی ریاستی وزیر قانون مسٹر ایوپا ریڈی تھے۔ کوی سمیلن میں کچھ دیر کے لئے ریاستی چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا وزیر تہذیبی امور مسٹر بھشم سری رام مورتی۔ ریاستی وزیر اکسائز مسٹر جگنا تھ راؤ کے علاوہ تلگو فلم اسٹار جمنا اور انگریزی کی مشہور شاعرہ راجکماری اندرا دھن راج گیر نے بھی شرکت کی۔ کوی سمیلن میں اچاریہ دیواکر دینکٹ اودھانی گنٹور شیشندر شرما، ڈاکٹر سی نارائن ریڈی اور غلام یٰسین کو بہت پسند کیا گیا۔ ان کے علاوہ مسز ایلورہ، ڈاکٹر الاوشیم ارودرا، سچیدانند اچاریہ، اپلاستیہ نارائن شریمتی نینی کرشنا کماری۔ کدر ورلی انجینلو، اچاریہ ترد ملا۔ کرونانندی ڈاکٹر اناک راگھو راؤ، جے بابو ریڈی، نرسمہا شاستری، نینا کوی، سبرا ایشم وغیرہ نے اپنی تلگو کویتائیں سنائیں۔ ہر شاعر کو ایک شال، پھول کا ایک ہار اور (۱۱۶) روپے کا کیسہ زر پیش کیا گیا۔ ریاستی وزیر قانون مسٹر ایاپو ریڈی نے اپنی تقریر میں تلگو قلمکاروں کو مشورہ دیا کہ وہ تلگو تہذیب وکلچر کو اجاگر کرنے والی تحقیقات پیش کریں۔ ریاستی چیف منسٹر مسٹر ٹی۔ انجیا نے اس توقع کا اظہار کیا کہ نیا تلگو سال تلگو زبان وکلچر کے فروغ کا سال ہوگا۔

ریاستی عوام کو اگادی کی مبارکباد

چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا نے آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد اسٹیشن اور دوردرشن حیدرآباد کیندر سے ریاستی عوام سے خطاب کرتے ہوئے انہیں "اگادی" تلگو سال نو کی مبارکباد دی اور اپنی اس توقع کا اظہار کیا کہ نئے سال کے دوران ریاستی عوام کے تعاون و اشتراک کے باعث ریاست ہمہ جہتی ترقی کرے گی۔ مسٹر انجیا نے کہا کہ سماج کے پچھڑے ہوئے طبقات کی فلاح وبہبود کے لئے وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے (۲۰) نکاتی معاشی پروگرام کو ریاست بھر میں پوری سرعت کے ساتھ روبعمل لایا جارہا ہے۔

شاذ تمکنت معظم پورہ، ملے پلی، حیدرآباد ۱۔۔۔۵

ہم ایک ہیں

قومی یکجہتی پر ایک منظوم تمثیل

کورس

مسافر یونہی دھن میں گاتا چلا جا

یہ دریا یہ پربت یہ بادل یہ میداں
خبر بھی ہے سب کچھ ہے جاگیر انساں
یہ فطرت محبت کے گن گا رہی ہے
زمانہ کی عظمت کے گن گا رہی ہے

اندھیروں میں شمعیں جلاتا چلا جا
مسافر یونہی دھن میں گاتا چلا جا

لہو ایک رقصاں ہے سب کے بدن میں
کھلے ہیں کئی پھول اپنے چمن میں
جدا سب کی خوشبو جدا سب کی رنگت
مگر ایک ہے رشتۂ آدمیت

یہ پیغام سب کو سناتا چلا جا
مسافر یونہی دھن میں گاتا چلا جا

مسرت کی تقسیم ممکن نہیں ہے
محبت کی تقسیم ممکن نہیں ہے
یہ دولت برابر لٹی جا رہی ہے
زمیں اپنی آغوش پھیلا رہی ہے

تمنا کی دولت لٹاتا چلا جا
مسافر یونہی دھن میں گاتا چلا جا

کوئی رنگ ہو آنکھ کا نور کہیئے
دلوں کو چراغ سرِ طور کہیئے
نظر کی ترا ہیں سبھی ایک جیسی
مقدس کتابیں سبھی ایک جیسی

تو انجیل و قرآں سناتا چلا جا
مسافر یونہی دھن میں گاتا چلا جا

کلیسا کی آواز

میں کلیسا ہوں اٹھائے ہوئے کاندھوں پر صلیب
سچ کا خوں ہے میری پیشانی پہ سورج کی طرح

مرے سینہ میں ہے انجیل کی تقدیس کا نور
میں نے انساں سے محبت کی قسم کھائی ہے
مجھ کو معلوم ہے انساں کا کوئی رنگ نہیں
عشق کے حالِ پریشاں کا کوئی رنگ نہیں
مری آغوش کشادہ ہے سمندر کی طرح
کتنی جاں بخش فضائیں ہیں مری گھر کی طرح
میں مسیحا ہوں خبر کیجئے بیماروں کو
میں ہوں مرہم کی طرح سینئے زخموں کے لئے
میں محبت کو لٹاتا ہوں خزانوں کی طرح
سایۂ مریم پاکیزہ ہے مرے سر پہ
دونوں ہاتھوں سے سمیٹو مری دولت لوگو
مرا پیغام محبت ہے، محبت لوگو

مسجد کی آواز

میں ہوں مسجد حرم پاک،
قوس انوار ہوں میں، قبۂ تنویر ازل
آؤ آؤ کہ مناروں سے صدا آتی ہے
آؤ آؤ کہ اجالا ہے مری گنبد میں
میں ستونِ دلِ یزداں ہوں سہارا دیدوں
میں شناور ہوں سمندر کا کنارا دیدوں
مری تکبیر سے کہسار کا سینہ ہے دونیم
مری آواز سے بہتا ہوا دریا ٹھہرے
میں اذاں ہوں دلِ افلاک کی دھڑکن ہوں میں
مری آواز کی موجوں کا ترنم دیکھو
مرا پیغام سنو، میرا تکلم دیکھو
میں محمدؐ کی صدا آیتِ قرآں کی طرح
مری خاموشی میں ہے غارِ حرا کی ٹھنڈک
اسمِ اعظم مری گونجی ہوئی للکار میں ہے

میں محبت کا پیامی ہوں، مساوات لئے
کوئی تخصیص نہیں ندۂ یزداں کے لئے
گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہے مہماں کے لئے
چشمۂ نور کو جاتے ہیں ہزاروں رستے
اور وہ نور محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
اور وہ نور محبت کے سوا کچھ بھی نہیں

مندر کی آواز

میں ہوں مندر مرے ناقوس کی آواز سنو
گھنٹیاں بجتی ہیں سینے میں سحر ہوتی ہے
تھال سجتے ہیں، کھنک جاتی ہے دیوار مری
دلِ گوکل میں سما جاتی ہے جھنکار مری
شام کے ترشے ہوئے ہونٹوں پہ مرلی کی پکار
اور مرلی سے وہ لپٹی ہوئی گیندے کی بہار
ایک تصورِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
ایک خاموش عبادت کے سوا کچھ بھی نہیں
ازلی بادۂ راحت کے سوا کچھ بھی نہیں
روحِ آدم کی مسرت کے سوا کچھ بھی نہیں
میں ہوں گیتا مرے اشلوک کی آواز سنو
پیار ہی پیار میں ڈوبے ہوئے سب شبد مرے
رنگ میں ڈوبی ہوئی گوکل و متھرا کی ہوا
بانسری گونجتی ہے آج بھی بندرابن میں
بجلیاں دوڑتی پھرتی ہیں فضا کے تن میں
بانسری والے نے کیا گیت سنائے ہوں گے
اس نے ماکھن نہیں دل سب کے چرائے ہوں گے

بھجن

شیام براجے
نین دوارے
جگ جگ جوت جلائے

انتر گھٹ تک نیہہ کی مدرا
جوڑ دے وہ پائے
یگ یگ جوت جلائے

سب من متھرا سب من گوکل
چار دل) اور بہار
تیرا یہ سندیش ہے پربھو
جگ ہے پیار ہی پیار
داسی سیس نوائے
یگ یگ جوت جلائے
پیڑ روے کی تو جانے ہے
دوجے سے کیا کام
سب کے کشٹ مٹا دے بھگوان
سو سو تیرے نام
تو ہی پار لگائے
یگ یگ جوت جلائے
شیام براجے
نین دوارے
یگ یگ جوت جلائے
ہزار پھول کھلے ہیں وطن کے گلشن میں
کہیں گلاب کہیں یاسمیں کہیں سوسن
اسی کو زینتِ فصلِ بہار کہتے ہیں
کلی پہنتی ہے جس وقت پیرہن گل کا
اسی گھڑی کو ترا انتظار کہتے ہیں

جھلک رہے ہیں کئی رنگ جیسے چلمن میں
ہزار پھول کھلے ہیں وطن کے گلشن میں

دلوں کے درد کی تقسیم ہو نہیں سکتی
وفا برائے وفا ہے یہ جان لے دنیا
کہیں رحیم کہیں رام کہتے آئے ہیں
سبھی کا ایک خدا ہے یہ جان لے دنیا
چمک رہی ہے وہی برق اب بھی ایمن میں
ہزار پھول کھلے ہیں وطن کے گلشن میں
سحر کے نام پہ الزام آ نہیں سکتا
اجالا ایک ہے شاہ و گدا کی چوکھٹ پر
یہ پیار عام ہے یہ ایک بہتی گنگا ہے
دلوں کی پیاس بجھا لو وطن کے پنگھٹ پر
سُروں کے دیپ جلاؤ برستے ساون میں
ہزار رنگ کھلے ہیں وطن کے گلشن میں

راوی

دور تک پھیلی ہوئی سرسبزیٔ وسعت یہ زمیں
ماں کی آغوشِ کشادہ کی طرح لگتی ہے
نسلِ آدم کے جیئے جانے کی پرشور ادا
جام میں سرخیٔ بادہ کی طرح لگتی ہے
یہ مہکتی ہوئی شاخیں یہ لہکتے ہوئے پیڑ
کتنی فیاضی سے سایوں کو لٹا دیتے ہیں
ہر مسافر کے لئے ایک ہے پہنائے شجر
کوئی بھی آئے یہ ٹھنڈک سی بچھا دیتے ہیں
ذائقہ میوۂ شیریں کا ہے یکساں سب کو
نہ لبِ خشک کے حق میں نہ لبِ تر کے لئے
کوئی تخصیص نہیں شرط ہے اک ذوقِ نظر
فطرتِ سادہ کے پھیلے ہوئے منظر کے لئے
دھوپ ممسک بنے اور چاندنی دامن کھینچے
وہ سحر ہی نہیں ہوتی وہ کوئی شب ہی نہیں

آدمیت کے سوا کچھ نہیں رنگِ آدم
ابنِ آدم کے لہو کا کوئی مذہب ہی نہیں

کورس

صلیبوں کی صدا سُنیے
کہ انسانوں سے انساں کی جُدائی ہو نہیں سکتی
خدا کا مدعا سُنیے
جہاں نفرت ہی نفرت ہو خُدائی ہو نہیں سکتی

یہ دنیا عشق کی جاگیر ہے الفت کی بستی ہے
کھلے ہیں پھول شادابی سی شادابی برستی ہے
زمیں سو رنگ سے اپنی سرافرازی پہ ہنستی ہے

یہ ہے بانگِ درا سُنیئے
صلیبوں کی صدا سُنیئے

مسیحا تو نے سامانِ مراحت ہم کو بخشا ہے
سفر ہے زندگی، لُطفِ رفاقت ہم کو بخشا ہے
دیا درسِ وفا، سازِ محبت ہم کو بخشا ہے
ہمارا ماجرا سُنیے
صلیبوں کی صدا سُنیے

بھلا کس دل سے کہیے کیا ہے تری شانِ مسیحائی
دلوں کی سلطنت ہے ترا رنگِ بزم آرائی
مسلماں ہو کہ ہندو ہو وہ سکھ ہو یا کہ عیسائی
سبھوں کی ہے دُعا سُنیے
صلیبوں کی دعا سُنیے
کہ انسانوں سے انساں کی جُدائی ہو نہیں سکتی
خُدا کا مدعا سُنیے
جہاں نفرت ہی نفرت ہو خدائی ہو نہیں سکتی

○ ○ ○

نہ سوزِ عشق ہے باقی نہ اعتبارِ انا
نظر نظر میں ہے صحرائے انتشارِ انا

خلوص و ربط کے آداب بھی وہی جانیں
دل و نگاہ میں جن کی ہے کچھ وقارِ انا

نگاہ میں ہو برہنہ حقیقتوں کا بدن
تو زندگی میں بدلتا نہیں شعارِ انا

تم ایسے وقت میں اپنا بھی جائزہ لینا
لٹا لٹا سا لگے جب کبھی دیارِ انا

لرز لرز اٹھے روح و بدن کا رشتہ تک
کبھی نہ ہو کوئی ایسا بھی سنگسارِ انا

دخیل ہو نہیں سکتے ہوس کے سوداگر
نہیں ہے اتنا بھی آسان کاروبارِ انا

بنامِ دوست نوازی جو قتلِ عام کرے
کہو تو مان لوں اس کو بھی شہریارِ انا

کبھی کبھی تو کرو اپنا احتسابِ عمل
اگر سمجھتے ہو خود کو بھی پاسدارِ انا

کسی کی گرم نگاہی سے بچتا رہتا ہوں
نہ خشک ہو کہیں سرسبز شاخسارِ انا

تلگو عوام کی عظمت

از: جناب ٹی - انجیا چیف منسٹر آندھرا پردیش

تاریخ کی زبان میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہم تلگو عوام کو آندھرا پردیش کے نظم و نسق کی چھتر چھایا میں آکر صرف ۲۵ برس ہوئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تلگو نسل ۲ ہزار سال پرانی اور ایک شاندار ماضی کی حامل ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ برصغیر ہند کے ایک بہت بڑے حصہ پر جو آج کے آندھرا پردیش سے کہیں بڑا تھا، آندھرا کے ست واہن، اکسواکو، چالوکیہ اور کاکتیہ خاندان حکمراں تھے اور ان کی اس عظیم مملکت میں تلگو عوام کی امنگوں اور آرزوؤں کا آئینہ دار، ایک منفرد سیاسی نظام رائج تھا۔ فنون لطیفہ، صنعت و حرفت، سائنس اور ٹکنالوجی کو تلگو عوام کی روشن خیالی اور ان کے رویہ نے ایک نئی جہت عطا کی۔ وہ بیرونی ممالک سے تجارتی تعلقات کے قیام کے علاوہ ہر شعبہ حیات میں انفرادیت اور اولیت کے حصول کے جذبہ کے لئے ماضی کی تاریخ کے صفحات پر سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ اس طرح تلگو نسل نے ہندوستان کی سیاسی سماجی اور ثقافتی ارتقا میں ناقابل فراموش حصہ لیا۔

مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ زبان ہماری زندگی کی بہترین اقدار اور ساختوں کی تفسیر و تفصیل کا ایک وسیلہ ہوتی ہے اور تلگو کا شمار ہندوستان کی ان چند بڑی زبانوں میں ہوتا ہے جسے ہندی کے بعد ہمارے ملک کی بہت بڑی اکثریت بولتی ہے۔ اپنی قوت اظہار، لطافت و نغمگی کے اعتبار سے اسے مشرق کی اطالوی زبان (اٹالین آف دی ایسٹ) کہا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات کا کہنا ہے کہ تلگو کو بلند قامت شاعروں اور عالموں نے نکھارا اور سنوارا ہے۔ "آدی کوی" ننیّا سے لیکر عظیم المرتبت شعرا اور اسکالرس تک، ایراپرگڈ، پدنا، تمنّا، سری نادھا اور پوتنا تک تلگو زبان نے نئے الفاظ استعاروں اور اشاروں سے مالا مال ہوتی رہی۔ اس زبان کی مسلسل ترقی کی ضمانت یوں بھی حاصل ہوگئی اس زبان میں لکھنے والے، اسے عوام تک پہونچانے کی جہد پیہم میں مصروف ہیں۔ ہر ملک و قوم کی طرح، ہمارے ملک کو بھی ابتلا اور انتشار کے ایک دور سے گذرنا پڑا اور تلگو نسل پر بھی اس افراتفری کا اثر پڑا اور جبر و استبداد کے آرے نے اس نسل کے بھی ٹکڑے کر دیئے۔ نتیجتاً توہم پرستی اور کثافت کے اندھیروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دباؤ کے نتیجہ میں اس نسل کی اعلیٰ خصوصیات کا خون ہوا اور بیرونی آقاؤں کی حاکمیت کے جوے تلے تلگو نسل کا شیرازہ بکھر گیا۔ بالآخر وہ اپنی ثقافتی انفرادیت کھو بیٹھی۔

جہاں تک ہندوستانی نسل کا تعلق ہے اس نے بڑی طویل اور صبر آزما جد و جہد کے بعد بیرونی تسلط سے نجات حاصل کی۔ اور آزاد ہندوستان نے سیاست اخلاقیات اور روحانیت کے راستوں پر ایک نئے سفر کا آغاز کیا۔ ہندوستان صدیوں سے ایک ذیلی براعظم رہا ہے۔ جس میں بے شمار لسانی ریاستیں مختلف وحدتوں کی صورت میں بقائے باہم کے تصور کی ترجمانی کرتی رہیں۔ آزاد ہندوستان میں بھی کافی بحث و مباحث کے بعد طے پایا کہ ان وحدتوں کو جو ادھر ادھر پھیلی ہوئی ہیں یکجا کرکے لسانی ریاستیں تشکیل دی جائیں۔ اور آندھرا پردیش ہندوستان کی پہلی لسانی ریاست ہے۔ جو سنہ ۱۹۵۶ء میں قائم کی گئی۔ میں ان سبھوں کی یاد میں اپنا سر جھکاتا ہوں جنہوں نے آندھرا پردیش کی تاسیس کی جد و جہد میں حصہ لیا۔ ۲۵ برس کی مختصر مدت میں آندھرا پردیش، ہندوستان کی ایک عظیم زرعی اور صنعتی ریاست بن گئی ہے۔

اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ نے اپنی چہیتی بیگم بھاگ متی کے حسن وعشق کے نغمے گاکر شہر حیدرآباد بسایا تھا۔ اور اپنی مناجات میں دلوں کو برمانے کے لئے کہا تھا۔

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر ؎ رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

(اے خدا تو میرے شہر کو اس طرح آباد رکھ جس طرح تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں) ارض دکن سے ادب و شاعری کے ایسے کوہ نور نکلے جس پر آج بھی دکن کو ناز ہے۔ یہی وہ سرزمین تھی جو ہمیشہ منفرد شاعری کے اعتبار سے زرخیز رہی دکن میں گولکنڈے کے ملک الشعراء ملا وجہی نے نئے عزم و حوصلے کے ترانے گائے۔ مہاراجہ چندو لال اور مہاراجہ کشن پرشاد شاد کے مشاعروں سے لے کر آج تک مشاعروں کی واہ واہ کا سلسلہ جاری ہے۔ اردو کے بہی خواہوں، ہمدردوں، پرستاروں کا فقید المثال اجتماع نمائش میدان حیدرآباد میں ۲ مئی کی شب اپنے جلو میں ادبی ٹرسٹ کے سولہواں کل ہند مشاعرہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ پہ ۹ بجے شب مشاعرہ گاہ میں باذوق سامعین سے بھرا پڑا تھا۔ اندازہ ہے کہ پچیس ہزار کے لگ بھگ مرد و خواتین موجود تھیں۔ اردو کے ہمدرد منوہر راج سکسینہ صاحب نے مائیک سنبھالا اور ادبی ٹرسٹ کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ پدم شری جناب عابد علی خاں ایڈیٹر روزنامہ "سیاست" مینجنگ ٹرسٹی ادبی ٹرسٹ نے حاضرین کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا آج کے مشاعرے سے ہونے والی ساری آمدنی پرانے شہر کے قدیم گنجان آبادی والے محلے مغلپورہ میں اردو گھر کی تعمیر کے لئے دی جائے گی تو حاضرین نے تالیاں بجا کر پرجوش استقبال کیا۔ اس طرح اس مشاعرہ میں ٹکٹوں سے ۲۵ ہزار ساونیر سے، ۵ ہزار جملہ ایک لاکھ پانچ ہزار روپے کی آمدنی ہوئی۔ وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش شری ٹی انجیا نے دس ہزار کی خطیر رقم دینے کا اعلان کیا اور اردو سے اپنی وابستگی کا مظاہرہ بھی کیا۔ اس عظیم ادبی اور تہذیبی قومی تقریب میں ملک کے نامور مہمان شعراء اور میزبان شعراء نے اپنا کلام سنایا اور خوب داد تحسین حاصل کی۔ مشاعرہ کی صدارت نواب شاہ عالم خاں صدرنشین انوار العلوم ایجوکیشنل کالج تعلیمی سوسائٹی نے فرمائی اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب سید کثرت شاہ، صدرنشین قانون ساز کونسل نے شرکت کی۔ جناب حامد علی عباسی صدر ادبی ٹرسٹ نے صدر مشاعرہ اور چیف منسٹر کی گلپوشی کی۔ نواب میر اکبر علی خاں سابق گورنر اڈیسہ بھی شہ نشین پر بیٹھے مشاعرہ سننے

کے لئے بے تاب تھے۔ مہمان شعراء میں بیکل اتساہی۔ راز الہ آبادی۔ خمار بارہ بنکوی۔ پروفیسر ملک زادہ منظور احمد۔ پروفیسر آزاد گلاٹی۔ جوگا سنگھ انور۔ نازش پرتاب گڈھی میزبان شعراء میں ڈاکٹر مغنی تبسم۔ علی احمد جلیلی۔ خواجہ شوق۔ صلاح الدین نیر۔ امیر احمد خسرو۔ سعید شہیدی

جناب رئیس اختر

ان آنکھوں سے پہلے بھی کہیں بات ہوئی ہے
سوچوں گا کہاں تم سے، ملاقات ہوئی ہے

ملک الشعراء اوج یعقوبی۔ خیرات ندیم۔ رئیس اختر۔ عزیز النساء صبا۔ کنول پرشاد کنول۔ علی الدین نوید نے اپنا کلام سنایا۔

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد نے مشاعرہ کی عمدہ کمپیرنگ کی۔ ذیل میں مشاعرہ کا منتخب کلام پیش خدمت ہے۔

جناب صلاح الدین نیر

میں یہ کب کہتا ہوں اتنا بھی ستم کوش نہ ہو
آدمی کچھ بھی ہو احسان فراموش نہ ہو
میرے حالات بڑے شوق سے لکھو لیکن
کوئی لمحہ میرے ماضی کا فراموش نہ ہو

جناب خیرات ندیم

دستور امن لے کر خنجر بدست نکلے
حالات کے قد آور کس درجہ پست نکلے
ذہنوں کی وادیوں میں کچھ شہرتوں کے بت ہیں
یہ بت شکن بھی آخر خود بت پرست نکلے

حالات ہی ایسے ہیں کہ تھمتے نہیں آنسو
اب زندگی پہ وقت کی برسات ہوئی ہے

جناب کنول پرشاد کنول

زندگی کا نور غائب ہو گیا
لوگ چلتے پھرتے سائے ہو گئے
اجنبی چہروں کی گھر میں بھیڑ ہے
ہم بھرے گھر میں پرائے ہو گئے

جناب علی الدین نوید

رات آنکھوں میں اترنے لگی لمحہ لمحہ
جب بھی سوچا ہے کہ سورج کا سراپا لکھیں
ہم کو مقتل میں جو لے آئے ہیں ان سے کہنا
قتل کے بعد سہی جرم ہمارا لکھیں
ہم تو بدعت کے بھی قائل ہیں مگر کیا کیجئے
ہم کو ممکن ہی نہیں دھوپ کو سایہ لکھیں

جناب خواجہ شوق

سب کو بہ احتیاط نظر دیکھتے نہیں
ہم دیکھتے جدھر ہیں ادھر دیکھتے نہیں
موسم مزاج لوگوں کا ذوقِ نظر ہی کیا
سیپی کو دیکھتے ہیں گہر دیکھتے نہیں
دولت ہے جس کے پاس وہ سب کچھ ہے آجکل
کیا ہو گئی قدرِ ہنر دیکھتے نہیں

جناب علی احمد جلیلی

شمعِ محفل ہوں بجھاؤ گے تو پچھتاؤ گے
بجھ گیا میں تو اجالوں کو ترس جاؤ گے
اپنے ہونٹوں کے علی ایک تبسّم کے لئے
کتنے ہونٹوں کی ہنسی چھین کے لے آؤ گے

محترمہ عزیز النساء صبا

مانا کے بے ارادہ لغزش ہوئی نظر سے
اے دوست زندگی بھر ہم زندگی کو ترسے
نشتر کی طرح اتری ہوئی ہے دل میں
تم نے نظر بچا کر دیکھا تھا جس نظر سے

مہمان شاعر جناب راز الہ آبادی

لذتِ غم بڑھا دیجئے ۔۔۔ آپ پھر مسکرا دیجئے
چاند کب تک گہن میں رہے ۔۔۔ اب تو زلفیں ہٹا دیجئے
ایک سمندر نے آواز دی ۔۔۔ مجھ کو پانی پلا دیجئے
میرا دامن بہت صاف ہے ۔۔۔ کوئی تہمت لگا دیجئے
آپ رہزن ہیں یا رہنما ۔۔۔ کچھ تو اپنا پتہ دیجئے
رازؔ کیا راز کی بات کیا ۔۔۔ قہقہوں میں اڑا دیجئے

پروفیسر آزاد گلاٹی

ڈوب کر خود میں کبھی یوں بیکراں ہو جاؤں گا
ایک دن میں بھی زمیں پہ آسمان ہو جاؤں گا
تم ہٹا لو اپنے احسانات کی پرچھائیاں
مجھ کو جینا ہے تو اپنا سائباں ہو جاؤں گا

جناب جوگا سنگھ انور

خود لہو ہو کے لہو رنگ یہ منظر دیکھیں
بات تو جب ہے کہ گھر اپنا جلا کر دیکھیں
باعمل چوم چکے چاند ستاروں کی جبیں
بے عمل دست کی لکیروں میں مقدر دیکھیں

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد

صحرا، زنداں، طوق، سلاسل، آتش، زہر، دار و رسن
دنیا نے تاریخ وفا کا بس یہ حاصل دیکھا ہے
صحرا صحرا شورِ سلاسل گلشن گلشن شورشِ گل
اب کے برس منظور نے طوفاں ساحل ساحل دیکھا ہے

جناب بیکل اتساہی

تمہارے شہر میں پائل کی ایک چھوڑ آئے ہیں
ہم اپنے گاؤں میں بادل کی برکھا چھوڑ آئے ہیں
انہیں پیاسوں کی خاطر آج تک موجیں تڑپتی ہیں
جو اوروں کے لئے رستے میں دریا چھوڑ آئے ہیں
خبک نگری میں گیتوں کی کمانیں توڑنے والے
سنا بن باس میں غزلوں کی سیتا چھوڑ آئے ہیں

ڈاکٹر مغنی تبسم

میں اپنے قدموں کی آہٹیں بو رہا ہوں لوگو
جو ہو سکے تو میری صدا کا عذاب سہہ لو
سوائے گرد و غبار اب کیا ہے آئینہ میں
مجھے یہ ڈر ہے کہ اپنی بینائی بھی کھو دو

آندھرا پردیش کے ملک الشعرا جناب اوج یعقوبی

بنانے والے بربادی کے منصوبے بناتے ہیں
بچانے والے پھر بھی گلشن کو بچاتے ہیں
معاشی قتل سے بہتر ہے مجھے قتل کر دیجئے
ذرا سا کام ہے آپ اتنی زحمت اٹھاتے ہیں
ہمارے دور کی تہذیب میں کتنی کمی آئی
جو کل آنکھیں بچھاتے تھے وہ آج کتراتے ہیں

جناب سعید شہیدی

داغ دل اُن کی امانت میں چھپائے رکھنا
احتراماً انہیں سینہ سے لگائے رکھنا
آشیاں جلتا ہے جل جائے بلا سے لیکن
برق کی زد سے گلستاں کو بچائے رکھنا

جناب امیر احمد خسرو

عرش تک جاکے جو ناکام پلٹ آئی ہے
ان دعاؤں کے ابھی زیرِ اثر ہیں ہم لوگ
وقت کی ہے یہ عنایت کہ مقدر کا کرم
اپنے ہی گھر میں بہ اندازہ دگر ہیں ہم لوگ

مہمان شاعر نارائن پرتاب گڈھی (نظم آخری بات)

میرا یقیں میرا عزم میری بے باکی
میرا ضمیر امانت ہے صبحِ فردا کی
میرے خلوصِ سخن کو بچائے رکھنا مگر
میری حیات کو ہرگز نہ رہ گذر دینا
میرے قلم کو میرے ساتھ دفن کر دینا
کہ یہ عذاب نئی نسل تک نہ پہونچے

جناب خمار بارہ بنکوی (کامیاب غزل)

اے موت انہیں بھلائے زمانے گذر گئے
آجا کہ زہر کھائے زمانے گذر گئے
او جانے والے آ کہ تیرے انتظار میں
رستے پہ گھر بنائے زمانے گذر گئے
غم ہے نہ اب خوشی ہے نہ امید ہے نہ یاس
سب سے نجات پائے زمانے گذر گئے
جانِ بہار پھول نہیں آدمی ہوں میں
آجا کہ مسکرائے زمانے گذر گئے
کیا کیا سبق لیں آہوں سے اے خمار
یہ تیر بھی چلائے زمانے گذر گئے

رات کے ۲ بجے یہ عظیم الشان مشاعرہ اختتام پذیر ہوا۔ ●●

ماہ مئی کی ڈائری

آندھرا پردیش کی تعمیر و ترقی کیلئے

وزیر اعلیٰ، ارکان کابینہ اور عہدداروں کی سرگرمیاں

- یوم مئی کے موقع پر گورنر آندھرا پردیش جناب کے سی - ابراہام نے چھ ممتاز مزدور قائدین بشمول وزیر اعلیٰ کو اعزازات عطا کئے۔ یوم مئی کے موقع پر بااجرت تعطیل کا اعلان کیا گیا اور ہزار ہا مزدوروں کو وزیر اعلیٰ نے مکانات کی تعمیر کے لئے پٹے جات تقسیم کئے۔ وزیر لیبر جناب جی وینکٹ سوامی نے گورنمنٹ سنٹرل پریس کے ملازمین کے لئے رہائشی کالونی کا سنگِ بنیاد رکھا۔
- ادبی ٹرسٹ کے مشاعرہ میں وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نے شرکت کی اور پرانے شہر میں اردو گھر کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپے کی امداد کا اعلان کیا۔
- وزیر اعظم کے حلقہ انتخاب میدک میں ایمپلائمنٹ گیارنٹی اسکیم کا افتتاح عمل میں آیا۔ کماری سی راجیندرن گاتری کلکٹر میدک اس اسکیم کے تحت کاموں کی رہنمائی کریں گی۔
- جناب اندرسین ریڈی کو دہلی میں حکومت آندھرا پردیش کا خصوصی نمائندہ مقرر کیا گیا ہے اور صاحب موصوف نے جائزہ بھی حاصل کر لیا ہے۔
- سکندرآباد اسٹیشن پر مرکزی وزیر ریلوے نے ۲۱ کوچس اور ڈبل انجن پر مشتمل آندھرا پردیش ایکسپریس کا افتتاح کیا۔ وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا اور صدر نشین ریلوے بورڈ جناب ایم۔ ایس۔ گجرال نے شرکت کی۔
- وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نے میدک ضلع پریشد کے مشاورتی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی اور ضلع میں خشک سالی و پینے کے پانی کی سربراہی کے کاموں کا جائزہ لیا۔ وزیر بڑی صنعت جناب ایم۔ باگا ریڈی اور وزیر صحت جناب مدن موہن نے جلسے سے خطاب کیا۔
- پوری ریاست میں اوزان و پیمانہ جات کے عہدداروں نے اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا کم تول و ناپ کے واقعات میں ملوث افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی اختیار کر رہے ہیں۔
- ڈویژنل انجینئر الیکٹریکل کھمم جناب رگھو رام نے پالونچہ کے قریب ۳۶۰ کیلوواٹ ناگارم لفٹ آبپاشی اسکیم کا افتتاح کیا۔
- جناب ریوندر نائک منسٹر آف اسٹیٹ قبائلی بھلائی نے بتایا کہ ریاستی حکومت گونڈ قبیلے کی بھلائی کے لئے ۲۶،۷۷ لاکھ روپے کے تخمینہ سے مختلف اسکیموں پر عمل کرے گی۔
- وزیر صحت و طبابت جناب اے مدن موہن نے بالاکرتی تعلقہ جنگاؤں میں ۹٫۵ لاکھ روپے کی لاگت سے درجہ بڑھاتے ہوئے تیس بستروں کے دواخانہ کا افتتاح کیا۔
- جناب انجنیلو نائیڈو ڈائرکٹر زراعت نے بتایا ہے کہ اس سال فصل خریف کے دوران کاشتکاروں کو امداد باہمی بنکوں سے ۳۰۰ کروڑ روپے بطور قرض دئیے جائیں گے۔ جناب نائیڈو نے یہ بات

ساحلی اضلاع کی خریف کانفرنس میں شرکت کے بعد بتائی

- وزارت صنعت کی جانب سے ضلع میدک میں ۲۰۹٫۶۰۷ کروڑ روپے کے سرمایہ سے صنعتوں کے ۴ مختلف کامپلکس قائم کرنے کی ٹاسک فورس نے سفارش کی ہے۔ ٹاسک فورس کی رپورٹ مرکزی وزیر صحت ڈاکٹر چندرجیت چھپنا کو پیش کردی گئی ہے۔
- ڈویژنل انجینئر آپریشن کھمم کے بموجب سال ۸۱ - ۱۹۸۰ء کے دوران ضلع کھمم کے ۳۳ مواضعات اور ۱۶ بستیوں کو برقی سربراہ کی گئی ہے۔
- حکومت آندھرا پردیش نے اعلان کیا کہ ایسی تمام گرام پنچایتوں کو جیسکے صدور اور ارکان بلا مقابلہ منتخب ہوں گے ہر گرام پنچایت کو ۵ ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔
- حکومت نے ریاست میں جھونپڑیوں کے لئے "بیمہ اسکیم" کو رائج کیا ہے اور ملک بھر میں یہ پہلا قدم ہے جس کی منظوری وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا نے دیدی ہے۔ پروگرام کے مطابق یہ اسکیم سات اضلاع ورنگل، کھمم، کرنول، کڑپہ، گنٹور، کرشنا اور سریکاکولم کی منتخبہ بلدیات میں رائج کی جائے گی۔ ہر ایک جھونپڑی کے لئے دو ہزار روپے کا بیمہ کرایا جائے گا۔ اسکیم کے مطابق آتشزدگی، ارضی وسماوی خطرات اور دنگے فساد سے متاثر ہونے والی جھونپڑیوں کے مالکان مستفید ہوں گے۔
- وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش جناب ٹی انجیا نے آندھرا پردیش کے ضلع مغربی گوداوری میں پولاورم کے قریب دریائے گوداوری پر ۸۰۰ کروڑ روپیوں کے مصارف سے تعمیر کئے جانے والے پولاورم پراجکٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس پراجکٹ کی تعمیر کے باعث ریاست کے اضلاع مشرقی گوداوری اور کرشنا کی ۲٫۸۳ لاکھ ہیکٹر اراضی کو سیراب کیا جاسکے گا اس پراجکٹ سے ۲۰۰ میگاواٹ برقی بھی تیار کی جاسکے گی۔ سنگ بنیاد رکھنے کی رسم میں ریاستی وزراء جناب بی شیشا اوتارم جناب آر داس، جناب ایم اے عزیز اور شریمتی وجئے لکشمی نے بھی شرکت کی۔
- پدالورم میں وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا نے بٹن دبا کر روٹری ڈرلنگ رگ کا افتتاح کیا اس رگ کو فیڈرل ریپبلک آف جرمنی نے پیش کیا ہے جو زمین میں ایک ہزار میٹر کی گہرائی تک سوراخ کرسکتی ہے
- حکومت آندھرا پردیش نے موٹر گاڑیوں وغیرہ میں استعمال ہونے والے ڈیزل انجن پارٹس اور پرزوں کے تعلق سے قابل سیلز ٹیکس میں (۸) پیسے فی روپیہ اور ٹائرس اور ٹیوبس کے تعلق سے (۹) پیسے فی روپیہ کی حد تک کمی کردی ہے۔ ریاستی حکومت نے دیسی شراب کے سوائے تمام قسم کی شراب لیکن بشمول "ووڈکا" پر وصول کئے جانے والے سیلز ٹیکس میں بھی کمی کردی ہے۔ سرکاری اعلامیہ کے بموجب نئی شرحیں (۱) جہاں شراب کی قیمت خرید میں اکسائز ڈیوٹی شامل ہو، فی روپیہ (۲۵) پیسے اور (۲) دیگر صورتوں میں جہاں مندرجہ بالا دفعہ کا اطلاق نہ ہو (۵۰) پیسے فی روپیہ کم ہوں گی۔

شریمتی درگا بائی دیشمکھ

شریمتی درگا بائی دیشمکھ نے جن کا ۹ مئی کو انتقال ہوگیا خواتین کی صلاح وفلاح کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ انہوں نے تحریک آزادی میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا تھا اور مجلس دستور ساز کے رکن کی حیثیت سے بھی ان کے رول کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ شریمتی دیشمکھ آندھرا پردیش کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے نمک ستیہ گرہ میں حصہ لیکر ۱۹۳۰ء میں سزائے قید پائی۔ ۱۲ برس کی عمر ہی سے انہوں نے سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۶۳ء میں آندھرا یونیورسٹی نے انہیں اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کیا وہ پالیسی کونسل آف انڈیا کی پہلی چیرمین تھیں۔ انہوں نے ۱۰ ہزار سے زائد سوشل ویلفیر سنٹر اور ۳۰ ہزار رورل ویلفیر سنٹر قائم کئے۔

ایم بی ڈی سکسینہ قمر پیلی بھیتی
چار محل (باڑہ کاشی رام)
حیدرآباد ۵۰۰۲۶۴

دنیا میں روزانہ لاکھوں بچے پیدا ہوتے ہیں اور روزانہ ہزاروں آدمی مرتے ہیں۔ اہم نکتہ یہی ہے کہ روزانہ پیدا ہونے والوں کے مقابلے میں روزانہ مرنے والوں کی تعداد کم رہتی ہے اور یہی نکتہ اضافۂ آبادی کا اصل سبب ہے۔

جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت یہ کسی حالت میں نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ یہ بڑا ہو کر کیا بنے گا، کیا کیا کرے گا اور کس میدان میں چمکے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جوتشی سب حال صحیح بتا سکتے ہیں مگر بڑی مشکل تو یہ ہے کہ علم جوتش تو نہایت وسیع اور بالکل صحیح ہے مگر اس کے جاننے والے ایک فی صد بھی مشکل سے ملیں گے۔ عام طور پر لوگ بالکل ہی تھوڑی سی علمیت پہ ناز کر کے خود کے لئے پکے جوتشی ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ اور اندھے اعتقاد سے لوگوں پر اپنی جوتش دانی کا سکہ جما کر لاکھوں روپے پیدا کر لیتے ہیں۔ علم قیافہ کے ذریعہ الٹے سیدھے کانے کی باتیں بتا کر اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں کسی کا ہاتھ دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ "آپ کو ایک فکر ستاتی رہتی ہے"۔ بھلا بتلایئے کہ دنیا میں ایسا کون سا آدمی ہے جسے کوئی نہ کوئی فکر نہ ستاتی رہتی ہو۔ کسی کا ہاتھ دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ "آپ کا ایک دشمن ہے جو ہمیشہ آپ کا بُرا چاہتا رہتا ہے" غور کیجیے کہ ایسا کون سا شخص ہوگا جس کا کوئی نہ کوئی دشمن نہ ہو اور اس کے بارے میں بُرا نہ چاہتا رہتا ہو۔ خیر اس وقت جوتشیوں سے تو کوئی بحث نہیں ہے اس لئے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ لکھ کر آگے چلتے ہیں۔

ایک بچہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تو اُس غریب گھرانے کو بوجہ تنگ دستی ان جوتشیوں کی عنایتیں تو نصیب ہو ہی نہیں سکتیں اور بوجہ ناخواندگی نہ کوئی یہ نوٹ کر کے رکھتا ہے کہ یہ بچہ کس کے ہاں پیدا ہوا، کہاں پیدا ہوا اور کس تاریخ و دن و وقت پر پیدا ہوا۔

بھگوان کی مرضی کہ یہ بڑا ہو کر دنیا کے کسی میدان میں چمکا تو اس وقت یا اس کے مرنے کے بعد ان تمام امور کی بالفاظِ دیگر ان تمام معلومات کی تحقیق شروع ہو جاتی ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تحقیقیں صحیح بھی ہو سکتی ہیں اور غلط بھی۔ اب وہاں کہ کسی بڑے اور متمول گھرانے میں بچہ پیدا ہوا تو انتہائی احتیاط کے ساتھ ہر امر کا اندراج کر لیا جاتا ہے کہ یہ بچہ کس کے ہاں پیدا ہوا، کہاں پیدا ہوا، پیدائش کے ماہ تاریخ دن و وقت کے علاوہ موسم کیسا تھا، بچے کی شکل و صورت، چہرہ و جسم کی ساخت رنگ، حلیہ، قد، وزن اور کوئی خاص نشان، بچے کا منہ کس طرف تھا، بچہ پیدا ہوتے ہی زیادہ رویا، کم رویا یا بالکل ہی نہیں رویا۔ بچے کے پیدا ہوتے وقت اس کی ماں کا منہ کس سمت تھا اس کی ماں اس وقت کس کس رنگ کے اور کون کون سے کپڑے پہنی ہوئی تھی۔ جوتشی مہاراج آتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ کس گھڑی اور لگن میں پیدا ہوا اس وقت اس کے کون کون سے ستارے کہاں کہاں ہیں اس کے ستارے بڑے بلوان ہیں یہ خاندان کی عزت میں چار چاند لگا دے گا آسمان پر سورج اور چاند بن کر چمکے گا دولت قدم چومے گی شہرت اس کے پیچھے پیچھے بھاگے گی۔

دنیا اس کے نام سے تھرائے گی زمانہ اسے سر آنکھوں پہ بٹھائے گا ہر طرح کی خوشی ہوگی اور سب سے لمبی عمر پائے گا وغیرہ وغیرہ، جوتشی جی مقررہ دکشنا کے علاوہ منہ مانگا انعام پاتے ہیں۔ دائی کو تحفے اور اسکی مانگیں کچھ الگ ہی ہوتی ہیں۔ نوکروں کو رقموں اور کپڑوں سے نوازا جاتا ہے۔

کرنا قسمت یا وقت کی بات کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نکما اور آوارہ نکلتا ہے۔ اس سے کسی طرح کا کوئی کام نہیں ہو سکا کسی میدان میں اس کا کوئی مقام نہیں یہ اپنی عمر عزیز کی گھڑیاں گذار کر بالکل ہی گمنامی کی حالت میں ایشور کو پیارا ہو جاتا ہے اب وہ مکمل معلومات جو اس کی پیدائش کے وقت انتہائی وضاحت کے ساتھ لکھوائی گئی تھیں اور بوجہ جوتشی جی کے "بچارے" ہوئے فرسودہ سب بالکل بیکار۔ ان سب کو پھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔

اب ہم آپ کو تلگو کے ایک عظیم المرتبت شہرۂ آفاق اور یکتائے روزگار شاعر شری ویمنا کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں۔

یہ کہاں پیدا ہوئے کس کے ہاں پیدا ہوئے کب پیدا ہوئے ان سب سوالوں کے سلسلے میں محققین کے مختلف جوابات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کا زمانہ ۱۴۱۲ء سے ۱۴۸۹ء تک تھا کوئی کہتا ہے کہ یہ پندرھویں صدی میں پیدا ہوئے کوئی کہتا ہے کہ سنہ ۱۶۵۲ء میں پیدا ہوئے کوئی کہتا ہے کہ سترھویں صدی کے آخر میں زندہ تھے، کوئی کہتا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے اوائل میں بقید حیات تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ مرگا پلے گاؤں میں پیدا ہوئے تو کوئی کہتا ہے کہ یہ کٹاروپلے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ پامرو (ضلع کڑپہ کا موضع پامرو) کی گپھا میں انتردھیان ہوئے یعنی سورگ سدھارے۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کی سمادھی کڑپہ ضلع کے قصبہ کٹارو پلے میں ہے۔ البتہ ایک امر پر کئی محققین متفق ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کڑپہ اور کرنول میں بسر کیا۔

بعض نے لکھا ہے کہ متعدد زنان بازاری سے ان کے تعلقات رہے تھے مگر بعض اس کی نفی کرتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ان کی شادی ہوئی اور کئی بچے بھی تھے۔

چونکہ بچپن ہی سے ان کا رجحان ویراگ اور بھگتی کی جانب تھا اس لئے وہ سب کچھ چھوڑ کر بھرمن کرنے گھر سے نکل گئے اور لامبیکا شو یوگی کے چیلے ہو گئے انہوں نے انہیں بہت ہی اونچا گیان دیا پھر یہ پہنچے ہوئے سادھو سنتوں کی صحبت میں رہ کر ادھر ادھر گھومتے رہے یہ جہاں جاتے ہزاروں آدمی ان کا اپدیش سننے جمع ہو جاتے بہت سے بدمعاش ان کے اپدیش سن کر راہ راست پر آ گئے بہت سے گیانی دھیانی ہو گئے اور وہ ان کی تعلیم کو عام کرنے لگے تو ان کی زندگی ہی میں ویمنا پنتھ چلا مگر ان کے مرنے کے بعد وہ پنتھ بہت پھیل گیا اور آج بھی اس پنتھ کے ماننے والے موجود ہیں۔

شری ویمنا ایک زبردست سماج سدھار، مصلح اور چوٹی کے مفکر تھے۔

ان کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے :۔

۱۔ کسی حالت میں کسی کو کسی طرح مت ستاؤ

۲۔ ہمیشہ سب پر رحم کرو

۳۔ کسی وقت بھی کسی قسم کا کوئی برا کام مت کرو

۴۔ مناسب و جائز آمدنی ہی میں مطمئن رہو۔

ان کی تقریریں بے حد دلچسپ اور انتہائی اثر انگیز ہوتی تھیں

سر ولیم جانسن نے شری ویمنا کو بھارت کا افلاطون مانا ہے۔ انگلستان ان کے خیالات سے بہت ہی متاثر ہے۔ آج بھی شہرہ آفاق محققین میجر میکڈانلڈ اور ڈاکٹر جی۔ یو پوپ ان پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔

شری ویمنا اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے انہوں نے کبھی کاغذ قلم کو ہاتھ نہیں لگایا یہ کہتے جاتے تھے اور ان کے چیلے لکھتے جاتے تھے۔

ایک عرصے تک تو نقادان ادب نے ان کی شاعری کو بیکار سمجھ کر اسے ادب میں شامل نہیں کیا جب لسانی شعور نے ترقی کی تو ان کا کلام چمکا زمانے نے اس کی قدر کی اور اسے اعلیٰ ترین تسلیم کر کے ممتاز مقام دیا۔

اب تک شری ویمنا کے پانچ ہزار بند ملے ہیں۔ جس نظم میں ایک سو بند ہوتے ہیں اسے "شتک" کہتے ہیں حالانکہ بعد میں شعرا نے ان بندوں کی تعداد کم و زیادہ بھی کر دی۔

"شتک" کی زبردست خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر بند کے مکمل معنی ہوتے ہیں حالانکہ وہ بند "شتک" کا جزو ہوتا ہے۔ ہر بند کے چار مصرعوں میں سے ہر بند کا چوتھا مصرعہ ایک ہی ہوتا ہے اسے "مکٹ" کہتے

جمیل نظام آبادی

آندھرا پردیش

ہیں کہیں پربت، کہیں ہیں چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں
ہیں کہیں دریا، کہیں ہیں پتلی پتلی ندیاں
جس طرف دیکھو اُدھر ہیں لہلہاتی کھیتیاں
دعوتِ نظارہ دیتی ہیں یہاں شادابیاں
یہ جنم بھومی ہے میری، آندھرا پردیش ہے

رقص کرتا ہے فضا میں کارخانوں کا دھواں
نور میں ڈوبے ہوئے ہیں جھونپڑے ہوں یا مکاں
شانتی ملتی ہے اور آرام ملتا ہے یہاں
لوگ کہتے ہیں اسے گہوارۂ امن و اماں
یہ جنم بھومی ہے میری، آندھرا پردیش ہے

ہے یہاں کے ذرّے ذرّے میں ستاروں کی چمک
باغ ہی کیا، ہے یہاں صحرا میں پھولوں کی مہک
ہے یہاں کے پتھروں میں شیشۂ دل کی کھنک
گاؤں گاؤں میں نظر آتی ہے جنت کی جھلک
یہ جنم بھومی ہے میری، آندھرا پردیش ہے

خوبصورت اسکی صبحیں، اس کی شامیں ہیں حسیں
پیار کا اور دوستی کا درس دیتی ہے زمیں
دیوتا ہیں خاک کے ذرے یہاں کے ہمنشیں
کوئی فتنہ اس جگہ گردن اٹھا سکتا نہیں
یہ جنم بھومی ہے میری، آندھرا پردیش ہے

ہیں یہاں کے رہنے والے صاحبِ علم و کمال
صاف دل ہیں صاف گو ہیں اور ہیں یہ خوش خصال
آ نہیں سکتا یہاں تفریقِ مذہب کا سوال
اس جگہ معصوم بن جاتا ہے انساں کا خیال
یہ جنم بھومی ہے میری، آندھرا پردیش ہے

برسوں میں اس طرح کا اہتمام دوسرے بہت سے کالجوں میں عمل میں لایا جائے گا۔ ہمارا مطمع نظر پورے تعلیمی نظام میں ایک جامع تبدیلی لانا ہے تاکہ تعلیم بامقصد اور بامعنی ہو جائے۔

ہم اپنی محبوب اور فعال وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی پروگرام کی عمل آوری حرف بہ حرف اور اسکی اصل روح اور جذبہ کے مطابق کر رہے ہیں۔ آندھرا پردیش کے عوام کو ایک ایسے مستقبل کے حصول کا یقین ہو گیا ہے جس میں مالی و سماجی رتبہ اور ذات و نسل پر مبنی اختلافات ختم ہو کر انکی بجائے معاشی مساوات اور سماجی انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

سوراورم پرتاپ ریڈی

تلنگانہ کے مایہ ناز سپوت

سوراورم پرتاپ ریڈی تلنگانہ کے ممتاز سپوتوں میں سے ایک تھے وہ ایک بہت لائق اور سمجھدار انسان تھے جنہوں نے ادب، صحافت، تاریخی تحقیقات اور جدید تلنگانہ کی سیاسیات پر غیر فانی نقوش چھوڑے۔ وہ تلنگانہ اور آندھرا پردیش کے دوسرے حلقوں کی لائبریری تحریک کے بانیوں میں سے ایک تھے۔ وہ ایک کسان خاندان میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم حاصل کی۔ صحافت کا پیشہ اختیار کیا، سیاست میں داخل ہوئے اور آخرکار ادب اور تحقیقی کاموں میں مصروف ہوگئے جس کو وہ بہت پسند کرتے تھے۔

ایک ذہین پروقار سمجھدار اور لائق آدمی اس جاگیردارانہ دور میں بآسانی کوئی منفعت بخش پیشہ اختیار کرکے اعلیٰ مقام حاصل کرسکتا تھا لیکن وہ ایک بے غرض آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ملک کی خدمت کے لئے وقف کردیا اور کوئی اعلیٰ مقام یا ملازمت کا انہوں نے مطالبہ نہیں کیا اور بہادری کے ساتھ مطلق العنان طرز حکومت کے خلاف جنگ کرتے رہے جو عوام کی خواہشوں، ان کی زبانوں اور بنیادی حقوق کا گلا گھونٹنے پر تلی ہوئی تھی۔

پرتاپ ریڈی ۱۸۹۶ء میں محبوب نگر ضلع میں تعلقہ عالم پور کے گاؤں "اٹیکالا پاڈو" میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے کرنول میں اپنے چچا سوراورم رام کرشنا ریڈی کی سرپرستی میں تعلیم حاصل کی۔ رام کرشنا ریڈی تلگو اور سنسکرت طالب علموں کے بڑے سرپرست رہ چکے تھے۔ اپنے شفیق چچا کی سرپرستی اور نگرانی میں پرتاپ ریڈی نے سنسکرت، تلگو، اردو اور فارسی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ پرتاپ ریڈی نے نظام کالج سے انٹرمیڈیٹ کی تکمیل کی اور مدراس کے پریسیڈنسی کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے قانون کی ڈگری بھی مدراس سے حاصل کی جہاں وہ مہاما ہوپادھیایا ویدم ویکٹا رایا شاستری کے ساتھ رہے اور سنسکرت اور شاستروں میں مہارت حاصل کی۔ ویداس سیکھنے کے لئے ویدم وینکٹا رایا شاستری کے کہنے پر انہوں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا اور مرتے دم تک ویجیٹیرین ہی رہے۔ بعد میں پھر وہ ایک بڑے کرنول کے سنسکرت عالم دِواّ لا شنکرا شاستری کے شاگرد رہے اور سنسکرت پر کافی عبور حاصل کیا۔ پرتاپ ریڈی ابتدا ہی سے رسالہ "جنا کنی" کلا اور "ریڈی رانی" میں حصہ لیتے رہے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب وہ مہاتما گاندھی کے زیر اثر تھے اور عدم تعاون کی تحریک نے ان کے حب الوطنی کے جذبہ کو آگ لگادی۔ چند دنوں کے لئے اپنے ابتدائی دور میں پرتاپ ریڈی نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن یہ پیشہ انہیں پسند نہیں آیا اور یہ صرف قدیم دھرما شاستروں کے گہرے مطالعہ کی حد تک مدد کرسکا اور انہوں نے عوام کی زبانوں اور اپنے ملک کے مسائل میں دلچسپی لینا شروع کیا۔ اس وقت راجا بہادر وینکٹ راما ریڈی نے ریڈی یواجنا سنگم اور ریڈی ہاسٹل کے قیام کے سلسلہ میں موزوں شخصیت

کوزری کی ساڑی کے بڑے بڑے گلابوں والے پلّو سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ ایک آنکھ پلو کے باہر نکلی رہی۔ اس کھلی آنکھ نے نجانے کیا جادو کیا کہ محفل اچانک بھڑک اٹھی منتظمین جو اپنے اپنے کاموں میں بظاہر مصروف نظر آتے تھے گانے کی محفل میں آگئے اور کبھی چاندنی جھٹکتے یا گلاسوں اور طشتریوں کو فرش پر سے اٹھا کر طاقوں میں رکھتے یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ کام بھی انکے ذمہ ہیں۔ موتیا کے پھولوں کی مہک بریانی کی خوشبو کو لے اڑی تو عمر رسیدہ لوگ بھی کسی نہ کسی بہانے آموجود ہوئے۔ کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ سیدھا کھڑے ہونے کی کوشش کرتے اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوتا کہ جب تک یہ گانے والی گاتی رہیگی انکی خمیدہ کمر سیدھی ہی رہے گی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زنانہ سے نوجوان لڑکیاں روتے ہوئے چھوٹے بچوں کو گودوں میں لئے آگئیں اور رونے کی آواز کو دبانے کے لئے انکے منہ پر ہاتھ رکھ کر گانا سنتی ہیں۔ اب وہ اٹھا چاہتی ہے لاشِ فانی اور گانے والی اُٹھ کر دوزانو بیٹھ گئی۔ وہ کچھ جھکی ہی تھی کہ دولہا کے دوستوں کے سر دولہا کے سہرے بجٹ گئے سروں کے اس جمگھٹے کو اپنے سر سے توڑ کر گانے والی نے اپنے ہونٹوں سے دس روپیہ کا نوٹ اٹھالیا۔ اس نوٹ کو سارنگی نواز کی جیب میں ڈالتے ہوئے وہ شرماتی، بال سنوارتی اپنی جگہ آبیٹھی دولہا محفل ہنسی ہنستے ہنستے اپنی سرخ دستی سے چہرہ کا پسینہ پونچھتا رہا۔

محفل لطف وسرور کی بلندی سے ڈھلوان پر آرہی تھی گانے والی تالی بجاتی بجاتی ایک لمحہ کے لئے رکی...... اور منہ پھیر کر پلّو کی آڑ میں ہوگئی اور پھر پلّو آہستہ آہستہ سرکنے لگا۔

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے......

کفن سرکا میری بے زبانی دیکھتے جاؤ۔ دیکھتے جاؤ........ قرار و شکیب کے بندھن ٹوٹ گئے۔ کسی نے آہ بھری۔ کسی نے دل تھاما، کوئی ع لوٹنے لگا۔

آہ اور واہ کا طوفان اٹھتا رہا اور گانے والی گاتی رہی

کفن سرکا میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

خوشی یا غم کے اثر کو قبول کرنے میں انسان کا رویہ کبھی کبھی ناقابلِ فہم ہوجاتا ہے۔ خوش رہے گا تو غم کو بھی خوشی کا رنگ دے لیگا غمزدہ ہوگا تو خوشی کو بھی غم بنا لیگا لیکن فانی صاحب کا معاملہ کچھ مختلف تھا۔ اسکول میں مشہور تھا کہ ان کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ وہ وقت سے پہلے ہی چل بسی تو انہوں نے اس صدمہ کا اتنا اثر لیا کہ اپنی شاعری کو اپنے غم کا ذریعہ اظہار بنالیا۔ ایک پڑھے استاد رضا صاحب تھے وہ فانی صاحب کو مرگھٹ کا رونے والا شاعر کہتے تھے لیکن افضل الدین مانیٹر کہتا تھا "فانی صاحب اپنے گھر میں ہنسی خوشی رہتے ہیں دوستوں سے گپ شپ ہوتی ہے، شعر شاعری چلتی ہے، بالکل پتہ نہیں چلتا انکو بیوی کے مرجانے کا غم ہے۔ میں خود انہیں ایک دن انکے گھر میں دیکھ آیا ہوں" وہ کچھ سنجیدہ ہوکر کہنے لگا۔ "یہ سب شاعروں کی شاعری ہے ریاض خیرآبادی کا نام سنا ہے؟" ہم پوچھتے "وہ کس اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں؟" افضل الدین مانیٹر اپنی معلومات کا رعب جمانے لگتا "وہ بھی ایک شاعر تھے۔ انکی شاعری میں شراب بہتی ہے۔ شراب خانہ آباد رہتا ہے لیکن انکی تصویر دیکھو تو اتنی بڑی داڑھی کہ اگر پیشانی سے شروع ہوتو پورا چہرہ ڈھک جائے۔ یہ اپنے فانی صاحب کا غم بھی ایسا ہی ہے۔ شاعری کی خاطر۔ لیکن ہمارے شعور کی رسائی تو صرف اس حد تک تھی کہ ان بیچاروں کی بیوی مرگئی ہے۔

فانی صاحب کمرہ میں داخل ہوئے۔ سب آرزومندانہ عقیدت کے ساتھ کھڑے ہوگئے وہ بیٹھ گئے تو مانیٹر نے کتاب کھول کر سامنے رکھدی اور مسکراتے ہوئے کہا "صاحب آج آپ کی اس غزل کا مطلب سنیں گے"۔ مانیٹر اپنے آپکو استاد کا بھی مانیٹر سمجھتا تھا اس لئے کبھی فانی صاحب کے آگے بھی ڈھیٹ ہوجاتا تھا۔ اس نے ہم سبھوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ فانی صاحب گردن جھکا کر اپنی غزل پڑھنے لگے۔ اسکے بعد کسی گہری سوچ میں پڑگئے۔ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور مقابل کی دیوار کو تکنے لگے۔ ایک جھرجھری انہوں نے لی اور پہلی بار ان کے ہونٹوں پر سے مسکراہٹ کا سایہ سا گزر گیا۔ انہوں نے ورق الٹ دیا۔ ہم سب سوالی نظروں سے مانیٹر کو دیکھنے لگے۔ فانی صاحب کچھ کہنے ہی کو تھے کہ وہ کھڑا ہوگیا۔ صاب ہم سب آپسے اس غزل کا مطلب سننے کے منتظر ہیں اور آپ فانی صاحب نے ٹوک دیا۔ بیٹھ جاؤ افضل الدین اور جماعت سے مخاطب ہوئے، میں اپنی کسی بھی غزل کا مطلب

نہیں سمجھا دیگا۔ آیئے آج اس غزل کے بعد جو غزل ہے" مانیٹر پھر کھڑا ہو گیا "صاب آپ کیا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں"۔ فانی صاحب نے بھنویں چڑھالیں "نہیں یہ بات نہیں میں اپنے اشعار کا مطلب اسلئے نہیں بتانا چاہتا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے اشعار کے مطلب محدود ہو کر رہ جائیں گے۔ لوگ بعد میں کہیں گے خود فانی نے اس شعر کا یہ مطلب بتایا ہے اب اس کا کوئی دوسرا مطلب مستند قرار نہیں پا سکتا"۔ مانیٹر نے بیٹھے بیٹھے کہا "تو پھر جانے دیجئے کچھ بھی نہ پڑھائیے" فانی صاحب کے چہرہ کا رنگ سرخ ہونے لگا۔ انہوں نے مانیٹر کی طرف پلٹتے ہوئے کہا "افضل الدین کھڑے ہو جاؤ" اور جماعت کو گھورتے ہوئے کہا "میں ڈرل ماسٹر صاحب کو بھیجتا ہوں وہ میری غزل کا مطلب آپکو اچھی طرح سمجھا دینگے۔ انہوں نے اپنی گردن دو تین دفعہ ادھر ادھر پھیری اور جماعت چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ چلے گئے تو ہم سبھوں نے مانیٹر کو گھیر لیا "کیا بات ہے چچا آج آپکو کیا ہو گیا اور ڈرل ماسٹر صاحب کو مزاج پرسی کے لئے بھیجا جارہا ہے"۔ مانیٹر ہنسنے لگا' فانی صاحب جب فانی نہیں ہوتے ہیڈ ماسٹر ہوتے ہیں بہت تیز نظر اور زود رنج ہو جاتے ہیں۔ مجھے انکی دیکھتے جاؤ والی غزل کے بارے میں معلوم ہے کہ اسمیں انکے دل کا درد دفن ہے اسلئے میں نے اس غزل کو ایک رسالے سے کاٹ کر آج ہی انکی غزل' دنیا میری بلا جانے سستی ہے یا مہنگی ہے۔ موت ملے تو مفت نہ لوں ہستی کی کیا ہستی ہے۔ پر چسپاں کر دیا تھا۔ اگر فانی صاحب اس غزل کا مطلب سمجھانے پر آمادہ ہو جاتے تو شاعری کے ساتھ ساتھ شاعر کو بھی روتا ہوا ہم دیکھ لیتے۔ لیکن لاشِ فانی تو پیچ و تاب کھاتی اٹھ کر چلی گئی۔ مانیٹر کے تبصرہ پر ہم چپ رہے تو اس نے غصہ سے آنکھیں پھاڑ لیں۔ ہم سبھوں کو ہی ہی ہی ہنسنا پڑا۔ اس دکھاوے کی ہنسی کے پیچھے ہمارے دلوں کا وہ گھاؤ تھا جو مانیٹر کے گستاخانہ طنز سے لگا تھا۔ ہمیں تصور میں بھی فانی صاحب کو لاش کی شکل میں دیکھنا گوارا نہ تھا۔

فانی صاحب کو تو زندگی کے کٹھن سفر میں ابھی بہت سی جان لیوا منزلیں طے کرنا تھا۔ انکو ملازمت سے علٰحدہ ہونا تھا۔ گزر بسر کے لئے شاہی دربار سے وابستہ ہونا تھا۔ اپنی وضعداری کو قائم رکھنے کے لئے قرض لیتے رہنا تھا۔ پھر قرضخواہوں کے ڈر سے گھر میں چھپ کے بیٹھنا تھا اور آخر زندگی سے بیزار ہو کر اپنے فانی جسم کو بھی چھوڑ جانا تھا۔ اور انکی لاش کو اس وقت تک سڑتے رہنا تھا جب تک کہ محکمہ آرائش بلدہ کے لاوارث لاشوں کے فنڈ سے تجہیز و تکفین کی رقم منظور نہ ہو جاتی۔ اور یہ افضل الدین مانیٹر کہہ رہا تھا۔ لاشِ فانی پیچ و تاب کھاتی اٹھ کر چلی گئی۔ میاں ایٹر (MAN-EATER) کہیں کا.....

غزل

گوہر کریمنگری
۲۳-۲-۷ منا کی تھوٹا
کریم نگر ۵۰۵۰۰۱
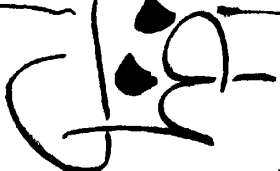
جب خاکِ چمن کرتی ہے بپا غم دیدہ گلوں کے ہنگامے
ہر لمحہ قیامت ڈھاتے ہیں شوریدہ سروں کے ہنگامے

کیا جام و سبو کیا میخانہ ساقی بھی رسوا ہوتا ہے
بازار کی زینت بنتے ہیں جب بادہ کشوں کے ہنگامے

افلاک کی گردش کرتی ہے نیلام جو ننگوں بھوکوں کا
روزی کا وسیلہ بنتے ہیں بے جان کلوں کے ہنگامے

آ آ کے حصاروں سے باہر ہو جاتی ہیں خوشیاں بھی رقصاں
ہوتے ہیں سرِ بازار جہاں آوارہ غموں کے ہنگامے

ہر لمحہ لمحۂ عبرت ہے احسان فراموشوں کے لئے
تاریخ جہاں دہراتی ہے بے جسم سروں کے ہنگامے

اب تقریروں کو چھوڑ ذرا پڑھ دیواروں کی تحریریں
آزارِ دل و جاں ہیں اپنے اپنے ہی گھروں کے ہنگامے

لیموں کے پرخچے اڑتے ہیں فانوس ہوا ہو جاتے ہیں
جب آتے ہیں روشن محلوں تک ویران گھروں کے ہنگامے

کیا ہم نے سیکھا کیا جانا یہ مستقبل بتلائے گا
حالات ہیں اپنے درس کا درس اور ہنگاموں کے ہنگامے

بے رخت سفر اور بے مقصد لے ساتھ چلے تھے تم جن کو
کیا روک سکو گے راہبرو! اُن راہروؤں کے ہنگامے

مفہوم ادا ہو جاتا ہے اصنام تراشی کا **گوہر**
چھا جاتے ہیں جب ذہن و دل پر ترشیدہ بتوں کے ہنگامے

تنقید و تبصرہ

تبصرہ نگار: سراج احمد جلیلی
۳۸۶ - اسپیشل بی کلاس
نیو آغاپورہ، حیدرآباد - ۵۰۰۰۰۱

نام کتاب: یادگار عرش ملسیانی

مرتبہ : مالک رام
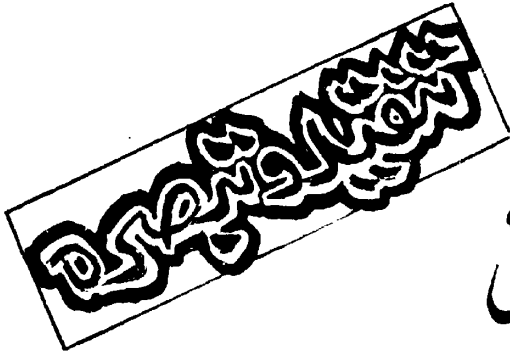
سنہ اشاعت : جنوری سنہ ۱۹۸۱ء

ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت : ۱۲ روپے ۵۰ پیسے

اردو زبان کے مشہور زمانہ شاعر حضرت عرش ملسیانی کا ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۷۹ء کو انتقال ہوا تھا کچھ دنوں بعد انکے احباب نے فیصلہ کیا کہ ان کی برسی کے موقع پر ایک جلسہ منعقد کیا جائے اور انکے دوست اور اعزہ انکی خدمت میں خراج عقیدت پیش کریں ساتھ ہی یہ بات بھی طئے پائی کہ جلسے میں محض تقریریں نہ ہوں بلکہ ان کے اعزہ سے مضامین لکھوا کے ان کا ترجمہ بھی شائع کیا جائے چنانچہ زیر نظر کتاب یادگار عرش ملسیانی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ممتاز ماہر غالبیات حضرت مالک رام کی شخصیت دنیائے اردو ادب میں تعارف کی محتاج نہیں کتاب کے دیباچے میں آپ فرماتے ہیں کہ عرش ملسیانی کی برسی کے موقع پر انکے عزیز واقربا اور احباب نے فیصلہ کیا کہ ایک جلسہ منعقد کریں اور مرحوم شاعر کو خراج عقیدت پیش کریں مضامین جمع کرنے کا کام میرے سپرد ہوا بہرحال جو کچھ بھی برا بھلا ہو سکا حاضر خدمت ہے۔

کتاب کی ابتداء میں حسب ذیل مشہور و معروف ہستیوں کے پیغامات درج ہیں جنہوں نے بڑی عقیدت مندی سے عرش ملسیانی کو خراج عقیدت پیش کیا

۱ ۔ جناب شیخ محمد عبداللہ وزیر اعلیٰ جموں وکشمیر
۲ ۔ کرنل سید بشیر حسین زیدی مدظلہٗ
۳ ۔ ملک الشعراء ابوالاثر حفیظ جالندھری
۴ ۔ حضرت میکش اکبرآبادی
۵ ۔ حضرت حامد علی خاں مدظلہٗ
۶ ۔ جناب مہر لال سونی ضیا فتح آبادی
۷ ۔ حضرت خوشتر گرامی (سابق مدیر بیسویں صدی)

جناب شیخ محمد عبداللہ اپنے پیغام میں فرماتے ہیں یہ امر باعث مسرت ہے کہ مرحوم عرش ملسیانی صاحب کی یاد میں ایک کتاب کا اجراء عمل میں آرہا ہے عرش صاحب بڑے باغ و بہار آدمی تھے اور انہوں نے ہر لحاظ سے اردو ادب کی خدمت کی ۔ میری نظر میں وہ ایک ایسے شریف النفس اور وضعدار انسان تھے کہ ان کی کمی بہت دنوں تک محسوس کی جاتی رہے گی

کرنل سید بشیر حسن زیدی مدظلہٗ اپنے پیغام میں فرماتے ہیں "پنجاب کی مردم خیز زمین نے جن شاعروں اور ادیبوں کو جنم دیا اس میں عرش ملسیانی کا تعلق اس نسل سے تھا جو سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد اردو ادب کے افق پر کرن بن کر چمکی ۔۔۔۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھا شاعر اچھا انسان بھی ہو مگر عرش ملسیانی میں یہ دونوں خوبیاں یکجا ہوگئی تھیں وہ اردو کے سچے عاشق، دردمند شاعر اور مخلص محب وطن تھے ۔۔۔۔۔ حضرت عرش کے اٹھ جانے سے اردو کا ایک اچھا شاعر اٹھ گیا ۔۔۔۔"

حضرت میکش اکبرآبادی اپنے پیغام میں فرماتے ہیں "عرش صاحب شاعری کے فن میں بڑے ماہر تھے عیب و صواب پر ان کی نظر بڑی گہری تھی ۔ شاعری میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اور ان کا مذاق سخن بڑا شائستہ تھا۔"

حضرت حامد علی خاں مدظلہٗ اپنے پیغام میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔۔

بالمکند، عرش ملسیانی اردو زبان کے مشہور شاعر تھے ..... عرش غلط تعصبات سے بالاتر تھے ان کا مرتبہ عام پنڈتوں اور ملاؤں سے بہت بلند تھا جہاں خوبی دیکھتے تھے اس کا اعتراف کرتے تھے ۔ وہ نعت گو بھی تھے ۔ اُمید کہ ان کے احباب ان کے باقی ادبی کارناموں کی طباعت کا بھی انتظام کرینگے

حضرت خوشتر گرامی نے اپنے پیغام میں فرمایا " جناب بالمکند عرش ملسیانی ایک عظیم شاعر تھے وہ اخلاص و اخلاق کے ایک قابل تعظیم نمونہ تھے ادب آفرین، ادب آموز، ادب آشنا، دوست پرور، دوست نواز ـــــ وہ خلوص و محبت اور احساس درد مندی کا پیکر تھے ۔ دوست نوازی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ...... وہ ایک بلند پایہ ادیب، صحافی اور شاعر ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر شخصیت بھی تھے ـــ "

ان مشہور ہستیوں کے پیغامات کے بعد حضرت عرش ملسیانی کے دوست و احباب کے مضامین کو جناب مالک رام نے بڑی عمدگی کے ساتھ مرتب کیا ہے ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عزیز و اقربا اور دوستوں کے مضامین اس کتاب میں ملتے ہیں شریمتی راج عرش، شریمتی آشا کیلا، مالک رام، جناب دوارکا داس شعلہ، جناب خلیق احمد نقوی، پروفیسر جگنا تھ آزاد، جناب کالی داس گپتا رضا، جناب حکیم ترلوک ناتھ اعظم جلال آبادی، جناب خزاں چند بسیم حیرتی، جناب رشی پٹیالوی، جناب دینا ناتھ مست، جناب ر ۔ ک ۔ نول، پروفیسر محمد حسن، جناب اسلام عشرت جناب شہباز حسین (مدیر آج کل) جناب الفت امین آبادی، جناب نسیم کاشمیری اور جناب برہانند جلیس ۔

غرض جناب مالک رام صاحب نے بڑی محنت و جستجو سے یہ کتاب مرتب کی ہے جس سے حضرت عرش ملسیانی سے انہیں جو گہری عقیدت تھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ کتاب کا سرورق کتابت و طباعت نہایت معیاری اور عمدہ ہے ۔ حسب ذیل مقامات سے یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے۔

- ماہنامہ "کتاب نما" جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ اردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰٦
- پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳
یونیورسٹی مارکٹ علی گڈھ ۲۰۲۰۰۱

نام کتاب : **پریم چند فکر و فن**

نام مصنف : قمر رئیس

سنہ اشاعت : سنہ ۱۹۸۰ء

پبلیشر : ڈائرکٹر پبلیکشنز : ڈویژن وزارت اطلاعات و نشریات حکومت ہند پٹیالہ ہاؤس، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

قیمت : ۸ روپے

جناب قمر رئیس کی شخصیت دنیائے اردو ادب میں محتاج تعارف نہیں ۔ موصوف نے زیر نظر کتاب "پریم چند فکر و فن" میں بڑی تلاش و جستجو محنت و لگن سے پریم چند کے فکر و فن پر انتہائی بصیرت افروز مضامین لکھے ہیں ۔ پریم چند سے کون واقف نہیں وہ ہندی اور اردو کے ان چند باکمال ادیبوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ہمہ گیر شہرت حاصل کی ۔ آپ کی مختلف تصانیف کا ترجمہ نہ صرف ہندستان کی بلکہ دنیا کی تقریباً تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی صد سالہ جنم دن کی تقریبات سنہ ۸۰ء میں نہ صرف ہندستان بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں بھی بڑی اہتمام و عقیدت سے منائی گئیں

حرف آغاز میں فاضل مصنف، پریم چند کے تعلق سے فرماتے ہیں "ہندستان میں ان کے صد سالہ جشن کے تعلق سے دانش گاہوں، دوسرے علمی اداروں میں شاندار علمی مذاکرے ہوئے ہندی اور اردو کے بعض اخبارات اور رسائل کے خاص نمبران کے مطالعہ کے لئے مخصوص کئے گئے ۔ ہندی اور انگریزی میں ان کی زندگی اور تصانیف کے بارے میں چند نئی کتابیں بھی شائع ہوئیں ۔ یہ سب کچھ ہوا پھر بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان کی ہمہ گیر مقبولیت، جدید افسانوی ادب میں انکے حلقۂ اثر اور ان کے ادبی مرتبہ کے شایانِ شان جو کچھ ہونا چاہیئے تھا وہ ابھی تک نہ ہو سکا۔ گذشتہ چالیس سال میں بلاشبہ اردو اور ہندی کے افسانوی ادب نے بڑی ترقی کی ہے افسانہ میں تکنک، زبان و بیان اور تخلیقی رویوں کے اعتبار

سے نئے رجحانات اور نئے معیار سامنے آئے ہیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اگر اس راہ میں پریم چند اپنے خونِ جگر سے چراغ روشن نہ کرتے تو آج اس میں اتنی روشنی اور رونق نہ ہوتی .... اردو میں پریم چند کی حیات اور کارناموں کے بارے میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے بعض نایاب ہیں کچھ بہت ضخیم ہیں اور بعض کی قیمت زیادہ ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب کے اوراق میں پریم چند کی سوانح اور ان کے ذہنی اور تخلیقی سفر کا ایک مختصر لیکن جامع خاکہ مرتب ہو جائے کہ وہ ادب کے عام قارئین اور طلبا دونوں کے لئے مفید ہو سکے اور وہ کم سے کم وقت میں روشناس ہو سکیں۔

چنانچہ اس کتاب میں محترم مصنف کے وہ مضامین بھی شامل ہیں جو انہوں نے پچھلے چند سالوں میں پریم چند کی تخلیقی فکر کے بارے میں لکھے ہیں۔ اور پھر ان میں سے بعض مضامین کو کچھ توسیع و ترمیم کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پچھلی نصف صدی میں پریم چند ہی وہ ہندستانی ادیب ہیں جن کی شہرت و مقبولیت میں سال بہ سال اضافہ ہوتے رہا ہے اور وہ آج بھی سب سے زیادہ پڑھے جانے والے افسانہ نگار ہیں۔ پریم چند کی مقبولیت کا راز یہی ہے کہ وہ کسی ماورائی، پراسرار، ہیجان خیز دنیا کو اپنے افسانوں میں پیش نہیں کرتے بلکہ افسانہ میں عام انسان کے روزمرہ زندگی کے ایسے حقایق دریافت کرتے ہیں جن تک دوسرے فنکاروں کا ذہن نہیں جا سکتا۔ پریم چند نے اپنے بعض خطوط اور مضامین میں اپنے نظریۂ فکر و فن کی وضاحت بھی کی ہے وہ افسانوی ادب میں ٹالسٹائی کی طرح بشری عناصر اور اخلاقی تصادم کے ساتھ ساتھ نفسیاتی پہلو پر بھی روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

میرے اکثر قصے کسی نہ کسی مشاہدہ یا تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں اس میں ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں کوئی واقعہ افسانہ نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ کسی نفسیاتی حقیقت کا اظہار نہ کرے۔"

کتاب "پریم چند فکر و فن" میں فاضل مصنف کے پانچ انتہائی مفید اور بصیرت افروز مضامین شامل ہیں جس میں صاحب موصوف نے بڑی جستجو اور لگن سے منشی پریم چند کے فکر و فن پر قلم اٹھایا ہے۔ ہر مضمون اپنے دامن میں بے پایاں قیمتی معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے۔ مضامین کی ترتیب اس طرح ہے

۱ - سفر کی منزلیں
۲ - گاندھی واد سے سماج واد تک
۳ - فرقہ وارانہ ہم آہنگی
۴ - تصورِ حیات
۵ - پریم چند کی روایت

یہ کتاب اب تک منشی پریم چند پر لکھی گئی کتابوں میں ایک اہم اضافہ ہے جسے قارئین یقیناً قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے خاص طور پر طلبا کے لیے یہ کتاب انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ کتاب کا سرورق دیدہ زیب ہے کتابت و طباعت بہت خوبصورت اور معیاری ہے۔ کتاب ..ا صفحات پر مشتمل ہے اور حسب ذیل مقامات سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

- پبلیکیشنز ڈویژن، پٹیالہ ہاؤس۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
- سُپر بازار کناٹ سرکس، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
- کامرس ہاؤس کریم بھائی روڈ، بلارڈ پائیر بمبئی ۴۰۰۰۳۸
- ایسپلنڈ روڈ، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
- شاستری بھون ۳۵، ہیڈ ورڈز روڈ، مدراس ۶۰۰۰۰۶
- بہار اسٹیٹ کوآپریٹیو بینک بلڈنگ، اشوک راج پتھ، پٹنہ

وزیرِ اعظم کی اگادی مبارکباد

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے آندھرا پردیش کے عوام کو تلگو سال نو اگادی کی مبارکباد دی ہے۔ چیف منسٹر جناب ٹی انجیا کے نام ایک مکتوب میں وزیر اعظم نے ریاست کے عوام سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔

رویندرا بھارتی میں
چیف منسٹر جناب ٹی انجیا
اگادی تقاریب کے موقع
پر جناب اوج یعقوبی
کو اردو کے ملک الشعراء
کا اعزاز و خطاب
عطا کرتے ہوئے ۔

رویندرا بھارتی میں
وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا
شری بالامرلی کرشنا
کو اعزاز و
خطاب عطا کرتے
ہوئے ۔

رویندرا بھارتی میں
چیف منسٹر آندھرا پردیش
جناب ٹی انجیا اگادی
تقاریب کے موقع پر
شری ایمانی ست نکر
شاستری کو اعزاز
و خطاب عطا کر رہے
ہیں۔

گادی کے پرمسرت
موقع پر رویندرا
بھارتی میں چیف منسٹر
جناب ٹی انجیا
شری نٹراج رام
کرشنا کو اعزاز
و خطاب عطا کر رہے
ہیں
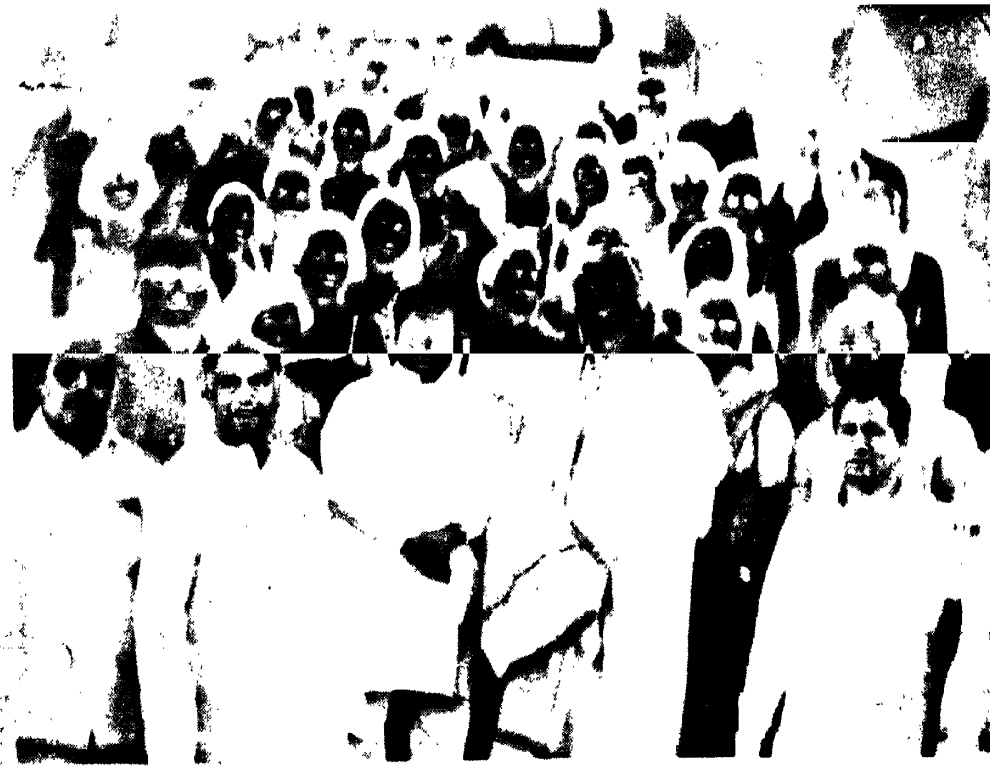
۳۵ ارکان پر مشتمل امن کمیٹی کا ایک روسی وفد چیف منسٹر آندھرا پردیش جناب ٹی انجیا سے ملاقات کیا۔ جناب ایم۔ ایم ہاشم وزیر تجارتی امور بھی دیکھے جا سکتے ہیں

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا نے سلطان بازار ہائی اسکول کی ۱۱۶ ویں سالانہ تقریب میں شرکت کی
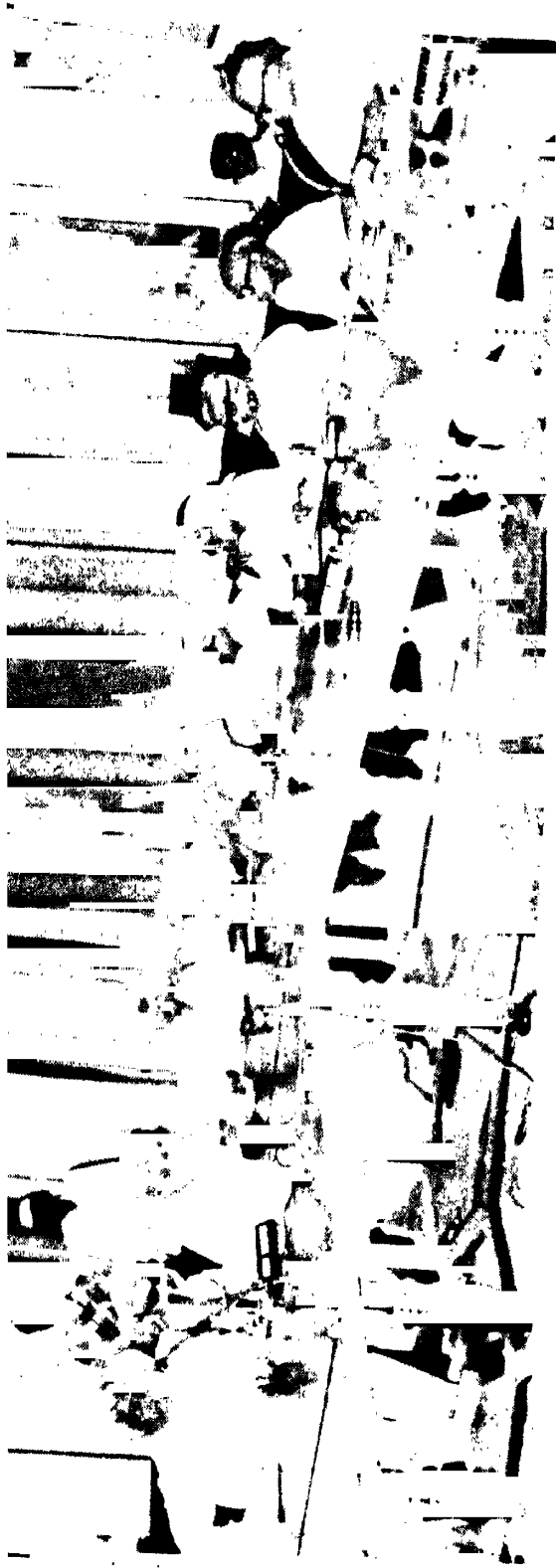
ریاست کے اپوزیشن قائدین سے چیف منسٹر آندھرا پردیش جناب ٹی انجیا گفتگو کر رہے ہیں
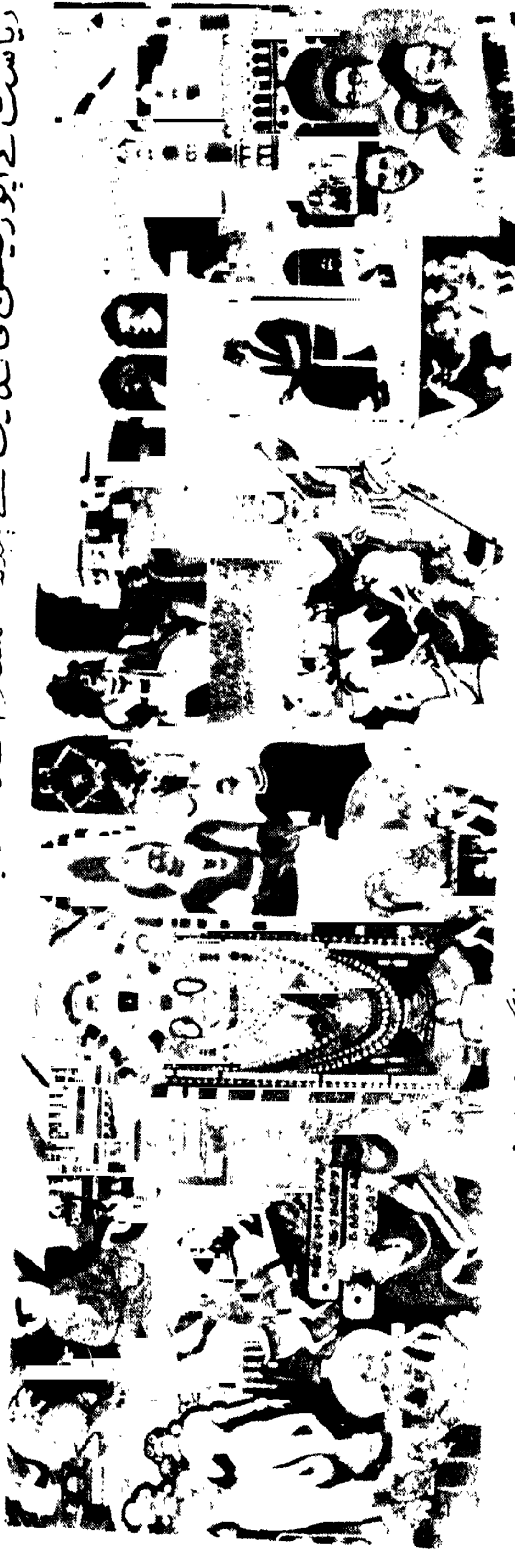
سری کرشنا دیورائے لائبریری میں پینٹنگس کا مجموعہ

گورنر آندھرا پردیش جناب کے سی ابراہام نے ۵ اپریل کو رویندر بھارتی میں نئے تلگو سال کے آغاز پر اگادی تقاریب کا شمع روشن کر کے افتتاح کیا۔ چیف منسٹر جناب ٹی انجیا، ملک الشعراء شری داسرتھی اور ڈائرکٹر انفارمیشن جناب وی وی مانکیالا راؤ بھی اس پرمسرت موقع پر موجود تھے۔

رویندر بھارتی میں چیف منسٹر جناب ٹی انجیا اگادی تقاریب کے افتتاحی جلسے سے خطاب کر رہے ہیں۔ اس موقع پر شری نٹراج رام کرشنا، شری بالامرلی کرشنا، شری ایمانی شنکر شاستری اور جناب ادیج یعقوبی کو اعزازات و خطابات عطا کیے گئے۔

PERSIDANGAN TELUGU SEDUNIA YANG KEDUA
THE SECOND WORLD TELUGU CONFERENCE PETALING JAYA MALAYSIA

جولائی ۱۹۸۱ء ۵۰ پیسے

جولائی ۱۹۸۱ء • رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ • اشاعت کا ۲۶ واں سال • شمارہ ۶

فہرست

چیف ایڈیٹر : وی - وی - مانکیالا راؤ

ایڈیٹر : ملک محمد علی خاں

- اس شمارہ میں اہلِ قلم حضرات نے انفرادی طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے لازمی طور پر حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

- زرسالانہ ۶ روپے، فی پرچہ ۵۰ پیسے۔ زرسالانہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔ منی آرڈر ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ کے نام روانہ کیجئے
- مضامین بھیجنے کا پتہ : ایڈیٹر (اردو) ماہنامہ "آندھرا پردیش" محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ، گرہا کلپا، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ (اے پی)
- ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش نے شائع کیا
- طباعت : گورنمنٹ سنٹرل پریس چنچل گوڑہ، حیدرآباد
- تزئین و کتابت : ایس - اے - حمید

اداریہ

- ریاست میں ۱۱ سال کے طویل عرصے کے بعد حکومت نے پنچائت راج کے انتخابات منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور راست انتخابات کے ذریعہ ایک نیا تجربہ کیا گیا۔ پرامن رائے دہی اور انتخابی نتائج سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ آندھرا پردیش کے رائے دہندے دیہی ترقی کے لئے سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ حکومت نے وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کی رہنمائی میں پنچائت راج انتخابات کے لئے جو انتظامات کئے تھے وہ مثالی اور جسکی تعریف صحافت نے بھی کی ہے۔ توقع ہے کہ نئی پنچائتیں نئے ولولوں و عزائم کے ساتھ دیہی ترقی کے لئے آگے بڑھیں گی۔
- خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں روزگار کی فراہمی، پینے کے پانی اور جانوروں کو چارے کی جنگی پیمانے پر سربراہی کے انتظامات کئے گئے۔ متاثرہ علاقوں کے [illegible] نے حکومت کے ان اقدامات پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کی ذاتی توجہ کے نتیجے میں متاثرہ علاقوں کے عوام کو بروقت مدد ملی ہے۔
- گذشتہ کئی برس کے بعد سال حال موسم گرما کے دوران میں برقی کی سربراہی اطمینان بخش طریقہ پر جاری رہی ہے جس پر کسانوں، صنعت کاروں [illegible] عام صارفین نے مسرت کا اظہار کیا ہے۔
- وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی معاشی پروگرام اور آنجہانی سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام پر عمل آوری کے لیے ریاستی حکومت پورے خلوص سے مصروف ہے اور وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کے دور حکومت میں کسانوں، مزدوروں، کمزور طبقات اور قبائلیوں کی ترقی کے لئے جو [illegible] کئے جارہے ہیں ان کا مجموعی طور پر عوام نے پر جوش خیر مقدم کیا ہے۔
- پرانے شہر کی ترقی کے لئے حکومت خلوص دل سے کوشاں ہے اور وزیر اعلیٰ جناب ٹی۔ انجیا نے درگاہ شریف حضرت جہانگیر پیراںؒ کے احاطہ میں ایک [illegible] سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ پرانے شہر میں ڈیولپمنٹ اتھارٹی اور اقلیتوں کے لئے فینانس کارپوریشن کے قیام کی تجاویز پر غور کر رہے ہیں وزیر اعلیٰ نے یہ بھی کہا [illegible] حکومت قومی اتحاد و یکجہتی کے استحکام کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ وزیر اعلیٰ نے موسیٰ ندی میں سر مرزا اسماعیل کامپلکس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اعلان کیا کہ ایک کروڑ روپے کے اس کامپلکس سے پرانے شہر کی ترقی میں اضافہ ہوگا۔
- وزیر اعلیٰ نے پرانے شہر میں دینی تعلیمی ریالی کو مخاطب کرتے ہوئے دینی تعلیمی ٹرسٹ کیلئے دس ہزار روپے کی رقمی امداد کا اعلان کیا۔ وزیر اعلیٰ نے ارکان [illegible] وقف بورڈ کو مخاطب کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اُن پر اقلیتی طبقہ نے اطمینان کا اظہار کیا ہے اور توقع ہے کہ [illegible] وقف بورڈ وزیر اعلیٰ کے مشوروں پر بھرپور عمل آوری کی مخلصانہ کوشش کرے گا۔
- اب جبکہ تعلیمی [illegible] کا آغاز ہو چکا ہے حکومت نے نصابی کتب اور کاپیوں کی سربراہی کے لئے خصوصی انتظامات کئے ہیں جس سے لاکھوں طلباء مستفید ہو رہے ہیں۔
- حکومت نے بارش کے آغاز کے ساتھ ہی ساری ریاست میں شجر کاری کے لئے خصوصی انتظامات کئے ہیں اور ہم قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ا[illegible] مکانوں [illegible] محلوں کی کھلی جگہوں پر زیادہ سے زیادہ پودے لگائیں۔ پودوں کی بلا معاوضہ سربراہی کا انتظام کیا گیا ہے۔

ملک محمد علی خان

این۔ بھاسکر راؤ
وزیر زراعت آندھرا پردیش

آندھرا پردیش میں زرعی ترقی

جنوبی ہند میں " چاول کا تھال " کہلانے والی ریاست آندھرا پردیش اپنی سلور جوبلی تقاریب کے ایک جزو کے طور پر " یوم بہبودیٔ کسان " منائی ہے تاکہ ہمارے کسانوں نے جو شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں انہیں نمایاں کیا جائے اور محکمہ زراعت آندھرا پردیش زرعی یونیورسٹی اور زرعی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی پر خلوص خدمات پر روشنی ڈالی جائے جن کی بدولت ہمارے کسان سبز انقلاب کو ایک حقیقت بنانے میں کامیاب ہوئے ۔

گذشتہ پچیس برسوں کے دوران میں محکمہ زراعت نے متعدد پروگرام اور ترقیاتی اسکیمات مرتب کیں جن سے کسان برادری کو عظیم فوائد حاصل ہوئے اور ریاست میں زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی ہوئی ۔ غذائی اجناس کی پیداوار جو ۵۷-۱۹۵۶ء میں ۵۶٫۱۷ لاکھ ٹن تھی بڑھ کر ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱٫۶۶۷ لاکھ ٹن ہوگئی ۔ چاول کی مقدار پیداوار ۳۴ لاکھ ٹن سے ۷۴ لاکھ ٹن ہوگئی ۔ اسی طرح باجرا کی مقدار پیداوار ۳ لاکھ ٹن سے ۳٫۶۲ لاکھ ٹن مکئی کی پیداوار ایک لاکھ ٹن سے ۵۱٫۶۶ لاکھ ٹن اور جوار کی پیداوار ۱۱ لاکھ ٹن سے ۱۶٫۶۲ لاکھ ٹن ہوگئی ۔ چاول کی فی ہیکٹر پیداواری صلاحیت ۵۷-۱۹۵۶ء کی مقدار ۱۱۴۶ کیلو گرام کے مقابلہ میں بڑھ کر ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱۷۱۹ یعنی دوگنی کے قریب ہوگئی ۔ ۵۷-۱۹۵۶ء کی مقدار کے مقابلہ میں باجرے کی پیداوار ۳۸ فی صد اور جوار کی پیداوار ۵۵ فی صد اضافہ ہوگئی ۔ جوار کی پیداواری صلاحیت میں زبردست اور لائق ستائش اضافہ ہوا یعنی جوار کی فی ہیکٹر پیداوار ۵۵۶ کیلو گرام سے بڑھ کر ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۲۱۲۲ کیلو گرام فی ہیکٹر تک پہنچ گئی ۔ کپاس کی پیداوار

۷۳٫۱۱ لاکھ گانٹھوں سے بڑھ کر ۵۶٫۴ لاکھ گانٹھیں ہوگئی اور میستا کی پیداوار جو ۶۵-۱۹۶۴ء میں ۸۷٫۴ لاکھ گانٹھیں تھی ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۹٫۲۸ لاکھ گانٹھیں ہوگئی ۔

گذشتہ دو برسوں کے دوران میں مختلف دشواریوں اور دقتوں جیسے اراضی کی غیر لچکدار نوعیت اور موسمی ناہمواریوں کے باعث ریاستی معیشت کو نقصان پہنچنے کا خدشہ و خطرہ پیدا ہو گیا تھا لیکن اعلیٰ پیداواری بیجوں کے وسیع استعمال ، کیمیائی کھادوں کے برتر اور دانشمندانہ استعمال ، ہنگامی فصلوں کے منصوبوں اقل ترین پیداواری ضمانت کے پروگرام بیجوں کے رد و بدل پروگرام ، کمیونٹی نرسریز ، قرض و امداد کی گنجائش اور آبپاشی گنجائشات میں اضافہ وغیرہ جیسے خصوصی پروگرام اور اسکیمات کو روبہ عمل لاکر ریاست میں غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ کیا گیا اور غذائی موقف کو مستحکم بنایا گیا ۔

ریاستی معیشت میں شعبہ زراعت اہم ترین موقف و حیثیت رکھتا ہے ۔ اس شعبے میں ۷۰ فی صد مزدور کام کرتے ہیں اور ریاستی آمدنی کا تقریباً ۵۰ فی صد حصہ زرعی شعبے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے حکومتی محکموں اور کاشتکار برادری کے درمیان واقع فاصلے کو پُر کرنے کی خاطر اور رابطہ کے فرائض انجام دینے کی غرض سے ہر موضع میں زرعی ترقیاتی کمیٹی کی تشکیل کے لئے احکامات جاری کئے گئے ہیں ۔

ریاست میں بڑے اوسط اور چھوٹے آبپاشی وسائل کے ذریعہ پیدا کردہ وسیع آبپاشی کی بدولت ۵۷-۱۹۵۶ء میں اصل سیراب شدہ علاقے ۲٫۲۶ لاکھ

ہیکٹر کے مقابل سیراب کردہ اصل علاقہ بڑھ کر ۷۷-۱۹۷۸ء میں ۶ء ۳۶ لاکھ ہیکٹر ہوگیا اس طرح سیراب شدہ رقبہ میں ۲۸ فیصد اضافہ ہوا۔

۱۹۶۶ء میں کثیر پیداواری بیجوں کے استعمال کے آغاز سے ریاست روایتی زرعی موقف میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی۔ کثیر پیداواری چاول کے بیجوں کے تحت ۱۹۷۸-۷۹ء تک تقریباً ۶۹ فی صد رقبہ زیر کاشت لایا گیا اور جوار، باجرہ، مکئی اور گیہوں کی کثیر پیداواری بیجوں کی فصلوں کا رقبہ علی الترتیب ۱۵ فی صد، ۴۲ فیصد ۳۸ فی صد اور ۱۰۰ فی صد ہوگیا۔ محکمہ زراعت کے علاوہ این ایس سی، اے پی ایس ایس ڈی سی جیسے اداروں اور خانگی تاجروں کی جانب سے بھی کثیر پیداواری بیجوں کی ضروریات کی پابجائی کی جارہی ہے۔

کیمیائی کھادیں

۱۹۵۶-۵۷ء میں کیمیائی کھادوں کا استعمال صرف ۲۳ ہزار ٹن کی حد تک تھا اور ملک میں فی ہیکٹر ۳ء ۱۰ کیلوگرام کھاد کے استعمال کے مقابلے میں ہمارے یہاں فی ہیکٹر ۰۸ء ۱ کیلوگرام کھاد استعمال کی جاتی تھی۔ محکمہ کی جانب سے کھاد کے استعمال کو مقبول و پسندیدہ بنانے والی مختلف اسکیمات کی عمل آوری کی بدولت ۱۹۷۸-۷۹ء میں کھادوں کا استعمال ۶ لاکھ ٹن کی مقدار تک پہنچ گیا جو ایک ہمہ وقتی ریکارڈ کی حیثیت رکھتا ہے اور پورے ملک میں کھاد کے فی ہیکٹر ۶ء ۳۰ کیلوگرام استعمال کے مقابلے میں ریاست میں فی ہیکٹر ۸ء ۴۵ کیلوگرام کھاد استعمال کی گئی۔

ہماری ریاست ملک بھر میں سب سے زیادہ کیڑے مار دوائیں استعمال کرتی ہے۔ تنہا محکمہ زراعت ہر سال تقریباً ایک کروڑ روپے مالیت کی کیڑے مار دوائیں کاشتکاروں کو فراہم کرتا ہے۔ ۷۰-۱۹۶۹ء میں ۷۰ء ۶۵ لاکھ ہیکٹر رقبہ پر پودوں کے تحفظ کی تدابیر روبہ عمل لائی گئی تھیں جبکہ ۱۹۷۹-۸۰ء میں ایسے رقبے کی وسعت ۱۲۲ لاکھ ہیکٹر ہوگئی۔

قرض کو کاشتکاری کی ضروریات کا سب سے اہم اور فیصلہ کن عنصر تسلیم کیا گیا ہے۔ حکومت کی جانب سے امداد باہمی انجمنوں اور خود محکمہ زراعت کے توسط سے کاشتکاری کے لیے زرعی اشیاء کی خریدی کے لئے معقول مقدار میں کسانوں کو قلیل مدتی قرضوں کی فراہمی عمل میں لائی گئی۔ ۱۹۶۷-۶۸ء میں تقسیم شدہ قرضوں کی مالیت ۴۳ء ۹ کروڑ روپے تھی جو بڑھ کر ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۷۶ء ۱۱ کروڑ روپے۔ اور ۱۹۷۷-۷۸ء میں ۲۲ء ۲۰ کروڑ روپے ہوگئی قلیل مدتی قرضوں کی مالیت میں اضافہ کے اس رجحان کو بعد کے برسوں ۱۹۷۸-۷۹ء اور ۱۹۷۹-۸۰ء کے دوران میں بھی برقرار رکھتے ہوئے ۱۴ تا ۱۵ کروڑ روپے مالیت کے قرضے تقسیم کئے گئے۔

حکومت کی جانب سے کسانوں کی بھلائی اور منفعت کے لیے اختیار کی جانے والی تدابیر کو کاشتکاروں اور عوام میں مقبول بنانے کے سلسلے میں تشہیری سرگرمیاں ایک اہم اور نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ چنانچہ محکمہ زراعت کی جانب سے اس غرض کے تحت مختلف تشہیری وسائل جیسے صحافت، فلم، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور توسیعی لٹریچر وغیرہ سے پورا استفادہ کیا جاتا ہے۔ محکمہ ایک ماہواری رسالہ "پاڑی پنتلو" اور ایک نیم ماہی "دیاورسایا درتھلو" بھی کسانوں کی معلومات میں اضافے کے لئے شائع کرتا ہے۔

کسانوں کے تربیتی مراکز

ریاست میں اس وقت کسانوں کی تربیت کے لئے ۱۷ تربیتی مراکز کام کررہے ہیں عصری زرعی ٹکنک میں واقع ہونے والی تیز رفتار تبدیلیوں کے ساتھ کسانوں کو مطابقت پیدا کرنے کی تربیت ان مراکز میں فراہم کی جاتی ہے۔

زرعی توسیعی کارکنوں کی پیشہ ورانہ صلاحیت و اہلیت بڑھانے کی اور کسانوں کو موثر انداز میں زرعی ٹکنالوجی کی سربراہی کے لئے اور ان سے ربط ضبط کی برقراری کی غرض سے تجویز ہے کہ جاریہ سال کے دوران میں زرعی نظام کے تحت ٹی وی سسٹم کے انتظامات میں بہتری پیدا کی جائے اور اس کی کارکردگی میں اضافہ کیا جائے۔

زرعی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن

ہماری جیسی زرعی معیشت میں کسی علاقہ کی ترقی و خوشحالی کے لیے زراعت و صنعت کا احتیاط ایک ناگزیر امر ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایگرو انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے اپنی سرگرمیوں کو مح

سمتوں جیسے زرعی خدمات، زرعی تجارت، زرعی پروسسنگ، زرعی تربیت اور کسٹم ہائر سرویسز جیسے شعبوں میں جاری کیا۔ کارپوریشن کی ان شعبوں میں خدمات اراضی کی ظاہری صورت گری اور اس کی سطح کی درستگی، باغبانی کے ساتھ اراضیات کی ترقی، آبپاشی و پینے کے پانی کے لئے زمین کی ڈریلنگ، خستہ و ناکارہ بادلی دوبارہ قابل کار بنانا اور آبپاشی پراجکٹوں کے تحت کے رقبوں کی ترقی وغیرہ جیسے کاموں پر مشتمل ہیں۔ مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ کارپوریشن زراعت کے لئے درکار اشیائے واجبی قیمتوں پر فراہم کرتا ہے۔ اس کارپوریشن نے اننت راجوپیٹھ (کڈپہ) میں آم، اناس، سنگترہ اور لیمو وغیرہ جیسے پھلوں کو محفوظ کرنے کا ایک یونٹ قائم کیا تھا اور "اپ راسا" نام سے موسوم محفوظ پھلوں کے ڈبے اور "اپسا" کے نام سے پھلوں کے شربت بھی بازار میں عام فروخت کے لیے متعارف کئے تھے۔ یہ کارپوریشن "ٹرائی سیم" پروجیکٹ کے تحت خواندہ بیروزگار نوجوانوں کو تربیت بھی دیتا ہے۔

آندھرا پردیش زرعی یونیورسٹی

آندھرا پردیش زرعی یونیورسٹی ۱۲ر جون ۱۹۶۴ء کو قائم کی گئی۔ اس یونیورسٹی کے ذمہ مجموعی طور پر ریاست میں زراعت کی ترقی و فروغ کے لئے تعلیم کی فراہمی اور تحقیقات کا اہتمام کرنا ہے۔ ریاست زراعتی تعلیم کے لیے شعبہ جات زراعت، افزائش مویشیاں اور ہوم سائنس کی تعلیم دینے والے (۷) کالجوں میں سے (۳) کالج بالراست اور بالکلیہ طور پر آندھرا پردیش زرعی یونیورسٹی کیجانب سے چلائے جارہے ہیں۔

اس یونیورسٹی کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ریاست میں اگنے والی تقریباً تمام فصلوں کے اریخ وائی وی ایس (ہائیبریڈس) کیموزٹس تیار کرلیے ہیں۔ اب تک اس یونیورسٹی کی جانب سے تیار کردہ مختلف فصلوں کے (۱۰) اقسام کے بیج عام کاشتکاری کے لیے جاری کئے جاچکے ہیں۔ ان اقسام کے علاوہ یونیورسٹی نے ریاست میں کاشت کی جانے والی تقریباً تمام فصلوں کے متعلق طریق عمل بھی تیار کرلیا ہے۔ جو کاشتکاروں کے لئے انتہائی سودمند ہے۔ یہ یونیورسٹی محکمہ زراعت کے علاوہ دوسرے ریاستی محکمہ جات جیسے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ، آبپاشی و برقی، قبائلی بہبود اور جنگلات وغیرہ سے بھی ربط وضبط قائم رکھتی ہے اور یونیورسٹی کے تحقیقاتی شعبے میں دریافت ہونے والی زرعی ٹکنک سے متعلق جانکاری انہیں فراہم کرتی ہے۔

ریاست کی سلور جوبلی تقاریب کے جزو کے طور پر حکومت نے عام طور پر کاشت کار برادری کے لئے اور خصوصیت کے ساتھ معاشی طور پر پسماندہ اور کمزور طبقات کے فائدے اور بھلائی کے لئے متعدد ترغیبات اور امدادی اقدامات کا اعلان کیا ہے۔

ہماری ریاست گوناگوں قسم کے زرعی وسائل رکھتی ہے۔ ہمارے کسان ترقی پسند ہیں اور حکومت ان کی ضروریات کا خیال رکھتی ہے۔ قوی امید ہے کہ ریاست آندھرا پردیش مستقبل قریب میں زرعی حیثیت سے پورے ملک میں بلند ترین موقف حاصل کرلے گی۔ ●●

پولاورم پراجیکٹ

دریائے گوداوری پر پولاورم ہمہ مقصدی پراجیکٹ کی تعمیر کے آغاز کے ساتھ آندھرا پردیش نے دریاؤں کے پانی کو استعمال کرنے کے لئے ایک اور بڑا قدم اٹھایا ہے۔ یہ پراجیکٹ مشرقی گھاٹ کے آخری حصہ کے قریب واقع ہے جہاں سے دریائے گوداوری پہاڑی علاقہ سے نکل کر میدانی علاقے میں داخل ہوتی ہے۔ موضع پولاورم ضلع مغربی گوداوری سے ۳ کلو میٹر آگے کے فاصلے پر یہ پراجکٹ تعمیر کیا جائے گا۔ راجمندری اور گوداوری ٹاون سے ۲۴ کلومیٹر اور گوداوری بیراج سے ۴۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

یہ ہمہ مقصدی پراجیکٹ ہے اور ۴ اضلاع کے اوپری اراضیات کو آبپاشی کے سہولتیں فراہم کریگا۔ اس پراجکٹ سے بشمول اسٹیل پلانٹ کے وساکھاپٹنم میں واقع صنعتوں کو پانی سربراہ کیا جائے گا۔ اس کی بدولت حاصل ہونے والے فوائد میں بجلی پیداوار، کشتی رانی کی سہولتیں ماہی گیری کا فروغ اور تفریحی سہولتیں شامل ہیں۔ اسکے علاوہ گوداوری ۸۰ ٹی ایم سی فیٹ پانی دریائے کرشنا میں پہونچایا جائے گا۔

پولاورم پراجکٹ کے ذخیرہ آب کی مجوزہ بھرپور زیادہ سے زیادہ پانی کی سطح کے نتیجے میں ریاست اڑیسہ اور مدھیہ پردیش کے علاقے ڈوب جائیں گے اور یہی بات تنازعہ کا موضوع بن گئی جسکے بارے میں ۲ اپریل سنہ ۱۹۸۰ء کی ان ریاستوں سے ایک سمجھوتہ ہوا جسکے مطابق سیلاب کے زمانے میں پانی چھوڑنے کا طریقہ کار کا تعین کیا گیا ہے۔

حکومت ہند کی جانب سے پولاورم پراجکٹ کو تیکنیکی اعتبار سے قابل عمل قرار دیئے جانے کے اعلان کو پیش نظر رکھتے ہوئے گوداوری آبی تنازعہ ٹریبونل نے سنٹرل واٹر کمیشن کو اس پراجکٹ کی جلد سے جلد عمل آوری کی اجازت دینے کی سفارش پیش کی۔ توقع ہے کہ پولاورم پراجیکٹ کے لئے ۴۶۵ ٹی ایم سی فیٹ پانی کی مقدار دستیاب ہوگی۔ اس پراجکٹ پر ۱۰۰۰ میٹر لمبا بندھ مٹی اور چٹانوں کی خلا پر کر کے تعمیر کیا جائے گا۔ دائیں جانب زائد پانی کے اخراج کیلئے پشتہ تعمیر کیا جائے گا۔ اور بائیں جانب پانی روکنے اور خارج کرنے کے دروازے لگائے جائیں گے۔ ندی کے درمیان حصہ پر بندھ کی بلندی ۵۰ میٹر اور دوسرے حصوں پہ ۴۸ میٹر ہوگی۔ دائیں جانب زائد پانی کے اخراج کے لئے تعمیر کئے جانے والے پشتے کی لمبائی ۷۵۴ میٹر ہوگی جن میں ۳۰ دروازے لگائے جائیں گے جنکی لمبائی اور چوڑائی ۱۶ × ۱۶ میٹر (۵۲ × ۵۲) ہوگا۔ یہ دروازے سیلاب کے پانی کے اخراج کے لیے استعمال کئے جائیں گے مٹی کے بندھ کی لمبائی ۵۲۰ فٹ اور بلندی ۵۸ میٹر ہوگی بائیں بازو پر پاور ہاوز اور پانی خارج کرنے کے دروازے ہوں گے۔ پراجکٹ کے ذخیرہ آب کا پھیلاؤ ۵۵۳ مربع کلو میٹر (۲۱۳) مربع میل ہوگا۔

پراجیکٹ کے دو کنال دائیں اور بائیں جانب ہونگے۔ بائیں بازو کی کنال کی لمبائی ۲۶۵ کلو میٹر ہوگی جو میکاوری گڈہ ذخیرہ آب میں جا کر شامل ہوگی اس کنال سے ۶۳ء۱ لاکھ ہیکٹر زمین سیراب کی جائے گی۔ اس کنال سے وساکھاپٹنم شہر بندرگاہ جہاز سازی کے کارخانے پورٹ ٹرسٹ مشرقی کمانڈ بھارت ہیوی پلیٹ اینڈ ویسلز کالٹکس آئیل ریفائنری کارومنڈل فیرٹیلائیزرز، زنک اسمیلٹر پلانٹ اور دوسری صنعتوں کو پانی سربراہ کیا جائے گا۔ اسکے علاوہ وساکھاپٹنم اسٹیل پلانٹ کو بھی پانی مہیا کیا جائے گا۔

دائیں جانب سے نکالی جانے والی کنال کی لمبائی ۲۰۰ کلومیٹر ہوگی۔ جو دریا کرشنا میں جا کر مل جائے گا۔ اضلاع مغربی گوداوری اور کرشنا کی ۲۱ء۱ لاکھ ہیکٹر اراضیات کو سیراب کریگی اس کنال سے وجئے واڑہ کے قریب ۸۰ ٹی ایم

پانی دریائے کرشنا میں داخل کیا جائے گا۔ جس میں سے ۲۵ ٹی ایم سی کی حد تک پانی مہاراشٹرا اور کرناٹک کو خشک سالی سے متاثر ہونے والے علاقوں اور ۴۵ ٹی ایم سی آندھرا پردیش میں رائلسیما اور تلنگانہ کے علاقوں کے لیے سربراہ کیا جائے گا۔

بند کے بائیں جانب ۲۰۴ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے لئے پاور قائم کیا جائے گا۔ اس پراجیکٹ کی بدولت ماہی گیری اور تفریح کی سہولتیں مہیا ہونگی (نیز کشتی رانی) کی سہولت بھی حاصل ہوگی۔ چونکہ اس پراجکٹ پر ۷۵۰ تا ۸۰۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں اس لیے اس کی تعمیر دو مرحلوں میں کی جائے گی۔

پہلے مرحلے میں ہیڈورک، لوئر بائیں کنال کی تعمیر کا کام شروع کیا جائے گا جس کی پیمائش کا کام تکمیل پا چکا ہے۔ [illegible] اسکیم ابھی پہلے مرحلے میں آغاز کیا جائے گا جس کی پیمائش کا کام شروع کیا گیا ہے۔ ●●

آندھرا پردیش میں خود روزگار اور خصوصی روزگار اسکیم

آندھرا پردیش میں خود روزگار اسکیم حکومت ہند کی امداد سے ۱۹۷۳ء سے زیر عمل آرہی ہے۔ ۱۹۷۷-۷۸ء کے دوران میں اس اسکیم کو نیم شہری اور دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں کے فروغ کے لئے روبعمل لایا گیا۔ اس اسکیم کے تحت تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو دس فیصد حاشیائی رقم معیاری قرض کے طور پر منظور کی جاتی ہے حاشیائی رقم کے قرضوں کے لئے سالانہ تقریباً (۳۰) تا (۴۰) لاکھ روپیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس اسکیم کا آغاز سے اکتوبر ۱۹۸۰ء کے ختم تک ۲۸۱٫۸۵ لاکھ روپیوں کے معیاری رقم بطور حاشیائی رقم تقسیم کی جاچکی ہے ۱۱۹۳۲ یونٹس اس اسکیم کے تحت قائم ہوچکے ہیں جن میں ۵۹۲۴۴ نفوس کو روزگار میسر ہوا اور ۱۱۶۰٫۰۵ لاکھ روپیوں پر مشتمل سرمایہ مصروف کیا گیا۔ جو رقم اور قائم شدہ یونٹوں میں سے ۵۹ فیصد یونٹس کامیاب رہے اور اپنے قرض کی رقم اقساط میں بہ پابندی ادا کر رہے ہیں۔ اس اسکیم کے تحت شروع کردہ صنعتوں اور چھوٹے کاروبار میں سے تقریباً ۸۰ فی صد کی مدد سے نیم شہری اور دیہی علاقوں میں قائم کئے گئے ہیں۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی تربیتی اسکیم کے تحت بیروزگار انجینئرنگ گریجویٹس انجینئرنگ ٹکنالوجی میں ڈپلوما رکھنے والے افراد کو بڑی، اوسط اور چھوٹی صنعتوں علی الترتیب منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کی مہارت میں اضافہ ہو اور روزگار کے حصول کے لئے ان کی صلاحیت اور اہلیت بڑھ جائے۔ تربیتی مدت کے دوران میں انجینئرنگ گریجویٹس کو ماہانہ ۱۰۰ روپے اور ڈپلوما رکھنے والے کو ماہانہ ۲۵۰ روپے کی شرح سے تعلیمی وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اور تربیت کے اختتام پر امیدواروں کو صنعتی یونٹس میں ضم کرلیا جاتا ہے۔ ریاست آندھرا پردیش میں خود روزگار اسکیم کی ترویج اور قیام کے معاملہ میں پورے ملک میں دوسرے نمبر پر ہے۔

خصوصی روزگار اسکیم جو درج فہرست اقوام، درج فہرست قبائل پسماندہ طبقات اور معاشی طور پر پسماندہ افراد سے تعلق رکھنے والے تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے ہے۔ ۸۰ء میں یوم آزادی سے شروع کی گئی۔ ہماری ریاست آندھرا پردیش ملک میں اس طرز کی اسکیم روبعمل لانے والی پہلی ریاست ہے۔ اس اسکیم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تحت کاروبار شروع کرنے والوں کو ۲۰ فیصد حاشیائی رقم کی امداد فراہم کی جاتی ہے اور باقی درکار سرمایہ بنکوں سے بطور قرض ملتا ہے۔ نومبر ۱۹۸۱ء تک اس اسکیم کے تحت ۴۰۳۰ درخواست گذاروں کو ۵۵۰٫۷۵ لاکھ روپیوں کی منظوری دی گئی اور ۲۸۹۲ امیدواروں کو ۸۷٫۱۵ لاکھ روپیوں پر مشتمل حاشیائی رقومات کے قرضے مہیا کئے گئے ۴۰۰٫۵۲ لاکھ روپیوں کا سرمایہ مصروف کرنے کی گنجائش فراہم ہوئی ہے اور ۸۶۷۷ نفوس کو روزگار میسر ہوا۔

خصوصی روزگار اسکیم ریاست میں کمزور طبقات جیسے درج فہرست اقوام، قبائل اور پسماندہ طبقات کے تعلیم یافتہ بیروزگاروں کیلئے ایک نعمت ثابت ہوئی ہے۔

ریاست میں محفوظ آبرسانی اسکیمات کے لئے رقومات عام ریاستی منصوبے کے فنڈس سے ۲۰ نکاتی فارمولے کے فنڈس، ایل آئی سی قرضہ جاتی امداد اور مرکزی رعایتی پروگرام کے فنڈس سے منظور کی جارہی ہیں۔

ریاستی منصوبے کے فنڈس سے منظور کی جانے والی اسکیمات جنہیں گرام پنچایتوں سے فیاضانہ حصہ ملتا تھا اور جو پسماندہ علاقوں کی ترقی کیلئے تھیں کلکٹروں کی سفارشات کی بنیاد پر نئی اسکیمات کو رکوا دیا گیا ہے البتہ اس پروگرام کے تحت جو اسکیمات پہلے سے روبہ عمل ہیں انہیں جاری رکھا گیا ہے۔

ایل آئی سی کے فنڈس سے جن اسکیمات کے لئے امدادی قرضہ منظور کیا ہے اس کی واپسی متعلقہ پنچایتوں کو ایل آئی سی کی مقررہ شرائط کے مطابق (۲۵) اقساط میں کرنی پڑتی ہے۔

حکومت ہند نے کچھ رہنما خطوط متعین کئے ہیں جن کی روشنی میں کسی موضع کو ضرورت مند مواضعات کی فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ رہنما خطوط یہ ہیں (۱) ایسے مواضعات جنہیں ایک میل کے فاصلے کے اندر پینے کا پانی میسر نہیں ہے یا جہاں ۵۰ فیٹ کی گہرائی تک پانی دستیاب نہیں ہوسکتا (۲) ایسے مواضعات جہاں مرض ہیضہ کا خطرہ رہتا ہے۔ (۳) ایسے مواضعات جہاں پینے کے پانی کے وسائل نارو کے کیڑوں سے متاثر ہیں۔ (۴) ایسے مواضعات جہاں کے آبی وسائل میں کیمیائی اجزاء جیسے کاربونیٹس اور آئرن فلورائڈ وغیرہ زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ ان رہنما خطوط کو پیش نظر رکھتے ہوئے سال ۱۹۷۲ء میں ایک سروے عمل میں لایا گیا اور مختلف زمروں کے تحت ۶۱۳۰ مواضعات کی بحیثیت مسائلی مواضعات شناخت کی گئی۔ ۱۹۷۷ء تک ۳۲۴۰ مواضعات کو مسائلی قرار دیکر حکومت ہند کی جانب سے امداد کی منظوری کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ۱۹۷۷ء کے دوران میں حکومت ہند کے عاجلانہ دیہی آبرسانی پروگرام کے تحت امداد کی فراہمی سے اتفاق کرلیا چنانچہ ۱۹۷۷ء سے ۲۵۶۲ افراد کی آبادی رکھنے والے ۲۲۳۹ مواضعات میں آبرسانی کیلئے ۲۵۴۱ کاموں کی حکومت ہند کی جانب سے منظوری مل چکی ہے ان کاموں کے لئے حکومت ہند نے (۲۱) کروڑ روپیوں کی منظوری دی ہے اور اب تک اس سلسلے میں ۹۴ء۱۱ کروڑ روپیوں کی امداد اجرا کی جاچکی ہے۔

ریاست کے کمزور مالی موقف کے باعث پینے کے پانی کے مسئلہ کو حل کرنے میں زیادہ پیشرفت نہیں ہوسکی ہے۔ محکمہ صحت کی جانب سے عمل میں لائے جانے والے سروے کے بموجب ریاست میں ایسے بہت سے مواضعات میں جہاں کے پانی میں فلورائڈ کا عنصر زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہے سال ۸۰-۱۹۷۹ء میں حکومت نیدرلینڈ نے مواضعات میں آبی سہولیات کی فراہمی کے لئے امداد کی پیشکش کی۔ چنانچہ اضلاع گنٹور، نلگنڈہ، پرکاشم کرشنا اور کرنول کے (۱۷) مواضعات میں سربراہی آب کا ایک پراجکٹ تیار کیا گیا ہے۔ یہ پراجکٹ جس پر لاگت کا تخمینہ ۵۵ء۱۱ کروڑ روپئے مختلف مراحل میں زیر عمل آوری ہے اور اندازہ ہے کہ ۱۹۸۲ء تک مکمل ہوجائے گا۔

ریاست آندھراپردیش میں گذشتہ تین برسوں کے دوران معمول کے

مطابق بارش نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ زراعت کی آبپاشی کیلئے باولیات اور ذخائر آب کا پانی زیادہ مقدار میں پمپ کیا جاتا رہا۔ نتیجتاً بدست پانی کی مقدار قابلِ لحاظ حد تک گر گئی۔ حکومت نے ہمارے مشکل اور دشوار موقف کو سمجھ لیا ہے اور وہ ۱۹۷۲ء کے بعد شناخت کئے جانے والے مسائلی مواضعات کے لئے امداد کی فراہمی کے واسطے اصولی طور پر راضی ہوگئی ہے۔ اس بات کے پیش نظر ۱۹۸۰ء میں حکومت ہند کے رہنما خطوط کے مطابق مسائلی مواضعات کا ایک تفصیلی سروے عمل میں لایا گیا۔ اس سروے کے مطابق مزید ۶۱۴۳۶ مواضعات کی بحیثیت مسائلی مواضعات شناخت کی گئی ہے۔

آبرسانی وصفائی کا بین الاقوامی دہا

ہندوستان دنیا کے ان ملکوں میں سے ایک ہے جنہوں نے ۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۰ء تک آبرسانی وصفائی کا بین الاقوامی دہا منانے کا اعلان کیا ہے۔ اس دہے کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ اعلان کردہ مدت کے دوران میں صد فی صد دیہی آبادی کو محفوظ پینے کا پانی سربراہ کردیا جائے اور ۲۵ فی صد یا اس سے زائد دیہی آبادی کے لیے صحت وصفائی سہولیات کی فراہمی عمل میں لائی جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کی خاطر حکومت کی یہ تجویز ہے کہ چھٹے پانچسالہ منصوبے کے اختتام یعنی ۸۵-۱۹۸۰ء تک شناخت شدہ تمام مواضعات کو پینے کے پانی کی فراہمی کا مکمل کرلیا جائے۔

اب تک ۴۵۷۲۱ بورویلز تیار کی جاچکی ہیں جن سے ۹۰ لاکھ آبادی استفادہ کرسکتی ہے۔ مختلف پروگرام کے تحت ۶۷۲۵۰۰ لاکھ روپیے لاگت والی ۱۰۰۴ پی ڈبلیو ایس اسکیمات مکمل کرلی گئی ہیں جو ۱۴ لاکھ آبادی کو فائدہ پہنچاتی ہیں خشک سالی کی مدت میں صرف اکتوبر ۱۹۸۰ء سے مارچ ۱۹۸۱ء تک ۶۶۵ کروڑ روپے کے خرچ سے ۶۰۰۰ بورویلز تیار کی گئیں، ۵۰۰ کی تعداد میں کھلی باولیاں کھودی گئیں اور ۱۲۰۰ باولیوں کو گہرا کیا گیا مزید ۳۳ پی ڈبلیو ایس اسکیمات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جہاں معمول کے مطابق اور روایتی ذریعہ سے پانی کی فراہمی عمل میں نہیں لائی جاسکی جہاں ٹینکروں وغیرہ کے ذریعہ بھی پانی کی سربراہی کا انتظام کیا گیا ہے۔

ریاستی حکومت خشک سالی کی صورت حال سے نمٹنے اور ضرورت مند مواضعات میں پانی سربراہ کرنے کے لئے ممکنہ اقدامات کر رہی ہے۔

برقی یوسفی

۵/۲۶۲/۲-۲-۱۲ اسید علی گوڑہ، حیدرآباد

رفیقِ سفر سے

(خاندانی منصوبہ بندی)

مری رفیقِ سفر تجھ سے دل کی بات کہوں
مرے وطن میں نے تو ما لا تجھ پہ روشن ہیں
مرے وطن کے تو دن رات تجھ پہ روشن ہیں
مرے وطن میں ہیں کچھ کالی طاقتیں باقی
مرے وطن میں ہے سورج کے ساتھ تاریکی
اجالے اور اندھیرے میں پل رہے ہیں لوگ
سفر کٹھن ہے مگر پھر بھی چل رہے ہیں لوگ

○

میں جانتا ہوں تری خواہشِ حسیں کیا ہے
ترے چمن میں سرور بہار رقصاں ہو
ترے چمن میں مہک ہو ہزار پھولوں کی
ترے چمن کو سجائے بہار پھولوں کی

○

تری عظیم ہے خواہش سر نیاز ہے خم
مری رفیقِ سفر اس نئے وطن کے لئے
ترے چمن سے ملے "ایک پھول" "ایک کلی" !!

خلیل اکمل
(کیمیکل انجینئر)
(ریجنل ریسرچ لیباریٹری ترناکہ حیدرآباد)

چکنی مٹی کا سائنسی استعمال

ہوا پانی آگ اور مٹی جیسے قدرتی عناصر ہماری روزمرہ زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان تمام عناصر میں مٹی ہی ایک ایسی شئے ہے جسکو ہم حقیر سمجھ کر عموماً مکانوں کی تعمیر یا پھر برتنوں کی تیاری میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن سائنس اور ٹکنالوجی کی حالیہ ترقی نے ہمیں مٹی کے سائنسی استعمال سے روشناس کرایا ہے۔ چنانچہ اب یہ ہماری زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں اہمیت کی حامل ہوگئی ہے۔

مٹی کے استعمال کا انحصار اس کی نوعیت اور کیمیائی خصوصیات پر ہوتا ہے۔ ایک کیمیائی تجزیہ کے مطابق مٹی چند کیمیائی نمکیات پر مشتمل ہے۔ اور یہ نمکیات دراصل لوہے کے آکسائیڈ، کیلشیم کاربونیٹ یعنی چونے کا پتھر، سلیکا یا گار کے پتھر کے باریک ریزوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ان اجزاء کا تناسب مٹی میں جگہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے بعض اوقات اس میں قلوی نمکیات جیسے پوٹاشیم اور سوڈیم ہائیڈرو آکسائیڈ بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ غرض ان تمام اجزاء کے کم و بیش تناسب سے مٹی کو اعلیٰ یا ادنیٰ مقام دیا جاتا ہے۔ چکنی مٹی میں معدنی نمک ہوتے ہیں اور یہ پلاسٹک خاصیت رکھتی ہے اور اگر اس کو اونچی تپش تک گرم بھی کیا جائے تو یہ اپنے خصوصیات برقرار رکھتی ہے۔

کیمیائی صنعت میں چکنی مٹی (CLAY) غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ صنعتی بھٹیوں (FURNACES) کی تعمیر میں جو اینٹیں استعمال ہوتی ہیں اس میں میگنیشیم یا کرومیم دھاتوں کے مرکبات میگنا سائٹ (MAGNESITE) اور کرومائٹ (CHROMITE) موجود ہوتے ہیں۔ ان اینٹوں کو (REFRACTORY BRICKS) کا نام دیا گیا ہے۔ جن میں حرارت جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ان میں اونچی تپش پر بھی (CRACKS) پیدا نہیں ہوتے۔

چکنی مٹی کو کیمیائی صنعت میں بطور (CATALYST) تماسی عامل استعمال کیا جارہا ہے۔ کیونکہ یہ تماسی عامل کسی بھی کیمیائی تعمل میں تیزی پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے جس مٹی کو استعمال کیا جاتا ہے اس کا بیشتر حصہ کسی دھاتی آکسائیڈ پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے ایسی مٹی کو ترجیح دی جاتی ہے جس میں الومنیم آکسائیڈ پائے جاتے ہیں۔ آج کل اس مٹی کو پٹرول کے کشیدوں کی (CRACKING) جیسے کیمیائی عمل کی مدد سے مختلف مرکبات تیار کئے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے پٹرول (GASOLINE) کی تیاری میں بھی انہیں تماسی عامل سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ اس مٹی کی قیمت تین سو تا چارسو روپیہ فی ٹن ہے۔

چکنی مٹی معدنی اور خوردنی تیلوں کی صفائی میں بھی بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کو دیگر کیمیائی مرکبات پر معاشی نقطہ نظر سے ترجیح حاصل ہے۔ خوردنی تیلوں کی بدبو اور رنگ کی صفائی کے لئے استعمال ہونے والی مٹی (FULLER'S EARTH) کہلاتی ہے جس کو ملتانی

اور صابن سازی میں استعمال ہونے والی چربی اور تیل کی صفائی کے لئے بہت موزوں پایا گیا ہے۔ معدنی تیلوں میں موٹروں کے مستعملہ تیل (GEAR OIL) بھی اسی مٹی سے صاف کر کے دوبارہ کام میں لائے جا سکتے ہیں آج کل اس عمل کو پٹرول کے مرکبات کی عالیہ بڑھتی ہوئی قیمت کے پیش نظر معاشی اعتبار سے ناگزیر تصور کیا جا رہا ہے۔ ان تیلوں کی صفائی کے لئے عموماً دو طریقے رائج ہیں۔ پہلے طریقہ میں باریک پسی ہوئی مٹی کی موٹی تہہ پر سے تیل کو مقطر کیا جاتا ہے۔ دوسرے طریقہ میں مٹی کو تیل کے ساتھ اچھی طرح حل کر کے چھان لیا جاتا ہے جس سے تیل کا آلودہ حصہ مٹی کے ساتھ رہ جاتا ہے اور صاف تیل حاصل ہوتا ہے۔

چکنی مٹی میں تابکاری اثرات ضائع کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہوتی ہے چنانچہ جوہری تحقیقات کے دوران حاصلہ سیال فاضل مادوں کو مٹی کے ساتھ ملا کر گرم کرنے سے وہ مستقل طور پر جذب ہو کر بے اثر ہو جاتے ہیں اور اس مٹی کو کسی بھی طرح ضائع کرنے سے کوئی بھی خطرناک بیماری کے پھیلنے کا خدشہ نہیں رہتا ورنہ اگر ان فاضل مادوں کو یونہی بہا دیا جائے [illegible]

[illegible]

ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کاغذ کی تیاری میں ردی کاغذ، لکڑی اور کپڑے کی دھجیاں بطور خام اشیاء کام میں لائی جاتی ہیں۔ ان اشیاء میں کاغذ کی تیاری کے دوران سمٹ کر یکجا ہونے کا میلان پایا جاتا ہے۔ نتیجتاً مشین کے (ROLLS) سے چمٹ کر کاغذ کی سطح کو کھردری اور ناہموار بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس نقص کو دور کرنے کے لئے سفید قسم کی چکنی مٹی (KAOLINIT) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس مٹی کی نفیس تہہ کاغذ پر چڑھا دینے سے اس کی سطح دلکش چھپوائی میں مدد دیتی ہے۔ اور خصوصاً رنگین کاغذ کی تیاری میں ایک تا دو فیصد مٹی کی موجودگی سے کاغذ میں ملائے جانے والے رنگوں میں ایک عرصہ دراز تک کوئی تغیر و تنوع پذیر نہیں ہوتا۔ کولینائٹ مٹی کو زمانۂ قدیم سے ہی اس قابل تصور کیا جاتا ہے کہ اس میں ایسے بیکٹیریا کو جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جو پیچش، قئے و متلی پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ یہی مٹی رگ پٹھوں کے تناؤ اور اینٹھن اور آنتوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے بہت موزوں ہے۔ چنانچہ ایسی شکایتوں کو دور کرنے کے لئے طب میں چکنی مٹی بطور دوا استعمال کی جاتی ہے۔ ونیز مرہم اور زخم صاف کرنے کی سیال دوا کی تیاری میں اس کی موجودگی سود مند ثابت ہوئی ہے۔ چکنی مٹی کو اس کی ملائم اور بآسانی چمٹنے کی خاصیت کی بنا پر اسکو سنگار کے سامان جیسے غازہ وغیرہ کی تیاری بحیثیت بھرت اہمیت دی جاتی ہے۔

پینٹ کی صنعت میں چکنی مٹی کو ابتداء میں محض اس کی قیمت کو کم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن سائنسی تحقیقات نے اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ مٹی نہ صرف پینٹ کے خصوصیات کو برقرار رکھتی ہے بلکہ زیادہ دن رکھ چھوڑنے پر اس کے ٹھوس اجزا کو معلق حالت میں بحال بھی رکھتی ہے اور خاص کر پانی میں حل ہونے والے پینٹ میں اس کی موجودگی پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔ چنانچہ (BENTONITE) مٹی پانی اور تیل میں حل ہونے والے دونوں پینٹ میں ملائی جا سکتی ہے اس کے علاوہ یہی مٹی کسی بھی کچ دھات کے سفوف کی گولیاں بنانے میں بطور (BINDER) کام میں لائی جاتی ہے۔ کیونکہ کچ دھات کو سفوف کی حالت میں بھٹیوں میں پگھلانا ایک نہایت ہی دشوار مسئلہ ہے۔

کیڑے مار دوا عموماً بہت ہی طاقتور حالت میں دستیاب ہوتی ہے جس کو استعمال کرنے سے پہلے اس کی قوت کو کم کرنا معاشی اور سائنسی اعتبار سے بہت ضروری ہے اور مقصد کے لئے صرف ایسے اشیاء کو ترجیح دی جاتی ہے جو پودوں اور خود کیڑے مار دوا کے لئے بے ضرر ہو۔ ونیز اس دوا کو یکساں اور آسان چھڑکاؤ عمل میں لایا جا سکے۔ (KAOLIN) مٹی اس کام کے لئے نہایت موزوں ہے جس میں ان خوبیوں کے لئے ایک اور

خوبی یہ ہے کہ یہ کیڑے مار دوا کو پودوں پر زیادہ دیر تک قائم رکھتی ہے

مضبوط پلاسٹک کی تیاری میں مٹی بطور بھرت استعمال کی جاتی ہے

کیونکہ مٹی ایک تو اسمیں شگاف پیدا ہونے سے روکتی ہے دوسرا اسکو موسمی اور کیمیائی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ چکنی مٹی کو آج کل جن پلاسٹک اشیاء کی تیاری میں استعمال کیا جا رہا ہے ان میں گراموفون ریکارڈ اور پلاسٹک کی فرشی چادریں قابل ذکر ہیں۔ ربر کی اشیاء میں بھی کیولین مٹی سختی پیدا کرنے کے لئے موزوں ہے چنانچہ جوتے کے تلے اور ایڑیاں۔ دستانے اور بجلی کے تاروں کے (COVER) اسی قسم کے سخت ربر سے بنائے جاتے ہیں۔

چکنی مٹی کا نہایت ہی منفعت بخش استعمال ہماری روزمرہ زندگی میں پینے کے پانی کی صفائی میں ہوتا ہے۔ خصوصاً بارش کے موسم میں پانی کی نارمل طریقہ سے صفائی ممکن نہیں۔ کیونکہ پھٹکڑی جو اس مقصد کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس کی کارکردگی محدود ہوتی ہے چنانچہ اس کی کارکردگی کو اجاگر کرنے کے لئے چکنی مٹی کو ملانا ضروری ہے۔ اس کی موجودگی سے پانی کے نفیس ذرات۔ بآسانی یکجا ہو جاتے ہیں۔ جن کو الگ کر لیا جاتا ہے۔

غرض ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ سائنس کے اطلاق سے مٹی جیسی حقیر شے بھی بنی نوع انسان کی منفعت کے لائق بنائی جا سکتی ہے جو ایک قابل تحسین امر ہے

اتحاد اور یکجہتی وقت کی اہم ضرورت

ہمارا ملک مختلف مذاہب رنگ و نسل اور زبانوں کا گہوارہ ہے اس کی رنگا رنگی اور دلکشی نے اسے ایک گلستان کا روپ دیا ہے۔ اپنے گلشن کی حفاظت کے لئے اتحاد و یکجہتی کی شدید ضرورت ہے! افسوس کہ اکبر، نانک، چشتی، گاندھی اور نہرو کے ہندوستان میں مذہب زبان اور صوبے کے نام پر ہونے والے تشدد واقعات اور امن عامہ میں معمولی خلل ہم سب کے لئے معاشی تباہی لاتا ہے۔ ہماری ریاست آندھرا پردیش فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد کے لیے سارے ملک میں مثالی ہے!

- تمام مذاہب اور مقدس عبادت گاہوں کا احترام کیجئے
- اقلیتوں اور غریبوں کو مکمل تحفظ فراہم کیجئے
- سماجی مساوات اور ترقی کے لیے متحد ہو کر آگے بڑھئے۔
- جمہوریت، آزادی اور سیکولرازم کی حفاظت کے لیے

آئیے ہم سب مل کر عہد کریں

ہم سب بھائی بھائی ہیں اور بھائی بھائی کی طرح رہیں گے!

ثریا جبیں

مرگ (جسے مرگیسرا کارتی کہتے ہیں) ۸ ر جون کو تھا اور سابقہ کی طرح توقع تھی کہ مرگ کے ساتھ ہی بارش ہی بارش شروع ہو جائے گی ۔ لیکن افسوس کہ جون تو جون، جولائی کا مہینہ بھی پیاسا گزر گیا اور اپنے پیچھے بنی نوع انسان کو بارش کی آمد کی دعائیں کرنے کے لئے مساجد، منادر، گرجوں اور گردواروں کا کر گیا ۔ بارش کے بلانے کے لئے کیا نہیں کیا جا رہا ہے ؟ لیکن بارش گویا کسی روٹھی ہوئی حسینہ کی طرح اڑی ہوئی ہے ۔ بارش سے متعلق میں بعض دلچسپ باتیں گوش گزار کرنے سے یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ بارش کے پانی سے متعلق جو غلط فہمیاں قائم ہو گئی ہیں انہیں رفع کر دوں ۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بارش کا پانی انتہائی خالص ہوتا ہے اور استعمال کے لئے بیحد مفید ہے ۔ یہ مفید ہو سکتا ہے لیکن اس کے پیچھے ہمیں کچھ محنت کرنا پڑتی ہے ۔ آپ تو جانتے ہیں کہ بارش کا پانی ملائم ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں کسی قدر تیزابیت بھی پائی جاتی ہے اور یہ تیزابیت اس میں کاربونک ایسڈ کی وجہ سے آجاتی ہے ۔ اس میں تیزابیت بادلوں سے گزرتے وقت آجاتی ہے ۔ اگر اس پانی کو کسی طرح راست نلوں سے گذارا جائے تو اس میں موجود کاربونک ایسڈ سیسے کی کچھ مقدار کو گھول دیگا اور جب یہ پانی ہمارے جسم میں داخل ہوگا تو یہ سیسہ زہر کا کام کرے گا ۔ اس زہر کو دور کرنے کے لئے پانی کو چھان کر اور اس میں چونا یا چاک ملا کر درست کیا جا سکتا ہے اس طرح وہ قدرے سخت بھی ہو جاتا ہے ۔ بارش کا پانی جب زمین میں جذب ہو جاتا ہے تو اسے چونے اور چاک کی تہوں سے گزرنا پڑتا ہے، چنانچہ پانی جتنی گہرائی سے حاصل کیا جاتا ہے اسے اتنا ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے ۔

ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ بارش کو بلانے کے لئے مسجدیں اور مندر آباد ہو گئے ۔ دعائیں اور پرارتھنا ہو رہی ہیں ۔ بات یہیں تک رہے تو مناسب درست اور غنیمت ہے ۔ بارش لانے کے لئے ہمارے ملک میں ایسی ایسی رسمیں رائج ہیں کہ سننے کے بعد پہلے تو یقین نہیں آتا اور آپ اگر یقین بھی کر لیں تو دماغ اسے ماننے سے ہچکچاتا ہے ۔ دہلی میں زیادہ دن تک بارش نہ ہو تو وہاں کمہر ذات کے لوگ ہر گھر پہ جا کر ایسی مچھلیاں دیواروں پہ چپکا دیتے ہیں جو گوبر سے بنا دی گئی ہوں اور بعض لوگ بارش بلانے کے لئے گھر گھر جاتے ہیں اور مالک مکان ان پر پانی چھڑکتے ہیں اور بعض دیہاتوں میں عورتیں نیم برہنہ ہو کر ہل چلاتی ہیں اور بعض مقامات پر شولنگ کو پانی میں ڈبو کر پرارتھنا کی جاتی ہے ۔

بہار میں سوکھا پڑ جائے تو بارش کی روٹھی دیوی کو منانے کے لئے وہاں کے (خاص کر ضلع دربھنگہ) لڑکے منہ کالا کر کے مینڈک کی طرح اچھل کود کرتے ہیں ۔ اور ضلع مظفرپور میں لوگ ایک مٹی کے گھڑے میں مینڈک کو چھوڑ دیتے ہیں جب مینڈک ٹرّاتا ہے تو گاؤں کے باسی بارش سے تعلق رکھنے والے گیت گاتے ہوئے رقص کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ مینڈک ٹرّانے سے اور لوگوں کے ناچنے اور گانے سے بادل امڈ آتے ہیں ۔

گجرات میں خشک سالی آجاتی ہے تو وہاں کے لڑکے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک لڑکے کا انتخاب کیا جاتا ہے پھر اس منتخب لڑکے کے جسم پر ایک تار باقی نہیں رکھا جاتا ۔ اس لڑکے کو کپڑوں سے آزاد کرنے کے بعد اسے پتوں کا لباس پہنایا جاتا ہے ۔ پتوں کے لباس سے لدے پھندے اس لڑکے کو ہر گھر پہ لیجایا جاتا ہے ۔ اور ہر گھر سے اس لڑکے کے پتوں کے لباس پر پانی چھڑکا جاتا ہے ۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایسا کرنے

سے بارش یقینی ہوتی ہے۔

پچھمی بنگال کے بعض اضلاع اور خاص کر مرشد آباد میں بارش بلانے کے لئے رُدر دیوتا کی پرستش کی جاتی ہے اور بعض جگہ ہون کئے جاتے ہیں لیکن مدھیہ پردیش کی ایک اور ذات جسے کر خو کہتے ہیں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے ایک لڑکی کو پکڑ کر اسے ہرے پتوں سے تیار کیا گیا لباس پہناتے ہیں اور اس میں مینڈک باندھ کر اسے گھر گھر لئے پھرتے ہیں۔ یہ سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ وہ لڑکی جس گھر پر جاتی ہے صاحب خانہ اس کے پتوں اور مینڈک پر پانی چھڑکتے ہیں ان کے خیال کے مطابق ایسا کرنے کے دوسرے یا تیسرے دن بارش یقیناً ہوجاتی ہے۔

خود ہمارے حیدرآباد میں ہریجن عورتیں ایک مینڈک کو پتوں سے ڈھکے مسل پر بٹھا کر بارش سے متعلق تلگو زبان میں گیت گاتے دکانوں پر پھرتی ہیں۔ ایسا ہی مہاراشٹرا کے بعض گاؤں جیسے پوست، ایوت محل اور اکولہ میں بھی ہوتا ہے لیکن مسل کی جگہ کھٹرا استعمال کیا جاتا ہے اور صرف نیم کے پتوں پر مینڈک کو بٹھاتے ہیں۔

بارش کو منانے اور بلانے کے یہ نرالے اور عجیب و غریب طریقے صرف ہمارے ملک ہی میں رائج نہیں بلکہ سارے جہاں میں کچھ نہ کچھ انوکھے طریقے رائج ہیں کچھ آپ بھی سن لیجئے۔

نیپال میں بارش بلانے کے لئے پروہت اپنے خدمات پیش کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے مینڈک کی پوجا کرتا ہے۔ اور افریقہ کی ایک ذات "جرتو" کے لوگ خود کو گردن تک زمین میں گاڑ کر اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور بارش کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے اور ذہن قبول کرتا ہے کہ مینڈک اور زمین کا بارش سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے لیکن برٹش کولمبیا کے ریڈ انڈینوں کا تو جواب ہی نہیں۔ ہر ادا انوکھی ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ وہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر جڑواں بچوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور یہودی قبیلے کے ریڈ انڈین بچی کی شکل کے ایک پتھر کے ٹکڑے کو دورے میں باندھ کر گھماتے ہیں۔

روم میں بارش کے دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لوگ مٹی کے ٹھیکرے اور کھلونے "تائبر" ندی میں بہاتے ہیں۔ چین میں کاغذ یا لکڑی کا ایک لمبا پتلا بنا کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ بنانے کے تین دن کے اندر بارش ہوجائے تو اس کی پوجا جاری رہتی ورنہ .... شاید آپ یقین نہ کریں کہ جس پتلے کی پوجا کی جاتی رہی ہے اسے مار مار کر ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔

اور اب چند ایسی عجیب و غریب بارشوں کا حال بھی سنئے جنھیں سنکر آپ مجھے "دروغ گو" کے خطاب سے نوازینگے یہ جانے بغیر کہ یہ میرے دل سے گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ آج تک کوئی سائنداں اس قسم کی بارش کے وجوہات دریافت نہیں کرسکا۔ تو آئیے پہلے اپنے پڑوسی ملک پاکستان سے ابتدا کریں جہاں سنہ ۱۹۶۱ء میں ایک گاؤں میں خوفناک اور لرزہ خیز کڑک اور چمک کے ساتھ پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔ ان کالے پتھروں میں سے بعض کا وزن ایک ایک پونڈ تھا۔ حکومت پاکستان کے کراچی کی ایک سرکاری لیبارٹری میں یہ پتھر دے دیئے تھے تاکہ ان کا تجزیہ کیا جاسکے۔ تجزیہ کے باوجود اس کی وجہ پر روشنی نہ پڑسکی تھی اب ذرا اور آگے بڑھئے۔ اور الجیریا کے شہر تک آئیے۔ لیکن اس مقصد کے لئے آپ کو "ٹائم مشین" میں بیٹھ کر سنہ ۱۹۵۵ء میں جھانکنا ہوگا۔ کیونکہ اسی سنہ میں بارش کے ساتھ گھونگھے بھی برسے تھے اور کثیر مقدار میں۔ اس سے پہلے ۲۸ مئی سنہ ۱۸۸۱ء میں برطانیہ کے ایک شہر میں کئی من گھونگھے اور کیکڑے برسے تھے یہ واقعہ ایک طوفانی بارش میں رونما ہوا تھا۔ گھونگھوں کے ساتھ کیکڑے کہاں سے آگئے اس کا جواب خود انگلینڈ والے بھی نہیں دے سکے۔ ہوسکتا ہے کہ سمندری طوفان کے نتیجے میں یہ سمندری مخلوق بادلوں میں مل گئی ہو۔ لیکن اسی انگلینڈ میں سنہ ۱۹۵۹ء میں مغربی ساحل پر بھونروں کی بارش ہوئی تھی۔ اس آسمانی بلا سے محفوظ رہنے کے لئے لوگ گھروں، دفتروں اور دکانوں میں مقید ہوگئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بھونروں کا غول گذر رہا ہو اور بادلوں کی زد میں آکر برس پڑا ہو لیکن حشرات الارض کا بارش سے کیا تعلق ہوسکتا ہے یہ سمجھ سے باہر ہے۔

۳ رجنوری سنہ ۱۹۲۴ء کو سوئیڈن کے ایک شہر میں حشرات الارض کی بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ دنوں ہراساں رہے۔ کیا آپ یقین کرینگے کہ آسمان سے مینڈک بھی برسے ہیں۔ ایسا بہت ہوا ہے۔ ۱۷ر اگست سنہ ۱۹۲۱ء میں لندن میں مینڈکوں کی بارش ہوئی تھی۔ اسی طرح ۱۶ر جون سنہ ۱۹۳۹ء میں دلی شائر کے ایک قصبے میں چھوٹے چھوٹے مینڈک برسے تھے جو گھروں وغیرہ میں پناہ گزیں ہو گئے انہیں ہلاک کرنے کے لئے کلورائیڈ استعمال کرنا پڑا تھا۔ ۴ر ستمبر سنہ ۱۹۵۵ء کو فرانس کے ایک ساحلی شہر میں اور آج سے بیس سال قبل نیویارک کے فورتھ ایونیو میں بھی مینڈکوں کے چھوٹے چھوٹے بچے برسے۔

اگر میں یہ کہوں کہ مچھلیوں کی بارشیں عام ہیں تو شاید آپ ہنسینگے لیکن حقیقت کو کیا کیا جا سکتا۔ جنوبی افریقہ کے ایک شہر تابوم اسپروٹ میں چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کے ساتھ ایک سے ڈیڑھ فٹ تک لمبی مچھلیاں برسی تھیں جنھیں پکا کر اور مزے لے کر کھایا گیا۔ کیا آپ بھی سوچ رہے ہیں کہ ہمارے یہاں بھی ایسی بارش ہو؟

وسطی امریکہ کے ایک شہر میں ہر سال باقاعدگی سے ماہ جون میں بارش ہوتی ہے اور ہر سال مچھلیوں کی بارش ہوتی ہے۔ ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مچھلیاں تین انچ سے سات انچ تک لمبی ہوا کرتی ہیں۔ سب سے زیادہ مچھلیاں "لورد" کے علاقہ میں برستی ہیں۔ لورد بحر کیربیس کے قریب واقع ہے۔ خیال ہے کہ بحر کیربیس میں جو مد و جزر آتا ہے اس کے دوران پانی اس طرح اٹھتا ہے کہ اسمیں بے شمار مچھلیاں ملی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ مچھلیاں بادلوں میں کس طرح پہنچ جاتی ہیں؟ کیا وہ بھی پانی کی طرح بھاپ بن کر اڑ جاتی ہیں؟ ایسا ہوتا تو ممکن ہی نہیں پھر؟ یہ گتھی سلجھاتے رہئیے۔ یوں تو آگے بڑھتی ہوں۔

ان مچھلیوں کی زد میں ہمارا ملک بھی آ چکا ہے۔ یہ انیسویں صدی کی بات ہے جبکہ انگریزوں کی ایک پلٹن ڈم ڈم میں رہائش پذیر تھی۔ وہاں مسلسل ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی اور مسلسل مچھلیاں برستی رہیں۔ پہلے دن تو ان مچھلیوں کا کیمیائی معائنہ کیا گیا یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ زہر آلود تو نہیں جب یقین ہو گیا کہ مضر صحت نہیں ہیں تو انہیں پکا پکا کر فوجیوں کو کھلایا گیا۔

سنہ ۱۸۲۴ء میں میرٹھ چھاؤنی میں جو واقعہ پیش آیا وہ بڑا دلچسپ ہے۔ عین اس وقت شدید بارش (مچھلیوں کی) ہوئی جبکہ فوجی پریڈ کرنے میں مصروف تھے۔

سنہ ۱۸۵۶ء میں راج کوٹ میں موسلا دھار بارش کے بعد زمین پر لاتعداد مچھلیاں بکھری ملیں۔ یہ واقعات سو سال سے زیادہ پرانے ہیں۔ لیکن آج سے تقریباً پچاس سال پہلے یعنی سنہ ۱۹۳۵ء میں لیورپول کے ایک باغ میں ایک ایک انچ سے زیادہ لمبی اور موٹی بیس مچھلیاں گری تھیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ جبکہ مطلع ابر آلود نہ تھا اور بارش بھی نہیں ہو رہی تھی تو یہ بیس مچھلیاں کیسے برس پڑیں تو کہا گیا کہ شاید بحری پرندوں کے چنگلوں سے چھوٹ کر گری ہونگی۔ یہ جواب بھی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ اس جواب میں کئی سوال پوشیدہ ہیں۔ اب میں جواب طلب کروں تو کس سے! اسی سال آئرلینڈ کی ایک ساحلی پہاڑی پر بحر اٹلانٹک کی مشہور ہیرنگ مچھلیوں کی بارش ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سال مچھلیوں کی بارشوں کے لحاظ سے خاصہ زرخیز تھا کیونکہ آسٹریلیا کی ریاست وکٹوریہ میں بھی اسی سال صبح کے وقت جیلی فش کی بارش ہوئی تھی لیکن سورج کے طلوع ہوتے ہی یہ سب دم توڑ بیٹھیں۔

سنہ ۱۹۵۱ء میں امریکہ راجدھانی واشنگٹن میں طوفانی ہواؤں کے ساتھ مچھلیاں برسی تھیں۔ اس بارش کے بارے میں سائنسدانوں کا خیال ہے تند و تیز ہواؤں کی وجہ سے قریب کے دریا کا پانی خشکی تک جا پہنچا اور اسی پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی تھیں۔ یہ خیال کچھ دل کو چھوتا ہے۔

سرخ رنگ کی بارش سنہ ۱۹۳۷ء میں اٹلی کے مختلف مقامات پر ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں جو خیال ظاہر کیا گیا وہ بھی آپ سن لیجئے ریگستان سے ریت کے سرخ ذرات اڑ اڑ کر بارش کے پانی میں مل گئے تھے جس کی وجہ سے پانی کا رنگ سرخ مائل ہو گیا تھا۔ ڈنمارک اور بلجیم وغیرہ میں بھی ایسی ہی سرخ بارش ہوئی تھی۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں کول دل لی ہیڈ کے قریب نیلے رنگ کی بارش ہوئی تھی۔ اب اس کی تاویل ہو سکتی ہے؟ تاویلات کرتے رہئیے اور حل تلاش کرنے کی سعی میں لگے رہئیے لیکن ایسے محیر العقل واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ عقل انسانی سر پیٹ کر رہ جاتی ہے ●●

ڈاکٹر جاوید وششٹ

شعبۂ اردو، ذاکر حسین کالج

اجمیری گیٹ دھلی ۱۱۰۰۰۶

خیر و شر

(انشائیہ)

خیر وشر، بنیادی طور پر، اخلاقیات کا موضوع ہے۔ اسی لیے دینیات نے بھی اسے اپنا یا کیوں کہ دین کی بنیاد اخلاقیات پر ہی رکھی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں خیر وشر اخلاقیات و دینیات کا مشترکہ مسئلہ ہے اور اخلاقیات کے بغیر کسی دین کا وجود ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے یہ مسئلہ اخلاقی و دینی ہر دو طرح کی تفہیم کا تقاضہ کرتا ہے۔

ایک دینی لطیفہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب میں روح [illegible] تو [illegible] شر [illegible] عبارت ہے اور [illegible] زوال کا شکار ہوگا اب اس سے کیسے نجات پائی جائے [illegible] فرشتوں کو سجود [illegible] تو اللہ میاں بڑے [illegible] فرشتوں نے ترس کھا کر پوچھا کہ یا اللہ! آپ اور فکرمند؟ وہ [illegible] اللہ میاں نے فوراً فرشتوں کی مجلس شوریٰ کا [illegible] اجلاس بلایا [illegible] غور کیا کہ اس مشت خاک سے کیسے بچا جائے اور کہاں [illegible] جائے؟

ایک فرشتہ نے کہا [illegible] آپ کے لیے کیا مشکل ہے؟ آپ ہمالہ کی کسی گپھا میں جا کر چھپ جائیے۔ بشر کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ میاں نے کہا "یہ کم بخت وہاں بھی پہنچے گا۔" ایک اور فرشتہ بولا [illegible] جا بیٹھیں [illegible] کسی نے چاند تاروں کی بات کی کسی نے [illegible] کی اور کسی نے خلا کا مشورہ دیا۔ غرض کئی دن ہو گئے اور اللہ میاں کو کوئی پُرسکون محفوظ مقام اپنی رہائش کے لئے اور بشر کے شر سے بچنے کے لئے نہیں سوجھ رہا تھا۔

ایک فرشتہ جو تین دن سے خاموش تھا اور سب کی رائیں سن رہا تھا بولا کہ میں نے وہ مقام ڈھونڈ لیا ہے۔ آپ کم بخت کے اندر گھس کر بیٹھ جائیں! محفوظ رہے گا۔ یہ باہر آپ کو تلاش کرتا رہے گا۔ اللہ میاں کی باچھیں کھل گئیں اور وہ انسان کے گھٹ میں ڈٹ کر بیٹھ گیا۔ قرآن میں اس نے صاف کہا ہے کہ میں تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ گویا بالکل ہمارے اندر سے بول رہا ہے۔

بشر شر سے عبارت ہے تاہم خیر سے یکسر خالی نہیں۔ آگے چل کے معلوم ہوگا کہ خیر وشر دو نہیں ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔

خیر، نیکی کا ایک ایسا آئیڈیل ہے جس کا سلسلہ یزدان و جنت تک پہنچتا ہے اور شر بدی کا وہ نقطۂ عروج ہے جو ابلیس و دوزخ تک لے جاتا ہے۔

اس ستم ظریفی کو ملاحظہ کیجیے کہ آدم، مشت خاک، مسجود ملائک، اشرف مخلوقات کو آدمی سے انسان کی منزل بھی نہ مل سکی۔ ایسا [illegible] آرزو ہی رہی۔

غالبؔ نے کہا ہے ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

اور انسان کا مرتبہ فرشتہ سے بہت اعلیٰ و افضل ہے۔ لیکن انسان کی منزل تک پہنچنے میں بڑی دشواریاں حائل ہیں۔ یہ دشواریاں بیک وقت محرک خیر بھی ہیں اور منزل شر بھی۔ اور فرشتگی؟ ع تو فقط اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو۔

اس کے مقابلہ میں آدمیت خیر وشر کا سنگم ہے انسان نہ خالص خیر ہے اور نہ خالص شر۔ بلکہ قدرت نے خیر وشر کو اس کے ضمیر میں کچھ اس طرح گوندھا

ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا ؎

ہم کہ آدم ہیں، ابن آدم ہیں
جذب تقدیس کے امیں ہم ہیں
خیر و شر سب ہمارے دم سے ہے
نیشتر ہم ہیں، انگبیں ہم ہیں

مسئلۂ خیر و شر کو سمجھنے سے پہلے چند بنیادی حقائق کو سمجھنا از حد ضروری ہے، جن کی حیثیت بنیادی ارکان کی سی ہے۔ اور یہ مسلمہ حقائق کلیہ بن چکے ہیں سب سے پہلا کلیہ تو یہ ہے کہ ہر تخلیق کے لئے تضاد کی ضرورت ہے۔ دوسرے لفظوں میں تضاد کے بغیر تخلیق ممکن ہی نہیں۔ آپ سفید دیوار پر چاک سے کچھ لکھیئے تو پڑھا نہ جائے گا۔ گویا عدم تضاد کی وجہ سے تخلیق موقوف اب کوئلے سے سفید دیوار پر لکھیئے دیوار بولنے لگے گی، سیاہ و سفید کے تضاد کے باعث۔ لیکن اس سے بھی زیادہ باریک پہلو یہ ہے کہ اس تضاد میں بھی وحدت ہے۔ تخلیق و تضاد کا مشترک رشتہ ہی وحدت تضاد ہے۔ تخلیق، تضاد اور وحدت تضاد کا ازلی رشتہ ہے۔

دوسرا کلیہ: تغیر و تبدل قدرت کا اٹل قانون ہے ؎

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں

کسی لمحہ کو روکا نہیں جاسکتا۔ حیات و کائنات کی ہر شے ہر لمحہ بدلتی رہتی ہے۔ مگر اس تغیر و تبدل کا بھی ایک مرکز ہے جو غیر متحرک ہے، اٹل ہے اٹل ہے اور قائم و دائم ہے۔ ہم اسے محور انقلاب بھی کہہ سکتے ہیں۔

تیسرا کلیہ: ہر آدمی صرف اپنے جیسا ہی ہوتا ہے۔ یہ پہلو بہت پیچیدہ الجھا ہوا مگر بہت دلچسپ بھی ہے۔ شری وید ویاس کی معرکہ آرا سنسکرت تصنیف مہابھارت، میں ایک مقام پر جہاں ایک یکش پانچوں پانڈوں سے مختلف سوالات کرتا ہے ان میں سے ایک سوال یہ تھا "دنیا کی سب سے عجیب بات کیا ہے؟" یدھشٹر نے جواب دیا تھا کہ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ روزانہ آدمی مرتے ہیں، مُردوں کو دیکھتے ہیں، اس کے باوجود اس سے کوئی عبرت نہیں حاصل کرتے۔

مانا کہ یدھشٹر کے جواب میں بھی حقیقت ہے مگر حیرت ہے کہ وہ عجیب ترین حقیقت کو نظر انداز کر بیٹھے اور وہ یہ ہے کہ قدرت کی ہر تخلیق بے نظیر اور لاثانی ہے۔ گویا ہر شخص آپ اپنا جواب ہے۔ قدرت نے، اس غیر معمولی انفرادیت کو قائم رکھنے کے لئے، ایک سے دو آدمی آج تک پیدا نہیں کئے۔ امریکہ کے ایک ماہر نباتات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ایک درخت کے دو پتے بھی یکساں نہیں ہوتے۔

اس یکتائی نے انسان کو یقیناً عظمت بخشی ہے۔ لیکن اس نے ایک میں ایک کثرت میں وحدت کی بھی تلاش کی ہے۔

اسی انوکھے پن نے آدمی کو تنوع پسند، تلون مزاج اور رنگارنگ بنادیا دوسرے لفظوں میں ہر شخص کی انفرادی سطح غیر معمولی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ اس رنگارنگی کے باعث ہر تخلیق پر راز کا پردہ پڑ گیا۔

انسان ایک ایسی تخلیق قدرت ہے جس کا خمیر تضادات سے اٹھا ہے۔ وہ ایک طرف نقطۂ عروج تک پرواز کرتا ہے تو دوسری طرف ابلیسیت کے انقلابی فتنۂ شر سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔ خیر و شر کا یہ عجیب و غریب ملغوبہ یعنی حضرت انسان دو انتہاؤں کا نقطۂ اتصال ہے۔

وحدت و کثرت، ایک اور انیک کا مسئلہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے اصل میں ایک (وحدت) انیک (کثرت) کی مالا کا وہ دھاگا ہے جو کثرت کی رنگارنگی کو قائم رکھتے ہوئے بھی ایکتا کا چراغ جلائے رکھتا ہے۔

؎ فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے

اہل فارس نے نیکی اور بدی کے دو خدا بنا کر خیر و شر کے مسئلہ کو اور بھی الجھا دیا۔ انہوں نے خیر و شر کو الگ الگ دو فرض کر کے "یزداں" نیکی کا خدا اور "اہرمن" بدی کا خدا، دو خدا تخلیق کر ڈالے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد مگر دونوں ہی لازم و ملزوم

؎ ایک رحمان دوسرا ابلیس
خیر ہی خیر ایک شر ہی شر
اور ہم خیر و شر کا سنگم ہیں
ہے امانت کا بار بھی ہم پر

میر نے "بار امانت" کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ؎

سب پہ جس بار نے گرانی کی، اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا !

اسی بار امانت نے ہی انسان کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ عطا کیا ہے۔ اور انسان مجموعہ ہے خیر و شر کا۔ ؎

سب کی طینت میں خیر ہے شر ہے، کون مومن ہے، کون کافر ہے انسان کی اس بوالعجبی کی تصویر یاس یگانہ چنگیزی نے خوب کھینچی ہے ؎

شیطان کا شیطان فرشتے کا فرشتہ، انسان کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی۔ فطرت انسانی کی ایک اور تصویر اس شعر میں ملاحظہ کیجئے ؎

آدمی سے ملنا بھی، آدمی سے بچنا بھی
آدمی ترستا ہے، آدمی لٹیرا ہے

غرض آدمی کا وجود کورکشیتر کا میدان ہے جس میں خیر و شر کا مہا بھارت مسلسل چلتا رہتا ہے۔ خیر و شر کی یہ جنگ جو روز ازل سے چلی آ رہی ہے، روز ابد تک جاری رہے گی۔ شاید قدرت کا یہی منشاء ہے۔

اگر اہل فارس کا خیال صحیح ہوتا یعنی خیر و شر کا خاتمہ بالخیر کبھی کا ہو گیا ہوتا۔ اس دنیا میں کتنے ہی پیر پیغمبر اور اوتار آئے جنہوں نے شر کے خلاف جہاد کیا اور بزعم خویش شر کو نیست و نابود کر دیا۔ مگر شر کا وجود اگر الگ ہوتا تو وہ یقیناً مارا جاتا مگر وہ تو خیر کا جز لاینفک ہے۔ خیر ہے تو شر ہے۔ تو ثابت ہوا کہ شر بھی خیر فانی ہے۔ شر خیر کا ہمزاد بلکہ ہم وجود ہے۔

شر تو محض خیر کی ادا ہے کا نزانہ ہے، ایک ادا ہے تا کا نہ ہے۔ شر خیر کی شان محبوبی ہے۔ یہ نکتہ بھی بڑا لطیف و نازک ہے۔ میر تقی میر نے "ذکر میر" میں کفر و اسلام کا بہت خوبصورت موازنہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ اسلام جمال عشق اور کفر جلال عشق ہے۔ جلال و جمال کو جیسے الگ نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی کفر و اسلام کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ع

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے

جیسے بجلی کے تار مثبت (POSITIVE) اور منفی (NEGATIVVE) ہوتے ہیں۔ اور دونوں کی موجودگی ہی تکمیل عمل کا باعث ہوتی ہے۔ یہی حال خیر و شر کا ہے۔ خیر مثبت اور شر منفی ہے۔

عمل کا جہاں تک تعلق ہے وہ ذہنی کشمکش کی موجودگی میں معطل رہتا ہے۔ عمل میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ذہنی کشمکش کہ ع

ایک دورا ہے پہ حیران ہوں کس سمت بڑھوں؟

کی کیفیت بے عملی کا باعث بنتی ہے۔ جب کشمکش کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو عمل میں حرکت آتی ہے۔ خیر و شر ذہنی کشمکش کے محرک ہیں۔ اور اس کشمکش کی تصویر غالب کے اس شعر میں موجود ہے ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

ذہنی کشمکش میں انسان کا وجود دو لخت ہو کر، دونوں طرف چل پڑتا ہے اسلئے کہیں نہیں پہنچ پاتا۔ ایک خیر کی طرف دوسرا شر کی جانب۔

ذہنی کشمکش یعنی دو دلاپن کی صورت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ ع

خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ہم دن رات "ضمیر کی آواز" کی بات کرتے ہیں۔ مگر ہم نے کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ اصل میں ضمیر کی آواز ہے کیا ؟ ایک عام آدمی بھی کہتا ہے کہ جب انسان برے کام کی نیت باندھتا ہے یعنی جانب شر جاتا ہے تو ضمیر آواز دیتا ہے کہ ایسا مت کر ! مگر اکثر و بیشتر یہ آواز صدا بہ صحرا ہو کر رہ جاتی ہے۔ ضمیر کی آواز کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو معاملہ بالکل اس کے برعکس ملے گا آدم و حوا کو دانہ گندم کھانے کو منع کیا گیا مگر وہ گندم کھا کر ہی رہے۔ آپ کسی کھڑکی پر یہ بورڈ لگا دیں کہ "مہربانی کر کے اندر نہ جھانکیے"۔ جو بھی شخص ادھر سے گزرے گا ایک بار جھانک کر ضرور دیکھے گا اور جو از رہ تکلف نہ جھانکے، وہ بھی ذہنی طور پر جھانک لے گا۔ یہ کچھ ایسی ہی بات ہے کہ دیوانے پتھر مت مارو ! اور دیوانہ یہ کہہ کر کہ اب تو مجھے یاد دلا دی ہے، پتھر کھینچ مارتا ہے۔

تو نفسیاتی طور پر ضمیر کی آواز خیر کا ہی فراڈ ہے۔ خیر صاحب یہ کہہ کر کہ یہ شر ہے، ادھر نہ جاؤ ! خود ادھر چلا جاتا ہے۔ یہ انکار بھی ترغیب و تحریک بن جاتا ہے۔ انسان کو صرف یہ کہہ کر کہ گناہ مت کر، گناہ گار بنا دیا۔

نیکی کی تلقین بھی اخلاقیات و دینیات کی کلیدی تعلیم ہے۔ اس کا آدرش بھی خوب ہے کہ "نیکی کر دریا میں ڈال"۔ یعنی نیکی کر کے اسے بھول جانا چاہیئے۔ "دریا میں ڈال" کی شرط بڑی معنی خیز ہے۔ کیونکہ نیکی بھی اہنکار کو موٹا کرتی ہے۔

دو غزلیں

مرزا محمد علی بیگ مرزاؔ
جیلا پورہ - مکان نمبر ۱-۱۸-۱۰
اورنگ آباد

جن کے دل درد مند ہوتے ہیں
ایسے دنیا میں چند ہوتے ہیں

آسماں بھی تو جھک کے ملتا ہے
حوصلے جب بلند ہوتے ہیں

یہ حقیقت ہے وقت آنے پر
خار بھی سود مند ہوتے ہیں

آ - کانٹوں سے دوستی کرلیں
پھول تو خود پسند ہوتے ہیں

راز پاتے ہیں جو حقیقت کا
اُن کے لب مہر بند ہوتے ہیں

عزم پرواز جن میں ہے مرزاؔ
کب وہ زیر کمند ہوتے ہیں

کچھ بھی نہ کہا ہوتا کچھ بھی نہ سنا ہوتا
وہ آکے چلا جاتا وعدہ تو وفا ہوتا

ہم اُس کے لئے اپنی یہ جان بھی دیدیتے
اک بار ہمیں اُسنے گر اپنا کہا ہوتا

کس موڑ پہ لے جاتا سیلاب مجھے غم کا
گر آج نہ تم آتے کیا جانئے کیا ہوتا

ہم درد کے ماروں کا پرساں نہ رہا کوئی
ہم خوگر غم کا بھی آئے کاش خدا ہوتا

نام اپنا بھی آجاتا مرزاؔ نئے ناموں میں
گر اپنی غزل کا بھی اسلوب نیا ہوتا

بیس شمعوں کی اشارت

مومن خان شوقؔ
اشرف ولا 723 - 3 - 11 ملے پلی حیدرآباد

آرزوؤں کے دریچوں سے سحر جھانکتی ہے
روشنی زادوں سے احوال وطن پوچھتی ہے

صبح کی راہ پہ اک قافلۂ نو نکلے
منزل حسن تمنا پہ شگوفے مہکے

کارخانوں میں مشینوں کا سنبھل کر چلنا
نئی تاریخ تمدن کا انوکھا سپنا

مکتبوں میں نئی تنویر نظر آتی ہے
اک نئے ہند کی تصویر نظر آتی ہے

دل کی آواز کو تقدیر بناتے جاؤ
آرزوؤں کے در و بام سجاتے جاؤ

بیس شمعوں کی تمازت کو اشارت سمجھو
شوقؔ اس عہد کو صبحوں کی بشارت سمجھو

انا کو توانا کرتی ہے، انانیت کو بڑھادیتی ہے۔ اسلئے یہ احساس کہ میں نے فلاں کے ساتھ نیکی کی ہے، نیکی پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اور یہیں سے "نیکی کا بدلہ بدی" کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز نفسیاتی نکتہ ہے کہ جس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہے اس کی انانیت مجروح ہوجاتی ہے کہ آج فلاں کا احسان اُٹھانا پڑا۔ اس احساس کی شدت "محسن" کو "بدخواہ" میں تبدیل کردیتی ہے۔ اس طرح نیکی کا انجام بدی ہوتا ہے۔

مسئلہ خیر و شر جب مسئلۂ جبر و اختیار سے جُڑ جاتا ہے تو پہلا سوال پیدا ہوتا ہے، کیا انسان نیک بننے کے لیے پوری طرح آزاد و مختار ہے یا خارجی و باطنی طور پر مجبور محض؟ غرض جبر و اختیار بھی دو انتہائیں ہیں۔ ان کا نقطۂ توازن ہی اس سوال کا جواب دے سکتا ہے۔

غرض خیر و شر کا حقیقی توازن ہی انسان کو انسان کامل کا درجہ عطا کرتا ہے۔

فرشتوں کا یہ مسجود کیسا البیلا ہے کہ ؎

بر کفے جام شریعت، بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سندان باختن

پلاسٹک کا آدمی

کنور سین

ڈبل بیڈ پر ساتھ لیٹی اس کی بیوی اُسے بڑبڑاتے ہوئے سننے لگی پھر وہ اس کی طرف منہ کر کے اسے دیکھنے لگی۔ وہ ایک ہی رٹ لگا رہا تھا۔

"یہ ہو کیسے گیا ! میں نے ایسا کیوں کیا ؟ کیا واقعی میں اس قدر...؟"

بیوی مسکرانے لگی :

"ضرور کسی نئی کہانی کا کردار اس کے تحت الشعور میں بیٹھا اسے پریشان کر رہا ہے" وہ اس کے اور قریب سرک گئی۔

"نہیں !" بیوی کے گداز جسم کی مہک کو ٹھکرا کر وہ اپنے میں سمٹنے لگا اور رات کے کیف آگیں آغوش سے نکل بھاگا۔ لیکن چند قدم ہی ... اپنے ماضی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا اور ... کے حوالے کر کے خود ...

اور بکھرنے کا منظر دیکھنے لگا۔

اُس دن رات گئے گھر لوٹا تو ہاتھ میں چھوٹا سا لفافہ تھا۔

بیوی نے دروازہ کھولتے کھولتے چہرے پر چھائی جھلاہٹ دور کر لی اور لفافہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

"قمیص کا کپڑا ہے نہ ؟"

کپڑا نکالتے ہی وہ حیران رہ گئی !

"لال رنگ ! تم نے کیسے خرید لیا ؟ اس رنگ کی قمیص میں آدمی ریلوے قلی جیسا لگتا ہے۔ اس کی شخصیت مر جاتی ہے۔ مجھے آج تک لال رنگ کی ساڑی پہننے دی نہ چوڑیاں۔ دروازے اور کھڑکیوں کے پردے بھی دوسرے

رنگ کے ہیں۔ پھول دان میں گلاب کا پھول تک برداشت نہیں ہوتا.....
آج اپنے لئے ....."

بیوی کی طرف بے بسی سے دیکھتا ہوا وہ صوفے پر بیٹھ گیا: "دراصل ....."

"دراصل کیا؟ اس دن ونڈو شاپنگ کرتے وقت تم نے نیلے رنگ کا پیس پسند کیا۔ پھر ....."

"بات یوں ہے۔ میں دکان میں داخل ہوا تو وہاں کونے میں کھڑے پلاسٹر کے آدمی کو پہنائی ہوئی قمیص کا رنگ مجھے ایکدم پسند آگیا۔ وہ اسے بہت جچ رہا تھا۔ میں نے اپنی پسند کو بھول کر یہ ٹکڑا خرید لیا۔ اس میں ..... [illegible] ہکلانے لگا۔

بیوی اس کی بات [illegible] کچن میں چلی گئی تو وہ اپنے سے لڑنے لگا ـــــ کیا ہوا؟ آج کل ہر کسی نے لال رنگ پہنا ہوا ہے۔ میرے اسکول کالج یا کہیں بھی اس رنگ میں [illegible] کی فلم 'برسات' میں "میرا لال دوپٹہ ململ کا" نے بھی مجھے [illegible] کچھ بھی کہتے رہے۔ پھر یہ سب ..... اس کے جی میں آئی کپڑے کی دھجیاں اڑا دے۔ [illegible] اور نہیں تو پاؤں ہی سے کچل دے۔

پلاسٹر کا آدمی [illegible] میں کہاں ہوں؟ تبھی شہر میں جگہ جگہ لگے اشتہار اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔ ریڈیو پر رات دن ہونے والی ایڈورٹزمنٹ اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اترنے لگی اور وہ... [illegible] کریم جما رکھی ہے

بیوی نے میز پر کھانا [illegible] ابھی نہیں کھاؤں گا۔ وہ جوتے اتارنے لگا

[illegible] ہوئی کہ بیوی نے [illegible] اصرار نہیں کیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد [illegible] دودھ کا گلاس [illegible] تو وہ اچھل پڑا۔

"گلاس [illegible] مجھے یہ ناول آج ہی ختم کرنا ہے۔"

[illegible] کتاب [illegible] بازو پھیلا دیا۔

کتاب کھلی رہ گئی۔

لفظوں کو گھورتا ہوا وہ پھر ماضی کے آغوش میں سرکنے لگا۔ گذرے ہوئے واقعات اُسے کریدنے اور کچوکنے لگے۔ بار بار شکست اور ندامت کے بھنور میں ابھرتے ڈوبتے ہوئے وہ اپنے کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہوا تو اسے پچھلے دنوں ہوئی گھٹنا نے دھر دبوچا۔

پچھلے دنوں اس کا بیٹا راجو ساتھ والے مکان میں آئے ڈائننگ ٹیبل کو دیکھ کر مچل پڑا تھا۔ اس سے یہ ممکن نہ ہوا کہ [illegible] اپنا نقل کرے۔ ساتھ والے مکان میں چیز آنے سے پہلے وہ اس کے لئے ضد کرتا تو وہ اسے شاباش دیتا۔ وہ سٹ پٹا گیا۔ اس دن نہ سہی چند روز بعد اسے ٹیبل خریدنی ہی پڑی۔ راجو کا ساتھ اس کی ماں نے دیا اور ماں بیٹے نے مل کر باپ کو توڑ دیا۔

اپنی انا کی لاش کو یہ [illegible] پڑی دیکھ کر وہ برسوں لمبی سڑک پر بھاگتا ہوا جب شاردا بائی کے کوٹھے پر پہنچا تو [illegible] بھول گیا تھا۔ اسے محسوس ہوا وہ یہاں بھی زبردستی لایا گیا ہے۔ ایک پرانا ساتھی اس کے گلے میں رسی ڈال کر اسے کھینچ لایا ـــــ ماضی کا آسیب پیچھا نہیں چھوڑتا ـــــ وہ بڑبڑایا ـــــ شاردا بائی!ـــــ

کالج سے نکلا تو دل اور دماغ میں گیت گونج رہا تھا۔ نشیلی دھند چھائی ہوئی تھی۔ یار دوستوں کے ساتھ جوان جسموں، لمبے گھنیرے بالوں، دہکتے ارمانوں اور مہکتے خیالوں کی باتیں [illegible] نہ جانے اسے کیا ہو گیا۔ وہ ایسی لڑکی کا خواب دیکھنے لگا جو کوٹھے پر [illegible] کی منتظر ہو جیسے وہ اپنا اچھوتا ارمان پیش کر سکے۔ جو اس پر اپنا حق جتائے اور اس کی روح کا مالک بن جائے۔

لڑکی کی آنکھوں میں بسی بے پناہ اداسی کا سوچ کر وہ عجیب احساس میں ڈوبا رہنے لگا۔ اسے آس پاس پگھلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ کائنات اداس شگفتگی میں نہائی نظر آنے لگی۔

ایک رات وہ اکیلا ہی شاردا بائی کے کوٹھے پر چلا گیا۔ رات زیادہ ہو جانے کے کارن وہاں کوئی گاہک نہ تھا۔ سازندے بھی چائے پینے اور پان چبانے کے لئے نیچے بازار میں اتر گئے تھے۔ شاردا بائی آرام کمرے میں

لیتی بڑی بائی سے باتیں کر رہی تھی۔

اس کے قدموں کی چاپ سُن کر بڑی بائی چونکی :

" کون ہے "

اپنے میں مست ، بنا جواب دئے وہ کمرے میں داخل ہو کر چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گیا۔

" آپ باہر تشریف رکھئے ۔ یہاں ..... "

بڑی بائی کے جملہ پورا کرنے سے پہلے ہی اس نے نوٹوں کی گڈی اسکی طرف بڑھادی۔

" لڑکی صرف گانا گاتی ہے ۔ دوسرا دھندہ ..... "

" مجھے اس کی ضرورت نہیں" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔

بڑی بائی اس کی جانب مسکراتی نظروں سے دیکھتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

وہ شاردا بائی کے تازہ پھول جیسے چہرے کو دیکھنے لگا۔

" آپ پریشان دکھائی دیتے ہیں۔" کمرے کی فضا نغمہ بار ہو اُٹھی۔

" نہیں تو "

" پھر یہ خاموشی کیوں؟ نگاہوں میں کرب کیسا؟ اور یہ تجسس؟ "

" میں تمہارے جسم میں سمائی روح میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہوں "

وہ شاردا کی گمبھیر ہوتی ہوئی نگاہوں میں اترنے لگا۔

کیا تمہیں اداس [illegible] آتا ہے؟

" اداس ہونا [illegible] پڑتی ہے کیا؟" شاردا حیران ہو [illegible]

" ان دلفریب آنکھوں کو اداسی سے کوئی سروکار ہے یا نہیں؟" وہ اپنی بات دہراتا رہا۔

شاردا بائی اس کی طرف دیکھتی ہوئی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

" ویشیا سے زیادہ اداس انسان دوسرا کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے دکھاوے کی سیما نہیں ہوتی۔ اوپر سے چاہے وہ کیسی لگے اس کے اندر کا انتشار اسے سوائے غم اور اداسی کے کچھ نہیں دیتا۔ ہر چیز کسی دھری سے بندھی رہنے میں اپنی نجات سمجھتی ہے۔ ویشیا کا کوئی مرکز نہیں .... لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھتے ہیں "؟

شاردا کی آنکھوں میں من چاہی اداسی کو پھیلتے دیکھ کر وہ بے قابو ہونے لگا۔

" کیا میں تمہاری آنکھوں کو چوم سکتا ہوں؟ "

" یہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ آپ کو اچھوتے اور انوکھے کی تلاش ہے تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے "۔

اُسے پشیمان ہوتے دیکھ کر شاردا بولی۔

میں ہر کسی کے لئے اداس نہیں ہو سکتی ۔ آپ کی یہ کمزوری میرا بھرم توڑ دے گی کسی کے بارے میں بھرم پیدا ہو جائے یہ معمولی بات نہیں۔ عورت شاید زندگی بھر اسی کا انتظار کرتی ہے ۔ وہ رُکی۔

مجھے اپنے تئیں کاروباری انداز اپنانے پر مجبور نہ کرو۔

آؤ ہم دونوں اداسی کے سمندر میں ڈوب جائیں۔

" تہہ بہ پیچ کرب کچھ آپ کا ہو جائے گا ۔

شاردا کی بات سن کر اسے لگا دیا اپنی گزشتہ بھول کر اُن دونوں کو دیکھ رہی ہے۔ شاردا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

" اب آپ جائیں ۔ کبھی ٹھیک سمجھیں اور ہمت کر سکیں تو آکر مجھے لے جائیں ۔ میں راہ دیکھوں گی۔ سمندر کی تہہ کو چھوئے بغیر میرے پاس آنا بے کار ہے۔ جس رتن کی آپ کو تلاش ہے وہ میں نے دے دیا۔ اُسے مُکتی کا سادھن بنانا آپ کا کام ہے "۔

شاردا خاموش ہو گئی ۔ وہ بے خود سا لوٹ آیا۔

جس بات کی اُسے امید نہ تھی وہ اتنی آسانی سے ہو گئی ۔

ویشیا نے اُسے انسان کی عظمت اور لطافت سے روشناس
کرا دیا۔ اس کے طفیل اُسے چاروں طرف نورانی دھند نظر آنے لگی۔ اس
دھند کو سمیٹنے اور اپنے میں سمونے کے لئے وہ بے چین ہو اٹھا۔

لیکن شاردا بائی کو بیوی بنا کر گھر لانا آسان بات نہ تھی۔
ماں باپ سے بغاوت کرنے سے پہلے اُسے اپنے کو ہی سمجھانا مشکل
دکھائی دیا۔

کتابیں پڑھنے اور سمیا پر لوگوں کی رائے جاننے کے بعد اُسے پتہ
چلا ــــ انسان من مانی نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے قدم قدم پر
بندھن ہیں۔ اخلاقیات، دینیات اور سماجیات کی آہنی زنجیریں اسے
جکڑے ہوئے ہیں۔ شاستر راستہ بتاتے ہیں اور پرمیرا راہ سجھاتی
ہے۔ کوئی بھی شخص اندھا ہو کر اپنی ڈگر نہیں چن سکتا۔

آزادی ایک واہمہ ہے۔

لاابالی پن، لوابعجی ا۔ قلندری اپنی قیمت مانگتی ہیں۔

انفرادیت سے مہنگی شے دوسری کوئی نہیں۔

کبھی خون، کبھی ماحول، کبھی ماضی، کبھی مستقبل ہمیں روکتا، ٹوکتا
توڑتا، مروڑتا رہتا ہے۔

شاردا بائی نے اداسی کے جس ساگر کے کنارے اُسے لا کھڑا
کیا اس کی گہرائی کی انتہا نہیں۔

وہ اس کی تہہ تک تبھی پہنچ سکتا ہے جب ساری رسیاں کاٹ کر
اپنے گلے میں خود مختاری کا پتھر باندھ لے۔

جہاں تہاں گھومتا ہوا وہ رسیاں کاٹنے اور پتھر باندھنے کیلئے
حوصلہ اور ہمت ٹٹولتا رہا۔ آخر مایوس ہو کر اس نے اداسی کے سمندر
کی جانب پیٹھ پھیر لی۔

شاردا بائی کی منتظر آنکھوں میں بسی انفاہ اداسی کو یاد کر کے وہ
ڈسنے لگا۔ تھکا ہارا، اسے محسوس ہوا اس کا سانس رکنے لگا ہے اور کوئی
پتھر اس کے رگ و ریشے کو کاٹ رہی ہے۔

اندر تک پھیلتی گھٹن سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ تڑپ کر اٹھ
بیٹھا۔ لیکن کمرے میں پھیلا اندھیرا سڑک کے موڑ پر اور چوک میں لگی نیون
لائیٹس کی طرح آنکھیں جھپکانے لگا تو اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکل
گئی۔ تبھی اس کی بیوی اپنا نیند آلود ہاتھ اس کی پیٹھ پر پھیرتی ہوئی
بوجھل آواز میں بولی :

لگتا ہے کہانی کا خاکہ مکمل ہو گیا۔ اب سو جاؤ۔ صبح اٹھ کر اس میں
رنگ بھر لینا"

وہ بدحواس سا اس کے پہلو میں لیٹ گیا ●●

هادیہ شمیم
۱/۳۸/۷۶۱-۳-۱۰
وجے نگر کالونی
حیدرآباد ۵۰۰۰۲۵

یوں تو اس کا نام گوری تھا، لیکن وہ رات کی طرح کالی تھی اور کالی راتیں گوری کو بہت پسند تھیں۔ یہ سیاہی، اور یہ خاموشی، شاید موت ایسی ہی ہوتی ہوگی، گوری نے اپنی زندگی کی چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلتے ہوئے کئی بار موت کی بات سوچی تھی۔ جب بھی گنیشا نشے میں دھت ہوکر اسے پیٹنے لگتا، اس کا جی کرتا، یہ سارا سنسار اندھیرے میں کھو جائے روشنی کی کوئی کرن باقی نہ رہے، نہ ہوا سنسنائے نہ ہی پتہ کھڑکے اور یہ خاموش اندھیرا، بوسیدہ کھاٹ پر پڑے اس کے دکھتے بدن کو چاٹتا رہے چاٹتا رہے، یہاں تک کہ اس کا سیاہ بدن اس اندھیرے میں گھل جائے اور سویرے جب گنیش کسی راکھشس کی طرح چنگھاڑے،

"گوری !!!" تو دری خالی ہو اور وہ کہیں بھی نہ ہو، پورے سنسار میں کہیں بھی نہیں!

بس !! ایسی موت چاہتی تھی گوری! دیوی کے آگے سر رکھ کر اس نے کتنی بار موت کی پرارتھنا کی تھی، لیکن یم راج پرارتھنا کرنے سے تھوڑی آتے ہیں! .... اسے اپنا جیون ایک دکھتا ہوا پھوڑا لگتا جس کی ٹیسوں سے بچنے کی خاطر اس نے کئی بار خودکشی کی بھی سوچی، لیکن اس بات کے سوچتے ہی وہ سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگتی سوتے جاگتے چلتے پھرتے اس کی آنکھوں کے سامنے، بس ایک لاش جھولتی رہتی، سے یہ لٹکی ہوئی، ابلی ہوئی آنکھیں، لٹکتی ہوئی زبان! اور پھر کبھی ... اس کا جلد، ملگجے رنگ کی ہو جاتی۔

یہ جھولتی ہوئی لاش اس کی ماں کی تھی۔ اس وقت گوری پانچ برس کی تھی، چھمی چار برس کی اور اس سے چھوٹی انعتا ڈھائی برس کی۔ گوری کو ان دنوں کی ہلکی ہلکی سی یاد تھی۔ اس کی ماں کا پیٹ کئی دنوں سے پھولتا ہی جارہا تھا۔ پھر ایک دن وہ کٹی ہوئی مرغی کی طرح تڑپنے لگی تو اس کی دادی نے سب بچوں کو باہر دھکیلا اور اس کی ماں کو اندر لیکر دروازہ بند کرلیا۔ جب دروازہ کھلا تو گوری نے دیکھا، اس کی ماں کے پہلو میں ایک ننھی سی بچی ہاتھ پیر مار مار کر چلا رہی ہے۔ گوری کا ننھا سا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ماں کی تکلیف گو کہ کم ہوچکی تھی، اس کا پھولا ہوا پیٹ بھی پچک گیا تھا، پھر بھی وہ مسلسل کیوں روئے جارہی تھی، اور دادی اس سے یوں خفا تھی، جیسے ماں نے دال سے بھری ہوئی ہانڈی ہاتھوں سے چھوڑ دی ہو!

باپو جو دھان بکوانے کے لئے باہر گیا ہوا تھا، دو دنوں کے بعد لوٹا۔ گوری نے یوں تو اس سے پہلے بھی کئی بار اسے اپنی ماں کو پیٹتے دیکھا تھا، لیکن اس بار جیسا راکھشی روپ اسے پہلی بار نظر آیا۔ گوری کا روم روم لرز اٹھا۔ دوسرے دن جب وہ کھیت سے واپس لوٹی تو جیسے سارا گاؤں اس کے گھر کے باہر اکٹھا تھا، کنویں کے اندر سے تین ننھی ننھی لاشیں نکالی جاچکی تھیں اور جس کھاٹ پر ماں نے اسے اور اس کی بہنوں کو جنم دیا تھا، اس کے عین اوپر چھت سے لگے پھندے سے وہ لٹک رہی تھی۔ ابلی ہوئی آنکھیں اور لٹکتی زبان دیکھ کر گوری لرز گئی۔ اور اس روز جب رات کا اندھیرا پھیلا تو پہلی بار گوری کا جی چاہا کہ کاش! یہ اندھیرا اسے کھا جائے!!

ایسی ہی خواہش اسے اس دن بھی ہوئی تھی جب کہ نئی ماں نے صرف اس تصور پر کہ اس کے ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوٹے بھائی کا وزن نہ سنبھالا گیا اس کی پسلی سے پسلی بجا دی تھی۔ باپو نے یوں بھی کبھی پیار کے دو بول اس سے نہ بولے تھے، پھر وہ اس کے پاس جانے کی ہمت کہاں سے لائے! یوں اس کے بدن کو پیٹے جانے کی عادت ہوگئی اور چوٹوں سے دکھتا اس کا بدن سوتیلی ماں کے بچوں کا بوجھ ڈھوتا رہا۔

لیکن اس کا بوجھ باپو سے زیادہ دنوں اٹھایا نہ گیا تو یہ گٹھری اس نے گینشا کے کندھے سے لٹکا دی۔ گینشا ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ڈرائیور تھا اور یوں وہ اندھیروں کو اپنے گاؤں میں چھٹک کر روشنی کی آس لئے گینشا کے ساتھ اوانی گڑھ آگئی۔ لیکن اندھیروں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔

گینشا کو وہ اپنی وردی کی طرح ، لیکن جس طرح وہ وردی پہنتا اس کے کام کا ایک حصہ تھا، اس طرح گوری بھی اس کے جیون کا وہ حصہ بن گئی جس سے ہر دم وہ بیزار رہتا، لیکن ضرورت کی خاطر پہن لیتا۔ ہفتے میں تین چار دن تو وہ ڈیوٹی پر ہوتا جس دن اسے گھر آنا ہوتا، گوری اس کے لیے طرح طرح کے پکوان کرتی اور تھالی کی طرح خود کو بھی سجا کر اس کا انتظار کرتی۔ گینشا اپنا حق سمجھ کر بھر پیٹ کھا چکتا تو گوری کی پرواہ کئے بنا کروٹ بدل کر سو جاتا اور گوری کو یوں لگتا کہ وہ گینشا کے ساتھ صدیوں تک یونہی بھوکی رہے گی۔

گوری باسی روٹی کی طرح سوکھنے لگی اور گینشا بھی تھالی کھاتے کھاتے اوب گیا۔ جس دن وہ نشہ زیادہ کرلیتا اس کا ہاتھ کچھ زیادہ ہی بہک جاتا اور وہ [illegible] گوری کے لیے یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ تو ہر مرد کا حق ہے!! پھر بھی .... جس دن پہلی بار گینشا نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا، اس دن کتنی ہی دیر تک اس کی ماں اس کے ذہن پر دستک دیتی رہی۔ اب تو یہ ایک معمولی سا ہوگیا تھا۔ لیکن گوری اس وقت تلملا اٹھی جب گینشا نے اسے ٹھوکر مار کر نئی تھالی ڈھونڈھ لی۔

شادی کے تین سال بعد بھی گوری کی کوکھ اجڑی ہی پڑی تھی گینشا کے لئے غار بہت بہتر تھا۔ لیکن گوری کو تنہائی کے سانپ ڈسنے لگے۔ ایسے وقت شنکر اسے مل گیا اور گوری پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں جا گری۔

خوشی کی اسی مہک گوری نے پہلے کبھی نہ سونگھی تھی۔ وہ ان کے لمحوں کی مہک بھی جس کے آگے پھیکی تھی۔ وہ سب کچھ بھول بیٹھی۔ گینشا کو بھی اور اس ذلت کو بھی جو گینشا کے ٹھکرانے پر اس نے محسوس کی تھی ______ لیکن گینشا کے کان کھلے تھے اور برادری اس کی بدنامی کی گونج سے جھنک رہی تھی۔ یہ بھنبھناہٹ خود گوری کو بھی سنائی دے رہی تھی، ایک دن جب گوری چوری چھپے شنکر کے ساتھ اس پگڈنڈی پر چلی جا رہی تھی، جو اسے گینشا کی زندگی سے دور لیے جا رہی تھی، نہ جانے کہاں سے گینشا اسی راکھشس کے روپ میں نمودار ہوا، جسے کئی برسوں پہلے وہ اپنے باپ کے بدن پر دیکھ چکی تھی، اسی پگڈنڈی پر اپنی مضبوط باہوں کا سہارا دیکر اسے دور دیس لیجانے والا شنکر، اس راکھشس کی ایک ہی جھلک دیکھکر ایسے بھاگا کہ اس نے پلٹ کر یہ بھی نہ دیکھا کہ گوری پر کیا بیتی! گینشا کی ہر مار کے ساتھ گوری کے جسم میں اس کی ماں کی روح تڑپ جاتی، پاس پڑوس والے اگر بیچ بچاؤ نہ کرتے تو اس دن گینشا کی کلہاڑی ضرور اس کے خون سے تر ہو جاتی۔

جب گینشا کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو گوری کے دل کی چنگاری بھڑکنے لگی۔ صبح ہوتے ہوتے اس نے ایک بھیانک فیصلہ کرلیا۔ انتقام کی چھری اس نے اپنے کلیجے میں چھپالی اور راز کے بھاری بوجھ نے [illegible] گینشا کے قدموں میں جھکا دی اور اپنی انا کو اس نے ذلت کی کٹار پر رکھدیا۔ اور اسی کٹار پر وہ چھری بھی تیز ہونے لگی جو اس کے سینے میں چھپی پڑی تھی۔ کئی دن بیت گئے۔ اس نے گینشا کی پھر ایسی ہی سیوا شروع کر دی جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ گینشا بھی سب بھول بھال گیا، گاؤں کے لوگوں کی زبانیں بھی کہتے کہتے آخر تھک گئیں، تب ایک دن سویرے ہی سویرے وہ گینشا سے ملنے نکل پڑی، اس کی سوتن کا گھر پوسٹ آفس کے پچھواڑے تھا۔ اس دن فضا کچھ اندھیری اندھیری سی تھی، آسمان چاروں طرف سے بادلوں سے ڈھک چکا تھا۔ ایک انجانے خوف سے گوری کے پاؤں تھم گئے۔ پھر اچانک ہی اسے یاد آیا کہ گینشا کے ڈیوٹی پر جانے کا وقت ہوگیا ہے کہیں وہ چلا نہ جائے۔ اس کے قدم تیز ہوگئے لیکن گینشا اسے راستے ہی میں مل گیا،

گوری کو کچھ ایسے سکون کا احساس ہوا جیسے اس کے کام کا پہلا مرحلہ طے ہو چکا ہو۔ بڑی لگاوٹ سے مسکرا کر اس نے گنیش کی جانب دیکھا۔ اور اس سے التجا کی کہ آج وہ اس کی کھولی کو عزت بخشے۔ گنیش نے پہلے تو اسے دھتکارا لیکن آج گوری کے انداز ایسے تھے کہ آخر اسے اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ گنیش نے اسے بتایا کہ آج اس کی ایک ہی ٹرپ ہے اس لیے وہ چار بجے تک لوٹ آئے گا۔

گنیش کو بدا کر کے گوری بڑی تیزی سے پلٹی۔ سب سے پہلے تو اس نے کھولی کی صفائی شروع کی، لال مٹی گیلی کر کے فرش لیپا۔ انگنائی کو جھاڑا اور پانی چھڑک کر رنگولی کا وہ ڈیزائن بنایا جو اسے سب سے زیادہ پسند تھا تبھی ہوا کے تیز جھکڑوں کے ساتھ بارش شروع ہو گئی۔ اس نے چولہے کا سامان سمیٹا اور ٹین کے سائبان کے نیچے ہو گئی۔ گنیش کے آنے سے پہلے وہ سب کام ختم کر لینا چاہتی تھی لیکن بارش کے تیز جھونکے اس کے کام میں رکاوٹ ڈال رہے تھے۔ گوری کے سینے میں بھی ایسے ہی تیز جھکڑ چل رہے تھے اور گوری کو یقین تھا کہ ان تیز جھکڑوں کی زد میں گنیش کی زندگی کا چراغ ٹھہر نہ سکے گا۔ آج کا دن .... صرف ایک دن اور کل گنیش کی پسند کا تلون کرتے ہوئے گوری نے سوچا .... کل وہ اندھیرے میں غائب ہو چکا ہوگا۔ گوری جس نے عمر بھر خود کو اندھیرے میں گم کر دینے کی بات سوچی تھی، آج اس نے گنیش کو اس اجگر کے منہ میں ڈھکیل دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ زہر کی شیشی پر جب اس کی نظر پڑی تو اس کی آنکھوں میں انتقام کا الاؤ کچھ زیادہ ہی روشن ہو گیا۔ لیکن باہر بارش تھی کہ رکنے کا نام بھی نہ لیتی تھی۔ سب کام ختم کر کے اس نے ساڑی بدلی، بال باندھے اور ان میں بینی سجائی۔ گوری نے اندازہ لگایا کہ وہ آتا ہی ہوگا۔ ویسے ہر طرف ایسا عجیب سا اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ وقت کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔ بارش نے طوفان کی شکل اختیار کر لی تھی پڑوس سے رامو کی عورت نے اسے پکارا، گوری نے کواڑ کھول کر جھانکا تو دیکھا پڑوس کی سبھی عورتیں بچوں کے ساتھ باہر نکل آئی تھیں یاد یا نہیں، سے یہ خبر لے آیا تھا کہ طوفان آنے والا ہے۔ سبھی لوگ جان بچانے کے لئے باہر نکل آئے تھے۔ گوری نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، ایسی طوفانی بارش تو ہر سال ہوتی ہی ہے، اس سے زیادہ تیز تو وہ طوفان تھا، جو اس کے سینے کے اندر رہا تھا۔ گوری نے بڑی مکاری سے سوچا یہ تو اور بھی اچھا موقع ہے، بس وہ آتا ہی ہوگا اور اندر جا کر کواڑ لگا لیے۔ پانی اس کے کھولی میں ٹخنوں سے اونچا آ چکا تھا جس کے نیچے صبح اس کا لیپا ہوا فرش دلدل ہو رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی تمام چیزیں سمیٹیں مگر پانی کی سطح اونچی ہی ہوتی گئی کواڑ کھول کر اس نے ایک بار اور باہر جھانکا۔ گنیش کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ باہر چلنے والے طوفان کی رفتار گوری کے سینے میں چلنے والے طوفان سے زیادہ بڑھ چکی تھی اور جب اس کے کچے مکان کی چھت لرز کر ٹوٹنے لگی تو پہلی بار خوف نے قدم بڑھا کر انتقام کی جگہ لینی شروع کی۔ گوری نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے کیا کرے، اب اسے یہ فکر نہیں تھی کہ گنیش کے آنے میں اور کتنی دیر لگے گی۔ نہ اسے اس کا پتہ چلا کہ اس کی محنت سے پکائی ہوئی سبھی چیزیں پانی میں ڈوب چکی ہیں، نہ ہی اس نے یہ دیکھا کہ زہر کی وہ شیشی جو اس نے کئی دنوں سے سنبھال کر رکھی تھی، اب اپنی جگہ پر نہ تھی۔ پانی اس کی کمر تک پہونچ چکا تھا گھبرا کر اس نے کنڈی کھول دی اور دفعتاً پانی کا ریلا بوسیدہ، دیمک کھائے ہوئے پٹوں کو زمین پر گراتا ہوا اندر داخل ہوا اور سب کچھ بہا لے گیا۔ گوری کے قدم زمین سے اکھڑ گئے۔ وہ بپھری ہوئی موج پر سوار تنکے کی طرح بہہ گئی۔ سمندر اپنی حدود توڑ کر اودلی گڈہ پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا تھا۔ دھاڑتی ہوئی موجوں اور انسانوں و جانوروں کی چیخ پکار نے قیامت سی بپا کر دی تھی۔ بڑھتے ہوئے اندھیرے میں زندگی بڑی کربناکی سے چیخ رہی تھی۔

گوری کو جب ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا جسم کرشن کے مندر کی چھت پر پڑا تھا۔ اس کے آس پاس ایسے ہی کئی جسم پڑے تھے، کچھ زندہ، کچھ مردہ۔ مندر کے ٹوٹے ہوئے کلس سے ایک ناگ سانپ لپٹا پڑا تھا، یم راج سے ڈر کر جس نے اپنی زہر کی تھیلی، طوفان میں بہادی تھی۔ سمندر اپنا بلیدان لیکر واپس جا چکا تھا۔ نیچے پانی میں جانوروں اور انسانوں کی لاشیں ساتھ ساتھ تیر رہی تھیں۔ کچھ پھولی ہوئی، کچھ ادھوری لاشیں ...... ان میں کئی وہ تھے جو رات اس کے ساتھ زندگی کا دامن تھامنے کو ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ رات کی وحشتناک چیخ و پکار مہیب سناٹے میں بدل چکی تھی۔ ہر طرف موت ہی موت

تھی، تباہی ہی تباہی، سناٹا ہی سناٹا ——— اس سناٹے نے گوری کے پورے وجود کو ساکت کر دیا اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کب اسے امداد ملی اور کب اسے ریلیف کیمپ بھیجا گیا۔ کیمپ لاشوں کے جنگل نظر آ رہے تھے۔ بے شمار لاشیں تھیں۔ زندہ بھی، مردہ بھی ——— گوری کی زندہ لاش نے شنکر کے مردہ جسم کو دیکھا، شنکر، جس نے اسے مسرت کی بہت چھوٹی لیکن بیش قیمت پونجی دی تھی، شنکر، جو اسے راکھشس کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بزدلوں کی طرح بھاگ گیا تھا...... اسی شنکر کی پھولی ہوئی لاش کو گوری نے دیکھا، پھر بھی اس کے اندر پھر بھی گوری کے اندر جمی ہوئی برف نہ ٹوٹی۔ آج پھر لاش کا چہرہ یکساں تھا۔ ایم راج کا چہرہ..... یہ بھیانک چہرہ دھرتی پر برسوں بعد دیکھا گیا تھا۔

- - - - - -

امدادی کاموں میں تیزی آ چکی تھی، پھر بھی لاشوں کی سڑاند سے وبائیں پھیلنے لگی تھیں، جہاں جہاں وبائیں کے پھیلنے کا اندیشہ تھا، وہاں سے متاثرین کو ہٹایا جا رہا تھا دس دن بعد گوری کو کیمپ نمبر ۷ میں بھیجا گیا۔ ان دس دنوں میں گوری کو ایک بھی شناسا صورت نہ دکھائی دی تھی۔ اور اسے تمنا بھی کس کی تھی!!..... اس کا سارا اندر خاموش ہو چکا تھا۔ گھپ اندھیرے میں ڈوب چکا تھا۔ یہ وہی خاموش اندھیرا تو تھا جس کی خواہش برسوں سے اس کے دل میں تھی۔ یہاں یہ خاموشی یہ سناٹا! کیسا عجیب تھا! محبت، نفرت دکھ درد، ہمدردی، انتقام، یہ سب جذبے جو زندگی سے عبارت ہیں، موت کے کالے کفن میں لپٹے جا چکے تھے۔ گوری کو محسوس ہوا کہ آج یہ اندھیرا اس کے وجود کو چاٹ چکا تھا۔ اب گوری کے لیے دنیا میں کچھ نہ تھا، کوئی نہ تھا!!

اور تب...... تب اس نے گینتا کو دیکھا....... وہ اسی کا آئینہ تھا، ایک زندہ لاش اس کے سوا، گینتا کا کوئی اور روپ گوری کو نظر نہ آیا...... اب نہ تو وہ جلاد تھا، اور نہ ہی راکھشس! اس کی آنکھوں میں بھی وہی برف جمی تھی جس نے گوری کے سارے وجود کو دفن کر دیا تھا۔ اور یہ برفیلی لاش اسکی لاش...... اس کی جانب بڑھی چلی آ رہی تھی..... بنا جانے بوجھے ہی گوری کے قدم بھی کھنچنے لگے اور.......

خلش جگری
۱۴۵-۳-۱۵
گولی گوڑہ چمن، حیدر آباد ۲۷

رُخ بدل کے ندیوں کا آب لاتے جائیں گے
پیاس اپنے کھیتوں کی ہم بجھاتے جائیں گے
کھیت لہلہاتے ہیں لہلہاتے جائیں گے
فصل ہم اگائے ہیں اور اگاتے جائیں گے
کب کسی کی سنتے ہیں منزلوں کے دیوانے
زندگی کی راہوں میں گیت گاتے جائیں گے
اپنی دھن میں گائیں گے ایکتا کے نغموں کو
دل سے دل کے تاروں کو ہم ملاتے جائیں گے
ہم چراغ ہیں کوئی جو ہوا سے بجھ جائیں
عرش کے ستارے ہیں جگمگاتے جائیں گے
آندھیوں کی حد میں ہو بجلیوں کی زد میں ہو
آشیاں بنانا ہے ہم بناتے جائیں گے

ہر صدی کے شاعر ہیں یعنی ہر زمانے میں
ہم خلش زمانے کو یاد آتے جائیں گے

جب گینتا کی باہوں نے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا تو کوئی چیز برف کی تہوں کو توڑ کر بہتی ہوئی اس کی آنکھوں سے چھلک پڑی..... یہ زندگی تھی!! —

پدم شری نرگس

احمد سلطانی ایم اے (عثمانیہ)
8-1-22-... سلطان پورہ
حیدرآباد ۲۴۰۰۰۵ اے پی

ہندوستان میں ابتداء ہی سے سلاطین وقت کی سرپرستی اور قدردانی کی وجہ سے فنون لطیفہ کو بہت سے خوبصورت اور جاذب نظر عمارتوں کی تعمیر ہندوستانی فنکاروں نے اپنی قدرتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر آنے والی نسلوں کے لئے ناقابل فراموش یادگار نقوش چھوڑے ہیں۔ آزادی کے بعد ہماری حکومت نے ان فنون کی سرپرستی وسیع پیمانے پر جاری رکھ کر ہمارے تہذیبی ورثے کے تحفظ، استحکام اور ترقی کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہمارے عوام نے بھی اپنی گہری دلچسپی اور ہمت افزائی کے ذریعہ فن دانوں کو اپنی جولانیٔ طبع کے اظہار اور جلا کے مواقع فراہم کئے، انعام و اکرام سے نوازا۔ فنون لطیفہ کی توصیف کی اس قدردانی خاص طور پر کلاسیکی فنون کا ذوق عام نہیں۔ حکومت نے کلاسیکی فنون کی قدر افزائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن خواص کی پسند عوام کی پسند سے ہم آہنگ نہ ہو سکی۔ اسلئے سازندوں، گلوکاروں، گویوں، اداکاروں، نوابوں شہزادوں، دانشوروں اور سیاستدانوں کے مماثل قرار دینے پر موخر الذکر طبقہ کے افراد بے حد چراغ پا ہوئے۔ عوام نے بھی ان کی ہمنوائی کی۔

نیچر فلموں کی اختراع، ترتیب اور مقبولیت نے فن کاروں کو فن کی داد کا شرف عوام کو بخشا۔ فلمی ستارے لاکھوں دلوں کی دھڑکنیں بن گئے ان کی تصویریں ہر گھر کی زینت، ان کا تذکرہ ہر محفل میں ہونے لگا۔ ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح پڑھی جانے لگی۔ گویا انہیں ایک شیش محل میں بٹھا دیا گیا جہاں کا ہر منظر ٹیلی ویژن کی طرح ہر جگہ اور ہر ایک کو دکھائی دے۔ جہاں وہ جاتے عوام کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے۔ فلمی ستارے حکومت، حکمراں یا اعلیٰ طبقہ کی نظر عنایت کے مرہونِ منت نہ رہے۔ عوام کے ساتھ ساتھ حکومت نے بھی انکی قدردانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ابتداء میں فلمی دنیا میں قدم رکھنے سے عورتیں اجتناب کرتی تھیں لیکن چند با اثر فلمسازوں کی پیہم کوششوں کی وجہ سے پہلے پہل پیشہ ور عورتوں نے یہ حقیقت ہے کہ فن کا کسی پیشے یا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فلمی دنیا کی بہترین گلوکاراؤں مختار بیگم، جدن بائی اور اختری فیض آبادی (المعروف بیگم اختر) کے پیشے کے بارے میں فلمی رسالوں کے انکشافات کے باوجود فلم بینوں نے فراموش کر دیا اور جب فلم تلاشِ حق (۱۹۳۵ء) میں جدن بائی نے تعظیم سے ایستادہ ہو کر پرسوز اور دلنشیں پیرائے میں نعت "مجھ کو پہونچا دے خدا، احمد مختار کے پاس" سنائی تو فلم بینوں کے سر عقیدت سے جھک گئے اور جذبۂ ایمانی بیدار ہو گیا جو کسی واعظ کے وعظ و بیان سے ممکن نہ تھا۔

اسی جدن بائی نے اپنے شوہر ڈاکٹر اتم چند موہن چند کی صلاح پر اپنی

نورِ نظر، لختِ جگر، فاطمہ رشید کو جو الہ آباد میں یکم جون ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئی ماضی کی تلخ حقیقتوں کے پیش نظر اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر ڈاکٹر بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ۵ سال کی اس معصوم بھولی بھالی بچی کی دل موہ لینے والی باتیں جدن بائی کے گھر آنے والے فلمسازوں کو اس قدر لبھاتی تھیں کہ انہوں نے جدن بائی کو اس بچی کو پردۂ سیمیں پر پیش کرنے کی ترغیب دی اور پہلی ہی فلم تلاشِ حق میں اس ننھی منی بچی بے بی رانی نے اداکاری میں کہنہ مشق اداکاروں کو بھی دنگ کر دیا۔ یعقوب نرگس کا باپ بنا تھا۔ جب وہ باپ سے ممی کے بارے میں پوچھتی تو ... ہے اور گاتی ہے پیارے ابا، امی کو لا دو مجھے تو فلم بین مچل جاتے ہیں۔ تین اور فلموں، دل کی پکار، مادام فیشن ۳۶ء اور موتی کا ہار ۳۷ء میں مختصر رول ادا کرنے کے بعد جدن بائی نے اپنی چہیتی بیٹی کو سینئر کیمبرج کی تعلیم میں مصروف کر دیا۔ سنِ شعور کو پہونچی تو ملک کے مایۂ ناز و ہر دلعزیز ہدایت کار و فلمساز محبوب خان نے بہ اصرار اس ہونہار دوشیزہ کو اپنی ... فلم کمپنی کی پہلی فلم تقدیر ۴۳ء میں نرگس کے نام سے روشناس کرایا۔ پہلی ہی فلم ہٹ ہو گئی۔

نرگس کا ڈاکٹر بننے کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ اس زمانے میں آجکل کی طرح ایک فلم ہٹ ہوتے ہی ۲۰ تا ۲۵ فلموں کے معاہدے کر لینے کا رواج نہ تھا۔ نرگس نے دوسرے سال سبطین فضلی کی مسلم سوشیل فلم عصمت ۱۹۴۴ء میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے۔ نقشِ ثانی نقشِ اول سے بہتر نہ سہی کمتر بھی نہ تھا۔ ۱۹۴۵ء میں نرگس کی تین فلمیں بیسویں صدی، ہمایوں اور رامائن ریلیز ہوئیں۔ محبوب کی ہمایوں میں نرگس کے ساتھ فلم ۱۹۳۹ء کا شہنشاہ بہا تھا اگرچہ دہ روما ... تین سال سے زیادہ ایک ہی سینما گھر میں چلنے کا ریکارڈ قائم کرنے والی فلم قسمت ۱۹۴۳ء کا جیب کترا اشوک کمار اور محبوب کی دوسری پیشکش نجمہ ۱۹۴۳ء کی ہیروئین ملکۂ حسن وینا بھی تھے ان سے مسابقت آسان نہ تھی۔ نرگس کی اس سے بہتر اور کیا قدر افزائی ہو سکتی ہے کہ فیمس پکچرز نے خود اس کے نام سے ایک فلم نرگس ۱۹۴۶ء بنائی۔ سبطین فضلی نے ایک اور مسلم سوشیل مہندی ۱۹۴۷ء میں نرگس کو اس زمانے کی دھماکہ خیز دریافت بیگم پارہ کے ساتھ پیش کیا جو بعد میں ناصر خاں سے شادی کر کے دلیپ کمار کی بھاوج بن گئی۔ نرگس کے بڑے بھائی اختر حسین نے نرگس آرٹ کنسرن کی بنیاد ڈالی اور پہلی فلم رومیو جولیٹ ۱۹۴۷ء میں بنائی جس میں ہیرو و سپرو کے علاوہ نرگس کا دوسرا بھائی انور حسین بھی تھا۔ بد قسمتی سے اس کمپنی کی فلمیں رومیو جولیٹ، انجمن ۴۸ء اور دارو غہ جی (۴۹ء) فلاپ ہو گئیں۔ ۱۹۴۸ء میں اس کے ماں باپ بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ اس صدمۂ عظیم میں راجکپور نے جس کی فلم آگ ۴۸ء میں وہ کام کر رہی تھی اسے دلاسا دے کر ہمدردی حاصل کر لی۔ دلیپ کمار کے ساتھ انوکھا پیار (۴۸ء) میں اس کی اداکاری نے بے حد متاثر کیا۔ اسی غم و اندوہ کے عالم میں فلم میلہ (۴۸ء) میں ایک المیہ کردار دلیپ کمار کے مقابل ادا کر کے اس کو ناقابلِ فراموش بنا دیا۔ محبوب کی فلم انداز (۴۹ء) میں نرگس کے ساتھ پہلی اور آخری مرتبہ دلیپ کمار اور راجکپور نے کام کیا۔ اس ستند فلم میں نرگس نے نئی تہذیب کی دلدادہ روشن خیال لڑکی کے رول کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ اسی طرح برسات (۴۹ء) میں کشمیر کی الھڑ بھولی بھالی حسینہ کے رول میں اس نے فلم بینوں کا دل موہ لیا۔ چند اور فلموں لاہور، رومال اور آدھی رات (۴۹ء) جوگن، پرتگیہ (۵۰ء) کے بعد بابل (۵۰ء) میں دلیپ کمار کے مقابل اس کی کامیاب المیہ اداکاری نے اس کو لاکھوں عوام کی پسندیدہ اداکارہ بنا دیا۔ یوں تو نرگس نے ۵۱ فلموں میں کام کیا جن میں چھوٹی بھابی، کنیز، مینا بازار (۵۰ء) ساگر، پیار کی باتیں (۵۱ء) شیشہ (۵۲ء) پہلی شادی (۵۳ء) انگارے (۵۴ء) مس انڈیا، پردیسی (۵۷ء) شامل ہیں۔ لیکن نرگس کی المیہ اداکاری کے جوہر دلیپ کمار کے مقابل ہی کھلے۔ راجکپور کے ساتھ اس کے رومانی مناظر بھی خوب سجے اس کی بیشتر کامیاب فلمیں ان دونوں کے ہی ساتھ ہیں۔ دلیپ کمار کے ساتھ اس کی دوسری فلموں جوگن (۵۰ء) دیدار اور ہلچل (۵۱ء) میں اس کی اداکاری عروج پر ہے۔ راجکپور کے ساتھ جذباتی وابستگی کی بنا پر اس نے پیار، جان پہچان (۵۰ء) آوارہ (۵۱ء) امبر، انہونی، آشیانہ، بے وفا (۵۲ء) آہ، دھن، پاپی (۵۳ء) شری ۴۲۰ (۵۵ء) چوری چوری، جاگتے رہو (۵۶ء) کو کامیابی کی منزلوں تک پہونچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ راجکپور اور آر کے فلمز کی کامیابی اور استقامت کے لئے نرگس نے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر دیں۔ آر کے اسٹوڈیو میں اس کے لئے ایک کمرہ مختص تھا۔ آر کے کا نشان نرگس اور راجکپور کے فلم برسات کے

ایک رومانی پوز سے بنایا گیا جو ہر فلم کی ابتداء میں دکھایا جاتا ہے۔ حساب دوستاں دردل کے مصداق راجکپور نے نرگس کو فلموں کا کیا معاوضہ دیا یہ راز درون پردہ ہے۔ راجکپور کے ساتھ فلمی وفد میں نرگس ۱۹۵۲ء میں امریکہ اور ۱۹۵۴ء میں روس گئیں ان دونوں کی جذباتی وابستگی کا اس قدر شہرہ رہا کہ ایک جان دو قالب قرار دئے گئے۔ لیکن خودغرضی کی دیوار منہدم ہوگئی اور نرگس کو ذہنی اذیت پہونچی جب اس کو یہ احساس ہوگیا کہ وہ داشتہ بن کر تو [illegible] زندگی گذار سکتی ہے لیکن بیوی نہیں بن سکتی اسکی اندر کی عورت نے جو ماں بننے کے لئے تڑپ رہی تھی اسے بغاوت پر اکسایا۔ جب کبھی شادی کے بارے میں اس سے پوچھا جاتا تو وہ صاف دلی سے کہہ دیتی تھی کہ میں ایک طوائف زادی ہوں مجھ سے کون شادی کرے گا۔ راجکپور اور نرگس کے درمیان وجہ اختلاف محبوب کی مدر انڈیا (۵۷ء) میں دلیپ کمار کا برجو کا رول ہے جو بعد میں سنیل دت کو دیا گیا۔ دلیپ کمار نے ایثار سے کام لے کر بے تعلقی اختیار کر لی۔ اسی طرح نرگس نے فلم مغل اعظم (۶۰ء) [illegible] کی فلم [illegible] میں حصہ لینے کے باوجود [illegible] سے علحدگی اختیار کر لی [illegible]

اختر حسین کی مالی اعانت کی خاطر اسکی فلم رات اور دن کی تکمیل میں حصہ لیا جو ۱۹۶۷ء میں ریلیز ہوئی۔ مرکزی حکومت کو جو نرگس کو بہترین اداکارہ کا ایوارڈ دینا چاہتی تھی رات اور دن کی ریلیز کا انتظار کرنا پڑا۔ فرصت کے اوقات کو نرگس نے اجنتا آرٹ کے تنظیمی امور، اپاہجوں اور بے سہارا بچوں کی اعانت، فوجیوں کی وابستگی کے پروگراموں کے انعقاد، فلمی کارکنوں کی فلاح و بہبود پر صرف کیا۔ اجنتا آرٹ کی ایک فلم "یادیں" ۱۹۶۴ء کی اسکرپٹ لکھی اور پس پردہ آواز سنائی۔ مینا کماری کی کس مپرسی کی حالت میں مدد دی، اخلاقی مدد اور دلجوئی کے ذریعہ حوصلہ بڑھایا۔

نرگس کا نمایاں وصف اسکی سفید پوشی اور سادگی ہے۔ نرگس کو پردہ سیمیں کی خاتون اول کے علاوہ سفید پوش خاتون کے خطابات سے نوازا گیا۔ فلموں میں حسب ضرورت میک اپ کے سوا دیگر مواقع پر ہمیشہ اس سے احتراز کیا۔ فلمی اور غیر فلمی تقریبات میں وہ انتہائی سادگی پسند تھی۔ میک اپ لپ اسٹک اور بھڑک دار لباس سے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے اخلاق اور شرافت کا ہر ایک گرویدہ تھا۔ اداکاراؤں میں اسکو جو عزت و مرتبہ، شہرت اور [illegible] دوسری کسی کو نہیں [illegible] نرگس [illegible]

ہے۔ گولڈن [illegible] انعقاد [illegible]

[illegible] نقص [illegible]

[illegible] کا اعزاز

[illegible] بے عیب فطری اداکاری کی داد دیتے ہوئے مدر انڈیا کو اس کا شاہکار قرار دیا۔ کارلوی واری فلم فیسٹول (۱۹۵۸ء) نے نرگس کو بہترین اداکارہ کا اعزاز دیا۔ ملک کے نامور فلمسازوں کے علاوہ ہالی ووڈ کے فلمسازوں نے بھی اپنی فلموں کے لئے معاہدے کرنے چاہے لیکن اسی اثناء میں سنیل دت کی والہانہ [illegible] وارفتگی [illegible] سے بچانے کے لئے جان پر کھیل جانے سے نرگس کا دل جیت لیا۔ ان دونوں نے شادی کر لی۔ نرگس نے سنیل دت کی خواہش کے احترام میں فلموں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ صرف زیر تکمیل فلموں میں کام جاری رکھا جن میں عدالت، گھر سنسار، اور لاجونتی (۱۹۵۸ء) شامل ہیں۔ اپنے بھائی

[illegible] عزیزی کی دلیل [illegible] قبولیت [illegible] کے یوم سیاہ ۳ رمئی ۱۹۸۱ء کو اسکی موت کی خبر عام ہونے کے بعد غم زدہ پرستاروں کے جم غفیر کے گھر کے سامنے جمع ہونے اور میت میں لاکھوں سوگواروں کے اجتماع سے ہوتا ہے۔

نرگس اور سنیل دت کا جوڑا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ نرگس نے بام عروج پہ پہونچ کر فلم لائن ترک کر دی اور اپنی محبت اور خدمتگذاری سے سنیل دت کو [illegible] بنالیا۔ سنیل دت نے بھی اسے اتنا ہی پیار دیا اور عزت و احترام سے رکھا۔ نرگس کی ۷ ماہ طویل بیماری میں اپنا ہر کام ترک کر کے تیمارداری کے ذریعہ وفا کی [illegible] مثال قائم کی جو ہماری روایتی اور غیر روایتی عاشقوں کو بھی تازیانہ ہے۔ نرگس نے زندگی کی صرف ۵۲ بہاریں دیکھیں اور پھر ابدی نیند سو گئیں۔

رونق دکنی سیمابی

جمشید پور

یوں شقی القلب کا الزام سب کے سر نہ پھینک
جا بجا شیشے کے گھر اے دوست ہیں پتھر نہ پھینک

ایک دو جے کے تعاقب میں بڑھینگے دائرے
بے سبب خاموش سطح آب پر کنکر نہ پھینک

یہ حقیقت میں فلک پیما دم پرواز ہیں
طائر حیلہ زبوں کے نوچ کر یوں پر نہ پھینک

رہن تلخئ خودی ہوگا خمار بیخودی
رُک بھی جا! میخانے سے یوں شیشہ و ساغر نہ پھینک

جسم، اگر حسن آفریں خود بے نیاز پردہ ہے
دیکھ اس جانب تکلف برطرف چادر نہ پھینک

بخت کی بے مائگی کو لاگ خودداری سے ہے
اس سے ہوتی ہے تہی ظرفی اِسے دردر نہ پھینک

وقت کے ہیں سارے گل بوٹے تمہاری بے نیاز
اپنی بے ہنری چھپانے تیشہ آذر نہ پھینک

اک بہار جانفزا ہے اس کے اندر جھانک بھی
یوں تنفر سے جتائے جسم کو باہر نہ پھینک

اس سے کھل جاتا بھرم ہے رونق اپنی ذات کا
اپنے گھر آنگن کا کوڑا دوسروں کے در نہ پھینک

قمر سنبھلی

۱۵۳۸، نئی سڑک، دہلی ۱۱۰۰۰۶

کچھ تمہی رسم و روایات کہن تازہ کرد
دستِ جانی پہ بھی وا گھر کا دروازہ کرد

فکر کی گرمی سے اپنے ذہن کو تازہ کرد
یوں بہم معیارِ شعر و فن کا شیرازہ کرد

کھڑکیاں اپنے دماغوں کی کھلی رکھو ذرا
تم بدلتے موسموں کے رخ کا اندازہ کرد

خشک پتوں کے بکھر جانے پہ پھلتا ہے درخت
منتشر ہستی کا اپنی تم بھی شیرازہ کرد

کون جانے کس قدر اندر سے ہوں ٹوٹا ہوا
میرے چہرہ سے مرے دل کا نہ اندازہ کرد

رہگزارِ زیست کی دشواریوں کا کیا گلہ
چل پڑے ہو جب تو پھر کیوں فکر خمیازہ کرد

ہم سے پڑھواتے ہو ہاتھوں کی لکیریں کس لئے
جرأتِ پرواز کا اپنی خود اندازہ کرد!

کتنی گہری ہیں جڑیں احساس کی سوچو قمر
سائے سے قد کی بلندی کا نہ اندازہ کرد

الیسی رونق رضا

ترین تکلی، شاہجہاں پور ۲۴۲۰۰۱

نہ جانے کب سے میں گردِ سفر کی قید میں تھا
کہ سنگ میل تھا اور رہگذر کی قید میں تھا

نہ کر سکا کسی منزل کا احترام کہ میں
جنونِ شوق کا مارا سفر کی قید میں تھا

دکھائی دیتا تھا مختار دست و بازو سے
مگر وہ شخص کسی بے ہنر کی قید میں تھا

کھلی فضائیں ملیں جب تو اے ہوائے چمن
میں بے بضاعتی بال و پر کی قید میں تھا

کیا تھا رات تصور میں جس نے قصدِ فرار
وہ صبح یا بگرفتہ سحر کی قید میں تھا

میں اُڑ رہا تھا فضاؤں کی وسعتوں میں مگر
مرا وجود ابھی بام و در کی قید میں تھا

میں خواب خواب تھا ہر جشنِ آرزو کا امیر
کھلی جو آنکھ تو اپنے ہی گھر کی قید میں تھا

تمام عمر وہی بیش دلیس میں رہتے ہیں
جو لوگ وہم و گماں کے قفس میں رہتے ہیں

دلوں کے بیچ اٹھاتے رہے ہیں دیواریں
وہ فاصلے جو نگاہ و ہوس میں رہتے ہیں

ہے راستوں کو ابھی اپنی منزلوں کی تلاش
سفر کے خواب صدائے جرس میں رہتے ہیں

قدم قدم پہ اندھیروں کو روشنی دیدیا
وہ چند شعلے جو تارِ نفس میں رہتے ہیں

انہیں سے آبروئے انقلاب باقی ہے
جو سرفروش ارادوں کے بس میں رہتے ہیں

وہ حادثے جو بدلتے ہیں ظلمتوں کا مزاج
وہ حادثے ہی مری دسترس میں رہتے ہیں

حیات بانٹ کے خوش ہیں کچھ ایسے لوگ ندیم
قلندروں کی طرح خار و خس میں رہتے ہیں

خیرات ندیم

۲۲۲-۶-۱۶
عثمان پورہ، حیدرآباد
اے پی

تنقید و تبصرہ

تبصرہ نگار: محمد عبد الوحید خاں
ایم اے، ایل ایل بی (عثمانیہ)
۲۲-۷-۳۸۴/۱ نزد پولیس کمشنر آفس، پرانی حویلی، حیدرآباد ۲ - اے پی

علامہ حیرت بدایونی
حیات اور ادبی خدمات

مصنف: رشید الدین، ایم-اے (عثمانیہ)

" علامہ حیرت بدایونی حیات و ادبی خدمات" کے عنوان سے ایم اے (فائنل) کے لئے رشید الدین صاحب نے مقالہ سپرد قلم کرکے خلوص فن و فکر اور تحقیق دانی سے اردو داں افراد کو محو حیرت کر دیا ہے۔ امتحانی نقطۂ نظر سے ایم اے کے مقالہ جات محض حصول اسناد کا مظہر ہوا کرتے ہیں اس لئے پروفیسر گیان چند کی رائے سے ہمیں اتفاق کرنا چاہیئے کہ " رشید صاحب کے اس مقالہ کا معیار مروجہ معیار سے اونچا و بلند ہے۔"

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ مقامی شعرا اور ادیبوں کو نظر انداز کرکے دیگر شعراء یا ادیبوں کا دم بھرتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ کا یہ خیال برمحل ہے کہ زیر نظر مقالہ پڑھکر احساس ہوا " ایسی چنگاری بھی یارب خاکستر میں تھی"۔ ڈاکٹر مغنی تبسم صاحب کا یہ تصور مناسب ہے کہ مصنف باذوق ہیں، علامہ سے طویل تعلق اس مقالہ کا باعث ہوا۔ اردو اکیڈیمی کی مالی اعانت بروقت رہی۔ زیر نظر کتاب سوا سو صفحات پر مشتمل ہے۔ رشید الدین صاحب کو علامہ سے ذہنی عقیدت تھی۔ پہلے حصہ کو " حیات " میں منضبط کیا گیا ہے جمیں وطن عزیز سے لے کر کردار کی خصوصیات تک مصنف نے تعلقات خاطر کی جو چاشنی ہمیں دی ہے وہ لائق تعریف ہے۔ اس مقالہ پر نگران کا جھا .

قطعی نہیں ہے بلکہ یہ ایک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ حیات کے تحت واقعات مربوط، دلچسپ اور ناظر کی توجہ اپنی جانب منعطف کرواتے ہیں۔ حیات کی گتھیوں کو کھولتے ہوئے علامہ کے کردار کے ایسے گوشے وانکشاف ہوئے ہیں جن سے ساکنان دکن ناواقف تھے۔ مصنف کی تحریر سلیس رواں و دلکش ہے موضوع پر مواد کی فراہمی دشوار تھی علامہ نے مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام سنبھال کر نہیں رکھا۔ مصنف کے اس اظہار سے مقالہ کی تیاری کی دقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں علامہ نے جو کتاب "لیڈیز فرسٹ" کے عنوان سے لکھی تھی وہ فرقہ واریت کا مظہر تھی۔ مصنف نے برملا اسکا اعتراف کیا ہے جس سے اسکی بے لاگ تنقید کا پتہ چلتا ہے۔ علامہ نثار بھی تھے شاعر بھی تھے۔ امیر خسرو کی فارسی شاعری پر علامہ کی خامہ فرسائی شرمندۂ اشاعت نہ ہوسکی اگر ایسا ہوتا تو نثری سرمایہ میں مزید اضافہ ہوجاتا۔ کتاب کے مطالعہ سے علامہ کی ادبی اور اداری صلاحیتوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ رسالہ "شمس العلوم" بدایوں کی ادارت "رسالہ "چراغ" حیدرآباد کی ادارت ان صلاحیتوں کا اظہار ہے۔

ایک چیز کھٹکتی ہے " شاعری" کے عنوان کو جو اتفاق سے کتاب کا اختتام ہے میرے خیال میں اولیت دی جاتی تو بہتر تھا۔ علامہ فطری

شاعر تھے۔ عشقیہ شاعری سے وہ عبارت رہے نوجوان شعرا کی حوصلہ افزائی انکا وطیرہ رہی ہے۔ ہادی القادری صاحب کے الفاظ میں اصل میں "علامہ کی شاعری نے انکی علمیت کو ڈبو دیا ہے۔ اگر وہ شاعر نہ ہوتے تو بڑے متبحر عالم تھے"۔ مذہبی، قومی، شاعری اور غزل گوئی کے آئینہ میں علامہ کی شخصیت قابلِ قدر ہے وہ اصلاح سے عاری رہے۔ کلام میں آمد ہی آمد ہے اور ذہین ہے نیک نیتی خلوص خودداری عزت نفس استغنا آپ کی ذات سے عبارت تھا ان ہی شخصی و نجی خصوصیات نے ان کی شاعری اور نثر پر اثر ڈالا۔

علامہ جب تک زندہ رہے عزت سے حیات رہے۔ محفلوں کی جان ہوتے ہنستے ہنساتے رہتے بذلہ سنجی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی وہ ایک شفیق باپ تھے، وفادار شوہر ہونیکے ساتھ ساتھ عزتِ نفس، خودداری کا پاس سدا رہا۔ وہ بنیادی طور پر مذہبی آدمی تھے۔ اللہ پر بھروسہ تاحیات رہا۔ اولاد صالح ہے سارا دکن علامہ کو شاعر کے روپ میں جانتا ہے وہ دکن کے بزرگ شاعر تھے۔ اہلِ زبان ہونے کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی پر دسترس تھی۔ طبیعت شاعرانہ لائے تھے۔

علامہ کی نجی زندگی، ان کی خداداد صلاحیت، اور دیگر کوائف نے ایک نوجوان نثر نگار کو اس جانب راغب کر دیا۔ چراغ سے چراغ سلگتا ہے۔ اس کے مصداق ان کی حیات و ادبی خدمات پر تبصرہ کرنے والا (رشید الدین) اپنا اسلوب بھی متعین کر رہا ہے۔ مصنف اس لحاظ سے قابلِ مبارکباد ہیں کہ باوجود کم عمر ہونے کے ان میں تحریر و تحقیق کی پختگی ہے۔ ان کی تحقیق نے علامہ کی حیات کی شمع کو پھر فروزاں کر دیا ہے۔ کتاب کی قیمت دس روپے ہے جو کچھ زیادہ معلوم ہوتی ہے کتابت طباعت اور گیٹ آپ اوسط درجہ کے ہیں۔ یہ کتاب اردو اکیڈیمی بک ڈپو، آندھرا پردیش سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

اردو داں افراد کو چاہیئے کہ وہ ایک مقامی تحقیقی کام کی خاطر خواہ پذیرائی فرمائیں۔ یہ بات اردو کی بقاء کی ضامن ہوگی۔

— — — — — —

تبصرہ نگار: سرتاج احمد جلیلی
۳۸۶ اسپیشل بی کلاس
نیو آغا پورہ، حیدرآباد ۱

نام کتاب: ہیرے کی لونگ

پبلیشر: ڈائرکٹر پبلیکیشنز ڈویژن وزارت اطلاعات و نشریات حکومت ہند
پرنٹر: اشوکا آفسٹ ورکس روہتک روڈ، دہلی
سنہ اشاعت: فروری سنہ ۱۹۸۱ء
قیمت: ۵-۵۰ روپے

انسان کو فطرتاً کہانیاں سننے اور سنانے کا شوق رہا ہے جس سے نہ صرف اس کے ذوق کی تسکین ہوتی ہے بلکہ اس کی معلومات میں بھی بدرجۂ اتم اضافہ ہوتا ہے۔ کہانیاں سننے اور سنانے سے نہ صرف دن بھر کا تھکا ہارا ذہن آسودگی محسوس کرتا ہے بلکہ اس سے انسانی ذہن از سر نو تر و تازہ اور شگفتہ بھی ہو جاتا ہے۔ آج کل کی مصروفیات اور تھکا دینے والی زندگی میں تو کہانیاں اور وہ بھی بامقصد کہانیاں لکھنا ایک بڑی انسانی و قومی خدمت متصور کی جاتی ہے۔ اس سے بچوں کے ذہن کی نشو و نما اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں میں معتدبہ اضافہ ہوتا ہے جب یہی بچے زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ہر مشکل مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔

یوں تو بچوں کے ذہن کی نشو و نما کے لئے ابتدا ہی سے بڑی تعداد میں کہانیاں لکھی گئی ہیں لیکن اچھی کہانی کا اصل مقصد تو یہ ہونا چاہیے کہ اس کے مطالعے سے بچہ کچھ نہ کچھ ضرور سیکھے اسکی معلومات میں اضافہ ہو۔ فرضی کہانیوں کا بھی ایک دور تھا جبکہ فرضی ترین کہانیاں اور داستانیں اردو ادب میں لکھی گئی تھیں۔ لیکن اب زمانے کے تقاضے بدل چکے ہیں اب تو وہی ادب خواہ وہ بچوں کا ہو یا بڑوں کا قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا جس میں زندگی کے حقائق کا بیان ہو جس کے مطالعے سے دن بھر کا تھکا ہارا ذہن

آسودگی محسوس کرے اور جس کا کچھ نہ کچھ مقصد بھی ہو چنانچہ "ہیرے کی لونگ" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

"ہیرے کی لونگ" میں ملک کی مختلف ریاستوں اور غیر ملکی کہانیوں کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے تاکہ ہمارے ملک کے بچے ان کہانیوں کو پڑھیں اور ان میں بین الاقوامی جذبہ پروان چڑھے۔ بچوں کو جانوروں اور پرندوں کی کہانیاں خاص طور پر بہت پسند آتی ہیں۔ پنچ تنتر، ہت اپدیش، ایسپ کی کہانیوں وغیرہ میں زیادہ تر پرندوں اور جانوروں ہی کی کہانیاں شامل ہیں جنہیں بچے، بوڑھے صدیوں سے پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ "ہیرے کی لونگ" بھی اس سلسلے میں ایک اہم رول ادا کرے گی۔

عصر حاضر میں ملک کے گاؤں گاؤں میں لائبریریاں کھل رہی ہیں اور ان کے لئے دلچسپ اور سبق آموز قصے کہانیوں کی بڑی مانگ ہے چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے میں یہ کتاب ایک اہم رول انجام دے گی "ہیرے کی لونگ" پہلے ہندی زبان میں شائع ہوئی تھی اور اب اردو زبان میں شائع کی جا رہی ہے تاکہ اس کی افادیت سے ہر کوئی مستفید ہو سکے۔ کہانیوں کے اس مجموعہ میں جملہ اٹھارہ کہانیاں شامل ہیں، کہانیوں کی ترتیب اور اسکے لکھنے والوں کی فہرست اس طرح ہے۔

۱	ہیرے کی لونگ	راجگوپال آچاریہ
۲	بندر کی پونچھ	تو موخی موتو
۳	تین دوست	״ ״ ״
۴	لالچی کوا	گارگی گپتا
۵	سب سے اچھا بھوراں	شانتی آنکڑیاکر
۶	ہوشیار چڑیا	رام نرائن اپادھیائے
۷	ہنڈک کی پریشانی	راجگوپال آچاریہ
۸	دو ہنس اور کچھوا	ساوتری دیوی ورما
۹	مچھلی کی چیتاونی	ایم۔ایل۔ٹالسٹائی
۱۰	سیر پر سوا سیر	ساوتری دیوی ورما
۱۱	جیسی کرنی ویسی بھرنی	جے کرشن پیلاتی
۱۲	بوڑھے کا دستانہ	کملا رشنم
۱۳	بے بات کا جھگڑا	ساوتری دیوی ورما
۱۴	جس کی لاٹھی اس کی بھینس	لال چند
۱۵	ہوشیار لومڑی	״ ״
۱۶	دو چوہے	جعفر
۱۷	چور مینا	اِندو لیکھا
۱۸	بارہ سنگھے کی بھول	سریندر کمار

کہانیوں کی فہرست اور ان کے قلمکاروں پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ملکی اور غیر ملکی قلمکاروں نے ان کہانیوں میں کتنی دلچسپ سامان مہیا کیا ہوگا۔ کہانیوں کی زبان بیحد سلیس شگفتہ اور رواں ہے ساتھ ہی موقع بموقع خوبصورت قسم کی تصویروں سے اسے سجایا گیا ہے تاکہ بچوں کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہو۔ ہر کہانی کا کچھ نہ کچھ مقصد بھی ہے مثلاً ہیرے کی لونگ" کی ایک مختصر و مفید کہانی آپ کے ملاحظہ میں پیش ہے جس کا عنوان ہے" جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے۔

"ایک بار ایک آدمی اور شیر ساتھ ساتھ جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ دونوں طاقتور تھے ایک کو اپنے جسم کی طاقت کا گھمنڈ اور دوسرے کو اپنی عقل پر۔ وہ اپنی اپنی طاقت اور برتری کے بارے میں ڈینگ ہانکنے لگے تھے۔ اس طرح لڑتے جھگڑتے ایک مورتی کے قریب سے گزرے مورتی پتھر کی بنی تھی اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ایک آدمی نے ایک شیر کو گلا دبا کر مار ڈالا آدمی اس مورتی کو دکھلاتے ہوئے شیر سے بولا۔ یہ دیکھو۔ آدمی کتنا طاقتور ہے جنگل کے راجا کو بھی انسان نے کسی طرح ہرا دیا ہے۔ اس طرح آدمی سے سوچ سمجھ کر ہی الجھنے کی گستاخی کرنا نہیں تو پچھتاؤ گے۔

شیر نے جواب دیا، آخر یہ مورتی بھی تو آپ ہی کے کسی بھائی بند نے بنائی ہے اگر ہم شیروں کو بھی مورتی بنانا آتی تو یقیناً آپ آدمی کو شیر کے

جے کے نیچے پاتے ،

"آدمی اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اس نے چپ چاپ اپنا راستہ جانے

،یں خیر سمجھی "۔

کہانی کی خوبی آپ نے ملاحظہ کی کتنی مختصر، با مقصد اور جامع کہانی ہے

مر زبان و بیان کس قدر سہتر ہے ۔ غرض "ہیرے کی لونگ" بچوں کی

ا نیوں میں ایک اتمول اضافہ ہے جسکی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب کا سرورق خوشنما و دیدہ زیب ہے کتابت و طباعت

ایت عمدہ ہے ۔ ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اور حسب ذیل مقامات سے

مل کی جاسکتی ہے ۔

- پبلیکیشنز ڈویژن ، پٹیالہ ہاوز نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
- سُپر بازار کناٹ سرکس ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
- کامرس ہاؤس ، کریم بھائی روڈ ، بلارڈ پائر ، بمبئی ۴۰۰۰۳۸
- ۸ - ایسپلینڈ روڈ ، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
- شاستری بھون ۳۵ میڈوز روڈ ، مدراس ۶۰۰۰۰۶
- بہار اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک بلڈنگ ، اشوک راج پتھ ، پٹنہ ۸۰۰۰۰۴
- ۱۰ - بی - اسٹیشن روڈ ، لکھنؤ
- ڈائرکٹر پبلیکیشنز ڈویژن وزارت اطلاعات ونشریات حکومت ہند ، پٹیالہ ہاؤس ، نئی دہلی

غزل
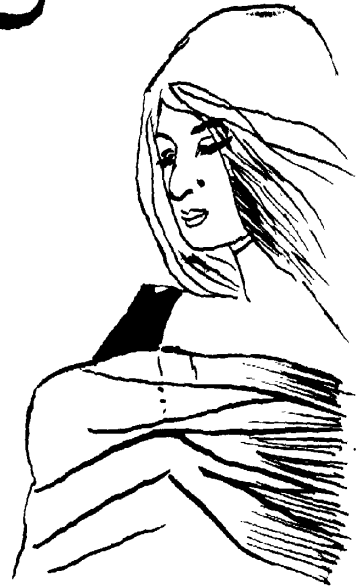
پگڈنڈیوں کے جال سے خود کو بچا گیا
وہ راہرو جو اپنے ہی اندر چلا گیا

سارا بدن چراغ کی مانند جل اُٹھا
خاشاک جان کر کوئی ماچس دکھا گیا

دن کا طلسم توڑ کے بیٹھا ہی تھا ابھی
عفریت شب کا جسم کو کچا چبا گیا

بھٹکے ہوئے خیال کی خوشبو اڑی تو تھی
لیکن کثیف گرد کا طوفان چھا گیا

آئی سحر ہتھیلی پہ سورج لئے ہوئے
خوابوں کا چلتا پھرتا فسوں لڑکھڑا گیا

سورج کی سب نے کر دی تھی تجویز مسترد
اک بار پھر اندھیرا اجالوں کو کھا گیا

ناظم خلیلی سعید منزل ، بیرون قلعہ ، رائچور - ۵۸۴۱۰۱ (کرناٹک)

خبریں تصویروں میں

چیف منسٹر جناب ٹی انجیا نے درگاہ شریف حضرت جہانگیر پیراںؒ پر حاضری دی تصویروں میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ جناب ایم ا عزیز وزیر جنگلات واوقاف جناب سعد حسن صدر نشین وقف، جناب محمود پاشا قادری تخت نشین اور جناب کے ایم خاں دیکھے جا سکتے ہیں ۔

۔۔۔در جمہوریہ
۔ این سنجیوا ریڈی
کی حیدرآباد میں
۔ۓ آوری کے موقع پر
۔ آندھرا پردیش
۔ کے یسی ابراہام
۔ وزیر اعلیٰ
۔ ٹی - انجیا
۔ ہوائی اڈہ پر
۔ مقدم کیا ۔

سفیر عراق جناب فاضل
العضوی کے دورہ
حیدرآباد کے
موقع پر جناب ٹی انجیا
وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش
نے سفیر موصوف کو
ایک ملاقات میں
شال کا تحفہ پیش کیا

۵ رمئی کو حیدرآباد میں صنعت و تجارت کے اے۔ پی چیمبرس فیڈریشن کے سالانہ جلسہ میں شری ٹی۔ انجیا چیف منسٹر آندھرا پردیش، شری کے جے بھارت ریڈی وائس چیرمین اے پی

آنجہانی دامودرم سنجیویا کی برسی کے موقع پر چیف منسٹر مسٹر ٹی انجیا اُن کی سمادھی پر۔ ساتھ میں جناب جی۔ وینکٹ سوامی، مسز سروجنی پلا ریڈی اور دیگر قائدین دیکھے جا سکتے ہیں۔
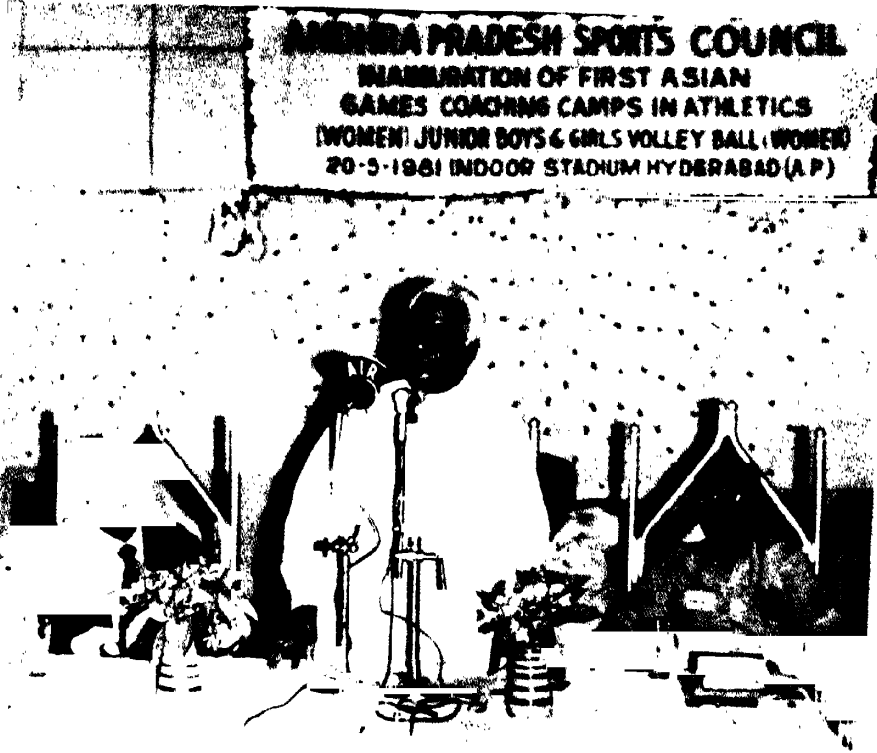
رمئی کو اندور
سٹیڈیم حیدرآباد
شری ٹی انجیا
منسٹر آندھراپردیش
فرسٹ ایشین
ن کوچنگ
پ اور جونیر بوائز
ر والی بال
اتین) کا
تاح کیا۔

۲۰ر مئی کو محبوبیہ جونیر
کالج میں جونیر لکچررس
اسوسی ایشن کے جلسہ
میں حکومت آندھراپردیش
کے تمدنی شعبہ کی نمائندگی
کے لئے جناب ٹی۔ انجیا
چیف منسٹر آندھراپردیش
شمع روشن کررہے
ہیں۔ شری عظیم سری رام مورتی
وزیر تمدنی امور نے جلسہ
کی صدارت کی۔

جوبلی ہال میں قومی یکجہتی کے موضوع پر منعقدہ ایک تقریب میں گورنر آندھرا پردیش جناب کے سی ابراہام نے وزیر اعلیٰ جناب ٹی انجیا کو قومی یکجہتی اوارڈ پیش کر رہے ہیں

وزیر اعلیٰ جیت ٹی انجیا ۔ ڈچ پلی ، نظا میں اے پی ا ساتویں بٹا کے ہاؤزنگ کا کا افتتاح کر ر ہیں۔ شری پربھاکر ریڈی وزیر داخلہ بھی د جا سکتے ہیں ۔